احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

فروری 2025ء

شیخ الاسلام ڈے

19 فروری

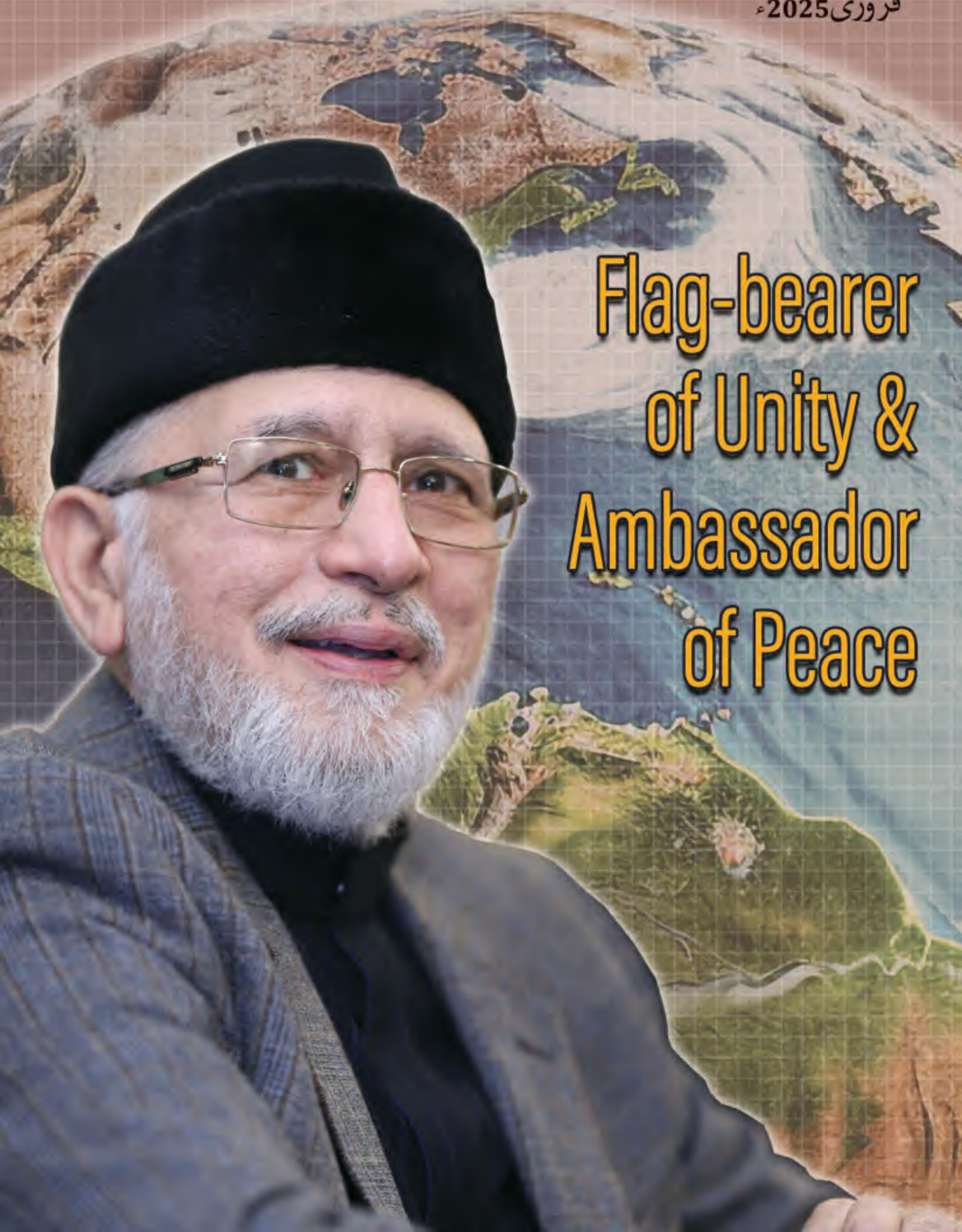

Flag-bearer of Unity & Ambassador of Peace

On the Occasion of the

74th BIRTHDAY *of*

SHEIKH-UL-ISLAM
DR. MUHAMMAD TAHIR-UL-QADRI

we extend our heartfelt congratulations.
His intellectual, spiritual & scholarly
contributions serve as a beacon of guidance for us all.
He has imparted the message of knowledge
and peace to the Muslim Ummah,
presenting the true face of Islam to the world.

Minhaj-ul-Quran USA

وہ فکرِ عشقِ نبی کا دیا جلاتے ہیں — ہر اک دلِ حزیں کو سکون پہنچاتے ہیں
شیخ الاسلام کی بات ہے معجز نما — جو حرف کہتے ہیں، دل میں اترتے جاتے ہیں

عالم اسلام کی عظیم علمی و روحانی شخصیت اور انسانی حقوق کی بحالی کے عظیم ترجمان

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کو

74 ویں سالگرہ

کے پر مسرت موقع پر ہدیہ تہنیت پیش کرتے ہیں

شیخ الاسلام کی خدمات نے امتِ مسلمہ کو صحیح سمت دکھائی اور مسلمانانِ عالم کے دلوں کو علم و معرفت کے نور سے منور کیا۔
یا اللہ! ہمیں ہمت و استقامت عطا فرما تا کہ ہم شیخ الاسلام کی رہنمائی کے زیرِ سایہ حق و صداقت کے پیغام کو فروغ دینے میں مصروفِ عمل رہیں۔

سجاد احمد ساہی (ہیڈ آف سوشل میڈیا)
چودھری محمد اکرم جوڑا (ہیڈ آف پبلک ریلیشنز)
عطاء الرحمن خان (فنانس سیکرٹری)
شاہ نواز اوپل (جنرل سیکرٹری)
رضوان احمد چودھری (نائب صدر)
حافظ سجاد احمد (سینئر نائب صدر)
قیصر زبیر نجیب (صدر)

منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈنمارک

چراغِ عشقِ نبی، رہبرِ جہاں ہیں وہ
حیاتِ نو کے نشانوں کا ترجماں ہیں وہ
شیخ الاسلام ہیں، مہر و وفا کے پیکر
دلوں کے ہر درد کا درماں ہیں وہ
ہم نابغۂ عصر، مفکرِ اسلام، سفیرِ امن، مجدّدِ رواں صدی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو
74 ویں سالگرہ پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں
راشد اعوان (نائب صدر)
چودھری مشتاق احمد (چیئرمین رابطہ کمیٹی)
ڈاکٹر حمزہ انصاری (نائب صدر)
اویس اعجاز احمد (صدر)
عاطف رؤوف (نائب صدر)
حسن بشیر (جنرل سیکرٹری)
شفیق صدیق (صدر ڈریمن)
آصف جاوید (صدر کلوفتا)
عرفان گل انصاری (صدر اوسلو)
عبداللہ ارشد (فنانس سیکرٹری)
عطاء المصطفیٰ محمود (جوائنٹ سیکرٹری)
منہاج القرآن انٹرنیشنل ناروے

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

بفیضانِ نظر
قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیرِ سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

زیرِ نگرانی
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

جلد: 39 / شمارہ: 2 / شعبان المعظم ۱۴۴۶ھ / فروری 2025ء

چیف ایڈیٹر: نوراللہ صدیقی

ایڈیٹر: محمد یوسف

ڈپٹی ایڈیٹر: ابدال احمد میرزا

ایڈیٹوریل بورڈ

محمد رفیق نجم، ڈاکٹر محمد فاروق رانا، عین الحق بغدادی
محمد بلال اُپل، سید علی عباس بخاری، فیصل حسین مشہدی

مجلس مشاورت

خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم، جی ایم ملک
محمد جواد حامد، سرفراز احمد خان، منظور حسین قادری
غلام مرتضیٰ علوی، علی عمران، داؤد حسین مشہدی

قلمی معاونین

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، محمد شفقت اللہ قادری
ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی
ڈاکٹر محمد افضل قادری

خصوصی اشاعت

حسنِ ترتیب

اداریہ: خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن	چیف ایڈیٹر	7
فیضانِ مصطفیٰ ﷺ کی امین قیادت	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	10
دہشت گردی کے خلاف اسلامی بیانیہ کے علمبردار	ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی	23
عصرِ حاضر کے چیلنجز اور فکرِ شیخ الاسلام	ڈاکٹر سید محمد ہارون بخاری	38
شیخ الاسلام کی تعلیمات: عصرِ حاضر میں اخلاقی بحران کا حل	ڈاکٹر شفاقت علی شیخ	54
شیخ الاسلام مصطفوی تعلیمات کے پیامبر	ڈاکٹر نعیم مشتاق	70
شیخ الاسلام کی علم الحدیث میں خدمات	ڈاکٹر علی وقار قادری	82
شیخ الاسلام کا تصورِ اجتہاد	ڈاکٹر محمد افضل قادری	99
اسلامی اقتصادیات اور شیخ الاسلام کی فکری خدمات	ڈاکٹر محمد اظہر عباسی	113
اسلاموفوبیا اور شیخ الاسلام کا فکری کردار	علامہ محمد اقبال فانی	127
مصطفوی معاشرہ کی تشکیل: شیخ الاسلام کا ویژن	انجینئر محمد رفیق نجم	134
سوشل میڈیا کا استعمال اور شیخ الاسلام کا نقطہ نظر	عبدالستار منہاجین	145
شیخ الاسلام کی تحقیق وتالیفات	محمد اقبال چشتی	157
فروغِ نعت کی تحریک اور شیخ الاسلام کی عملی کاوش	ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی	162
مراکزِ علم: ایک حیات آفریں تحفہ	علامہ محمود مسعود قادری	167
شیخ الاسلام کی سربراہی میں قائم تعلیمی وفلاحی ادارہ جات	خصوصی رپورٹ	172

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

www.minhaj.info
www.facebook.com/minhajulquran
email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس وسالانہ خریداران)
minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبر شپ/ رفقاء)
smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم — گرافکس: عبدالسلام
خطاطی: محمد اکرم قادری — عکاسی: قاضی محمود الاسلام

قیمت فی شمارہ 60 روپے | سالانہ خریداری 700 روپے

انتباہ! مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ وریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 02930103644000 میزان بینک شالیمار لنک روڈ لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext: 128

حمد باری تعالیٰ

دور ہو یارب! مری بستی سے دورِ ابتلا

ہاتھ خالی ہیں، خدائے روز و شب، محشر کے دن
میرے دامن میں نہیں کچھ عشقِ احمدؐ کے سوا

اپنے ہر بندے کو مولا! ضبط کی توفیق دے
سرکشی پر پھر ہے آمادہ مری جھوٹی انا

رحم فرما میرے حالِ زار پر، میرے خدا
کون دے گا چاند راتوں کی خبر تیرے سوا

مشتعل لمحوں میں دے گا کون حرفِ اعتدال
کون سکھلائے گا خوشبو کو مہکنے کی ادا

کون دے گا علم کے انوار کی چادر مجھے
کون دے گا رزق میں مجھ کو فراوانی سدا

کس طرف جاؤں بتا تُو اے مرے پروردگار
کس کے در پر جا کے رکھوں میں کتابِ التجا

میرا ہر آنسو ندامت کی ردا اوڑھے ہوئے
لمحہ لمحہ کرتا رہتا ہے تری حمد و ثنا

راکھ میں ہم ڈھونڈتے رہتے ہیں چنگاری کوئی
ہم جلا بیٹھے ہیں مقتل میں نصابِ ارتقا

گرتے پڑتے خوف کے جنگل میں آپہنچے ہیں ہم
راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں راستہ سیدھا دکھا

بھول بیٹھے ہیں ترے قرآن کے اسباق کو
موسمِ عشقِ پیمبرؐ میں ہمیں جینا سکھا

کب تلک بارود کے پیرہنوں میں ہم رہیں
دے تُو عہدِ سر برہنہ پر تحفظ کی ردا

ہر کسی کے دامنِ صد چاک میں اترے بہار
کرب کی چادر میں ہے لپٹی ہوئی بادِ صبا

ہو مرے آنگن میں بارش امن کے افکار کی
دور ہو یارب! مری بستی سے دورِ ابتلا

آرزو ہے آپؐ کے نقشِ کفِ پا ہوں نصیب
منتظر آنکھیں مری بھی ہوں رہِ غارِ حرا

امنِ عالم کے سنہری دور کا آغاز ہو
میرے سر سے بوجھ زخمی فاختاؤں کا اٹھا

ساحلِ امید پر اتریں یقیں کے قافلے
ہر کسی کی کشتیوں کو تند موجوں سے بچا

ہر قدم پر موسمِ بے رنگ ہے یارب! محیط
تشنہ لب بنجر زمینوں کو ملے آبِ بقا

یاخدا! آسانیاں، آسانیاں، آسانیاں
ہے بہت ہی تلخ شامِ زندگی کا ذائقہ

میرے پاکستان کے چہرے پہ اترے روشنی
میرے پاکستان کے چہرے سے دھبوں کو مٹا

میری نسلوں کی بھی ہو پہچان توصیفِ رسولؐ
تا ابد گھر میں رہے عشقِ پیمبرؐ کا ہُما

گھر سے باہر یا خدا! بچے نکلتے ہی نہیں
میری گلیوں سے ہوائے جبر کا ہو انخلا

گنبدِ خضرا، مواجہ، مسجدِ نبوی، حرم
میرے اندر بھی ہے قائم شہرِ طیبہ کی فضا

بن کے حرفِ التجا آیا ہوں مَیں تیرے حضور
پیرہن تیرے کرم کا ہو سخنور کو عطا

سجدہ ریزی میرے اشکوں کی بھی ہو یارب! قبول
مخمصے میں مجھ کو رکھتی ہے مری جھوٹی انا

آرزو تھی لے کے آتا میں بھی خورشیدِ سخن
میں ریاضِ بے نوا لایا ہوں مٹی کا دیا

(ریاض حسین چودھریؒ)

''خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن''

علم و عرفان وہ خزانہ ہے جو اللہ رب العزت اپنے چنیدہ بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ علم، ہدایت اور اہلِ تقویٰ کے بارے میں قرآن مجید نے ایک دعا عطا کی ہے کہ اے اللہ ہمیں اُن کے راستے پر چلا جن پر تو نے اپنا انعام کیا ہے، نہ کہ اُن کے راستے پر جو مغضوب اور گمراہ ہیں۔ علم و عرفان کی حامل نابغۂ روزگار ہستیاں نہ صرف اپنے عہد میں علم و شعور، بیداریٔ فکر اور تعمیرِ کردار و اخلاق کا ذریعہ ہوتی ہیں بلکہ اُن کی دینی، علمی، فکری، اجتہادی، فلاحی کاوشیں انہیں حیاتِ جاوداں عطا کرتی ہیں۔ اُن کا علم و فکر آئندہ نسلوں کے لئے ذریعہ راہ نمائی بنا دیا جاتا ہے اور یوں چراغ سے چراغ جلتے رہتے ہیں۔ اہلِ علم کی برکات سے افراد اور اقوام کی سوچوں کے رُخ تبدیل ہو جاتے ہیں، انہی کے علم و فضل کے طفیل سوسائٹی تنگ نظری اور گھٹن سے نجات حاصل کرتی ہے۔ سماجی علوم کے ماہرین معترف ہیں کہ محققین نہ صرف مستقبل کی راہ نمائی کا فریضہ انجام دیتے ہیں بلکہ آئندہ نسلوں تک علم و شعور منتقل کرنا ان کی انسانیت کے لئے گرانقدر خدمت ہے۔ انسانیت کی نمو، بقا اور حفاظت شعور و آگہی کی مرہونِ منت ہے، اہلِ علم افراد کی ذہنی استعداد بڑھاتے، علمی و اخلاقی اقدار اور معاشرتی روایات کی حفاظت کرتے اور اچھے اور برے میں تمیز کرنے کا شعور دیتے ہیں، یہی شعور سماج کو پرامن، خوشحال اور تہذیب یافتہ بناتا اور اعلیٰ انسانی اقدار و روایات سے ہم آہنگ کرتا ہے۔ قرآن مجید نے مساوات کا درس دیا ہے کہ تمام انسان برابر ہیں۔ کسی عربی کو عجمی پر، گورے کو کالے پر، امیر کو غریب پر کوئی سبقت حاصل نہیں، سب برابر ہیں مگر قرآن نے عالم اور جاہل کو برابر قرار نہیں دیا، یہاں تفریق کی گئی ہے، یہ علم کی فضیلت کا دو ٹوک اعلان اور اعتراف ہے۔ وہ ملک اور معاشرے خوش قسمت ہیں جہاں علمی شخصیات پرورش اور نمو پاتی ہیں۔ جو معاشرے اپنے اہلِ علم کی قدر کرتے ہیں وہ ترقی کی اوجِ ثریا کو چھوتے ہیں اور اہلِ علم کی قدر نہ کرنے والے معاشرے کا وجود اگرچہ ختم نہ بھی ہو مگر پھر بھی وہ ایک اپاہج اور لاغر ڈھانچہ کی مانند ضرور ہو جاتا ہے۔

عصرِ حاضر میں اہلِ علم میں سے ایک نمایاں ترین شخصیت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری ہیں، جن کی ہمہ جہتی خدمات کو دیکھتے ہوئے انھیں قافلۂ اہلِ علم کا سرخیل کہنا بالکل بجا ہوگا۔ شیخ الاسلام کو ان چند نابغہ روزگار شخصیات میں شامل کیا جا سکتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی صلاحیتوں، گہری بصیرت اور ہمہ جہت شخصیت سے نوازا۔ ان کی زندگی کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ انہوں

نے اپنی فکر اور نظریات کو تحریری شکل میں پیش کیا اور لاکھوں لوگوں کے لیے ہدایت اور رہنمائی کا ذریعہ بنایا۔ان کی تصانیف کا دائرہ علوم القرآن، علوم الحدیث، سیرتِ نبوی ﷺ، علوم فقہ، تصوف، اخلاقیات، دعوت و تبلیغ اور مکالمہ بین المذاہب جیسے موضوعات تک پھیلا ہوا ہے۔اس کے علاوہ، وہ آئین، جمہوریت، عدل و انصاف، قانون، سیاست، معیشت اور سماجیات جیسے متنوع موضوعات پر بھی منفرد انداز میں اظہار خیال کرتے رہے۔ان کے علمی کارناموں میں ”ترجمہ عرفان القرآن“، ”قرآنی انسائیکلوپیڈیا“ اور ”مجموعہ احادیث“ جیسے شاہکار خاص طور پر نمایاں ہیں، جو ان کی علمی خدمات کا سنہری باب ہیں اور ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔

شیخ الاسلام نے اپنی ہمہ جہتی کاوشوں کے ذریعے موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے جو علمی و فکری خدمات انجام دی ہیں، وہ رہتی دنیا تک تشنگانِ علم کی پیاس بجھاتی رہیں گی۔ایک طرف شیخ الاسلام نے نہایت عمدگی اور خوبصورتی کے ساتھ اپنی تحقیقات، تصنیفات، تالیفات اور خطابات کے ذریعے دینِ اسلام کی تعلیمات کو علمی و فکری سطح پر اُجاگر کیا اور دوسری طرف آج کے دور کے منکرینِ قرآن و حدیث کا شافی علاج اور رد کیا۔ اُن کی یہ کاوشیں، عقائد و ایمانیات کے باب میں مشعلِ راہ ہیں۔ فی زمانہ شیخ الاسلام حقیقی مصطفوی میزان کے تحت دینی اُمور میں بہ فضلِ ایزدی اُمت کے لئے راہ نمائی کا فریضہ انجام دیتے چلے جا رہے ہیں۔آپ نے قانون سازی، قرآن و سنت کے احکام کی تعبیرِ نو، تجدیدِ دین اور احیائے اسلام کے باب میں عالمی سطح پر حقیقی تعلیماتِ اسلام کے فروغ میں کلیدی کردار ادا کیا۔

جب بھی اُمت کسی بڑے ایمانی، اعتقادی، فکری فتنے سے دوچار ہوتی ہے تو وارثانِ علوم الانبیاء، اہلِ علم و عرفان ہستیوں نے بہ توفیقِ ایزدی ان فتنوں کا سر کچلا اور اُمت کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کے سفر پر گامزن کیا۔ فتنۂ معتزلہ کے زمانے میں امام احمد بن حنبلؒ نے اسلامی عقائد کی حفاظت کی، امام ابو حنیفہؒ اور بعد میں آنے والے محدثین، مفسرین، مورخین نے قرآن کو سلطان کی خواہش کے تابع نہ ہونے دیا، برصغیر پاک و ہند میں حضرت مجدد الف ثانیؒ دینِ اکبری کے راستے کی آہنی دیوار بنے اور اسلامی عقائد و تعلیمات کو کسی شہنشاہ کی خواہشات کا غلاف نہیں بننے دیا۔ یہ فہرست بڑی طویل ہے۔فی زمانہ بھی اسلام اور اُس کی تعلیمات پر حملے کم نہیں ہوئے بلکہ اُن میں شدت آئی ہے۔جب مال و زر اور ابلاغی تیغ و تفنگ سے لیس مغربی دنیا نے اسلام کے چہرے پر دہشت گردی اور انتہا پسندی کا لیبل چسپاں کرنے کی شعوری کوشش کی تو شیخ الاسلام میدانِ عمل میں اُترے اور ہزارہا کلومیٹر کا سفر طے کر کے ملک ملک، شہر شہر گئے اور ببانگ دہل اسلام کو انتہا پسندی سے جوڑنے والی سوچ کو چیلنج کیا اور پھر دلائل و براہین سے ثابت کیا کہ اسلام انتہا پسند نہیں بلکہ امن کا سب سے بڑا داعی الوہی دین ہے۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے اور یورپ میں بسنے والے متعدد دانشور اور سکالرز اس بات کا برملا اظہار کر چکے ہیں کہ نائن الیون کے بعد ہم مسلمانوں کے لئے برطانیہ اور دیگر یورپی ممالک میں آزادانہ گھومنا پھرنا مشکل ہو گیا تو اُس وقت شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری نے بڑی جرأت مندی کے ساتھ عوامی سطح پر اسلام کا مقدمہ لڑا اور دیارِ غیر میں آباد مسلمانوں کو سر اٹھا کر چلنے اور جینے کا اعتماد دیا۔ انھوں نے اپنے مضبوط دلائل کے ذریعہ اسلام کے رخِ روشن پر پڑنے والی گرد و غبار کو حقیقی معنی میں دور کیا۔ شیخ الاسلام نے قرآن وسُنت کا یہ مضبوط بیانیہ پیش کیا کہ اسلام کسی انسان کی ناحق جان لینے والا نہیں بلکہ بے گناہ انسان کی جان بچانے والی تعلیمات واحکامات سے مرصع ومزین ہے۔ قرآن وسُنت کی اس امن فلاسفی کے احیاء پر انسانیت کے دشمنوں کی طرف سے آپ پر جان لیوا حملوں کے منصوبے بھی بنے، آپ کی نقل و حمل کو محدود کرنے کی کوششیں کی گئیں مگر الحمدللہ حُسینی فکر و شجاعت کے علمبردار شیخ الاسلام نہ ڈرے، نہ جھکے اور نہ سچ پر کوئی آنچ آنے دی اور آج دنیا اسلام کے پُرامن تشخص کی قائل ہے اور دنیا میں احترامِ مذاہب کے دن منائے جا رہے ہیں۔

تعلیمی اور فلاحی میدان میں شیخ الاسلام نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ وہ کام جو حکومتوں کے کرنے کے تھے، وہ کام آپ نے انجام دے کر نہ صرف لاکھوں خاندانوں کے لئے آسانیاں مہیا کیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ معاصرین کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ شیخ الاسلام نے ایک طرف پسماندہ اضلاع کے لاکھوں خاندانوں کے بیٹوں اور بیٹیوں پر اعلیٰ اور بامقصد تعلیم کے دروازے کھولے اور دوسری طرف متعدد فلاحی منصوبہ جات کے ذریعے پسماندہ علاقوں میں رہنے والوں کو سہولتیں پہنچانے کی بھی کاوشیں کیں۔ جب بھی پبلک سیکٹر سے غیر جانبدار محقق شرح خواندگی اور فلاحِ عامہ کے حوالے سے پرائیویٹ سیکٹر کے کردار اور شیئر پر غیر جانبدارانہ سروے کرے گا تو اُسے منہاج القرآن کا کردار نمایاں نظر آئے گا۔ شیخ الاسلام نے اپنی زندگی کے ہر لمحے کو نوجوانوں کے کردار و اخلاق کی تعمیر، ویمن امپاورمنٹ، بین المذاہب رواداری، بین المسالک ہم آہنگی، فروغِ علم و امن، خدمتِ انسانیت اور خدمتِ دین کے لئے وقف کر رکھا ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ اپنی 74 ویں سالگرہ منا رہے ہیں۔ دنیا بھر سے علم کے قدردان اُن کے لئے صحت و سلامتی والی لمبی زندگی کی دعاؤں کے تحفے ارسال کر رہے ہیں۔ بلاشبہ شیخ الاسلام رواں صدی کے وہ نابغۂ عصر ہیں جنہوں نے شجرِ علم و عرفان کی ہر شاخ کی تزئینِ نو کی ہے۔ ماہنامہ منہاج القرآن اپنے ہزارہا قارئین کی ترجمانی کرتے ہوئے شیخ الاسلام کی صحت و تندرستی والی لمبی عمر کے لئے دعاگو ہے۔ اللہ رب العزت ان کے سایہ کو ہمارے اور اُمہ کے سر پر قائم و دائم رکھے اور وہ اسی آب و تاب اور شان و شوکت کے ساتھ خدمتِ دین کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں۔ (چیف ایڈیٹر: نوراللہ صدیقی)

فیضانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امین قیادت

ڈاکٹر نعیم انور نعمانی

جب ہم لفظِ قیادت پر غور و فکر کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ لفظ ''القود'' سے مشتق ہے، جس کا معنی ہی چلنا اور چلانا ہے۔ قوم کو متحرک و فعال کرنا اور اسے ہر سو اور ہر شعبہ میں تحرک دینا ہے۔ قیادت کسی اجتماعی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے افراد اور قوم کو متحرک کرنے کے وصف کا نام ہے۔ وصفِ قیادت کے ذریعے ایک قائد مشترکہ مقصد کو حاصل کرنے کے لیے افرادِ قوم کو فعال اور متحرک کرتا ہے۔

قیادت میں قوم اور افراد کے معاملات کو سدھارنے اور بہتر کرنے کا تصور انھیں شاہراہِ حیات پر کامیابی کے ساتھ چلانے کا خیال و فکر پایا جاتا ہے۔ قائد وہ شخص ہوتا ہے جو قوم کو ایک واضح ہدف اور ایک روشن خاکہ و منصوبہ دیتا ہے۔ قائد اور لیڈر ساری قوم کے لیے ایک رول ماڈل ہوتا ہے۔۔۔ وہ اپنی قوم کو ہر ہر جہت پر راہنمائی دیتا اور ناموافق ماحول کو اپنے کردار کے ذریعے موافق بناتا ہے۔۔۔ لیڈر حوصلے کا نام ہے، مشکل ترین حالات میں بھی اس کا حوصلہ نارمل حالات کی طرح ہوتا ہے۔۔۔ وہ کبھی اپنے مقصد کے حصول پر سمجھوتہ نہیں کرتا اور نہ کبھی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر اپنے آپ کو فہمِ کل سمجھتا ہے بلکہ حالات کی نزاکت کو مسلسل پرکھتا رہتا ہے اور اس کے مطابق ہی صائب فیصلے کرتا ہے۔

قیادت اپنے اہداف کے حصول کے لیے ایک وژن رکھتی ہے اور اس راستے میں پیش آنے والی مشکلات اور آنے والے مسائل کا ایک واضح حل اپنے سامنے ہر وقت رکھتی ہے۔ لیڈر ایک دبنگ شخصیت کا مالک ہوتا ہے، وہ کسی سے ڈرتا اور خوفزدہ نہیں ہوتا۔۔۔ اس کا اعتماد دوسروں کے لیے قابلِ رشک ہوتا ہے اور وہ دوسروں کے ساتھ چلنے والا اور دوسروں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے انھیں اپنے ساتھ چلانے والا ڈیموکریٹک راہنما ہوتا ہے۔۔۔ لیڈر خود اعتمادی کا پیکر ہوتا ہے۔۔۔ اس کے اندر بے پناہ تخلیقی و اختراعی صلاحیتیں ہوتی ہیں اور وہ سخت سے سخت بحران میں بھی اپنے ہوش و حواس پر قابو رکھتا ہے اور اپنی خداداد صلاحیتوں کے بل بوتے پر ان بحرانوں پر قابو پالیتا ہے۔۔۔ وہ کسی بھی ردِ عمل میں بڑا ہی ذی فہم اور صاحبِ بصیرت ثابت ہوتا ہے۔۔۔ وہ معاشرتی تبدیلیوں کو کھلے ذہن کے ساتھ دیکھتا ہے اور اپنے معاشرے کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر چلتا ہے اور تخلیقی صلاحیت اور جدت طرازی کی ہمیشہ حمایت کرتا ہے۔

لیڈر ہر لمحہ متحرک و چست ہوتا ہے اور ہمیشہ دوسروں میں مسلسل ترغیب و تحریک پیدا کرتا رہتا ہے۔۔۔ لیڈر اپنے کام کو اپنی پہچان بناتا ہے۔۔۔ مخلص لیڈر اپنے مقصد کے سامنے ذاتی معاملات، ذاتی مفادات اور ذاتی تعلقات کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا۔

قیادت کو ہمیشہ اس کی کامیابیوں اور اس کے اہداف کے حصول کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے۔ اسی لیے قیادت کی تعریف ہی یہ کی گئی ہے:

فالقیادۃ دائماً عبارۃ عن نتیجۃ۔

قیادت کو ہمیشہ اس کے اہداف اور نتائج کے حوالے سے دیکھا جاتا ہے۔

القیادۃ ھی السبق والتقدم لارتیاد الافضل۔

قیادت ہمیشہ افضل چیز کے حصول کے لیے مسلسل آگے بڑھنے کا نام ہے۔

ھی القدرۃ علی التاثیر علی الاخرین و توجیہ سلوکھم لتحقیق اھداف مشترکۃ۔

قیادت سے مراد وہ انسانی وصف ہے جو دوسرے انسانوں کو متاثر کرتا ہے اور انھیں مشترکہ مقاصد کے حصول کے لیے سرگرم رکھتا ہے۔

بلاشبہ صفاتِ قیادت میں صحتِ فکر، مشاورت، مساوات اور عدل پروری نمایاں اوصاف ہیں۔ قیادت ہمیشہ مستقل مزاج اور اپنے مقصد و منزل کے ساتھ Committed ہوتی ہے۔۔۔ قیادت اپنی تمام تر ذمہ داریوں اور اپنے تمام اعمال میں ہر حال میں شفافیت کو برقرار رکھتی ہے۔۔۔ قیادت اپنی مضبوط شخصیت، دلکشی، علمی پختگی اور اپنی منفرد صلاحیتوں کی وجہ سے ایک کرشماتی شخصیت ہوتی ہے۔

فیضانِ مصطفی ﷺ کی امین قیادت

بلاشبہ اس کائنات انسانی میں وہ ذات جس پر لفظِ قیادت بھی ناز کرتا ہے اور جس کے دم قدم سے دنیا میں لاکھوں انسان منصبِ قیادت پر فائز ہوئے ہیں اور جن کی سیرت و کردار آج بھی لاکھوں انسانوں کو صفاتِ قیادت کی ترغیب و تحریک ایک حاضر و موجود ذات کی طرح دے رہی ہے اور جن کی صفاتِ حسنہ اور اخلاقِ عالیہ سے دنیا بھر کی قیادتیں اکتسابِ فیض کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ بابرکات ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی صفاتِ قیادت سے ہر دور کی قیادت نے اپنے اپنے زمانے کے مطابق فیض حاصل کیا ہے۔ مذکورہ صفاتِ قیادت کو عصرِ حاضر کی قیادتوں میں اگر تلاش کیا جائے تو ساری کی ساری صفاتِ قیادت اگر کسی ذات و شخصیت میں اس دور میں مجتمع نظر آتی ہیں تو وہ عظیم المرتبت شخصیت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی ہے۔ ہر صفت کو جب ہم انطباقی اور عملی تناظر میں ان کی شخصیت میں دیکھتے ہیں تو وہ صفتِ قیادت شیخ الاسلام کی شخصیت میں اطاعت و اتباعِ رسالت ﷺ کے جذبۂ فنائیت کی بناپر اپنے کمال پر نظر آتی ہے۔ عصرِ حاضر میں شیخ الاسلام کی قیادت پر رسول اللہ ﷺ کی قیادت کے کون کون سے رنگ غالب ہیں، زیرِ نظر تحریر میں اس امر کا ایک جائزہ پیش کیا جارہا ہے:

(۱) معلمِ انسانیت ﷺ کا فیض

رسول اللہ ﷺ کو باری تعالیٰ نے ساری کائناتِ انسانی کا معلم بنایا ہے۔ آپ ﷺ نے انسانی لبادوں میں نظر آنے والے حیوانِ ناطق میں انسانیت کو پیدا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے ہر ماننے والے کو حصولِ علم کی خوب ترغیب دی ہے۔ حتیٰ کہ تحصیلِ علم کو ہر مسلمان مرد و عورت کا فرضِ حیات قرار دیا ہے اور اپنے اوپر نازل ہونے والی کتاب قرآن حکیم کا پہلا درس ہی علم حاصل کرنے اور علم کے فروغ کا دیا ہے۔ بلاشبہ ساری دنیا میں آج جتنی بھی ترقی اور روشنی ہے، وہ ساری کی ساری رسول اللہ ﷺ کی بپا کردہ اسی تحریکِ علم کی وجہ سے ہے۔ آپ کی شانِ علم کا ذکر کرتے ہوئے قرآن بیان کرتا ہے:

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔ (النساء، ۴: ۱۱۳)

”اور اس نے آپ کو وہ سب علم عطا کر دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے۔“

رسول اللہ ﷺ کی ذات اللہ کے حضور متعلم تھی اور آپ ﷺ کا معلم خود باری تعالیٰ تھا۔ لفظ علمك اسی حقیقت کو واضح کرتا ہے۔ دنیوی تعلیم قوتِ شنوائی اور قوتِ بینائی کے ذریعے دی جاتی ہے اور پھر جو علم انسانی حواس میں قرار پکڑ لیتا ہے، وہی انسانی علم بنتا ہے جبکہ باری تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو

تعلیم بذریعہ قلب عطا کرتا ہے۔ انزلہ علی قلبک۔ اس بناپر اللہ کی تعلیم دینے میں اور بندے کی تعلیم دینے میں بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ رب کے علم دینے کی شان یہ ہے:

سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنۡسٰۤى۔ (الاعلیٰ، ۸۷: ۶)

"(اے حبیبِ مکرّم!) ہم آپ کو خود (ایسا) پڑھائیں گے کہ آپ (کبھی) نہیں بھولیں گے۔"

تعلیمِ ربانی میں کوئی نسیان نہیں پایا جاتا ہے جبکہ تعلیم انسانی نسیان سے پاک نہیں ہے۔

پہلی وحی کی صورت میں اترنے والی سورۃ العلق کی ابتدائی آیات رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کا پہلا سبق ہیں۔ ارشاد فرمایا:

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ۔ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ۔

"(اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا۔اس نے انسان کو (رحمِ مادر میں) جونک کی طرح معلق وجود سے پیدا کیا۔"

قابلِ غور امر یہ ہے کہ جب تعلیم کی ابتداء کا پہلا سبق ہی تخلیقِ انسان کی حقیقت سے پردہ اٹھا رہا ہو تو اس تعلیم کی انتہا کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ بلاشبہ آپ ﷺ کی تعلیم کا پہلا مسئلہ ہی انتہائی اعلیٰ ہے اور یہ آج تک منتہی فلاسفر کے لیے بھی باعثِ حیرت بنا ہوا ہے۔

> قیادت میں قوم اور افراد کے معاملات کو سدھارنے، اُنہیں بہتر کرنے کا تصور اور اُنہیں شاہراہ حیات پر کامیابی کیساتھ چلانے کی فکر پائی جاتی ہے

رسول اللہ ﷺ کی قیادت کے اسی وصف تعلیم و تعلّم کو ہر زمانے میں ہر قائد نے اپنے اندر جاگزیں کیا ہے۔ عصرِ حاضر میں شیخ الاسلام نے اس وصفِ علم کی تحصیل میں عرب و عجم کے سفر کیے اور اپنے زمانۂ تحصیلِ علم میں ہر قدآور اور نامور شخصیت کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ہے، جن کے اسماء مبارکہ شیخ الاسلام کی سندِ حدیث میں محفوظ ہیں۔ ان سب سے تحصیلِ علم کے بعد خود کو سب سے پہلے تعلیم و تعلّم کے اسی وصف میں مکمل طاق کیا ہے اور پھر اپنے اس وصف کا اظہارِ اول قومی اداروں میں درجہ اول کی یونیورسٹی پنجاب یونیورسٹی کو اپنا ہدف بنایا۔

یہاں آپ کو چشمہ؛ انما بعثت معلما سے وہ فیضِ جاوداں ملا کہ آپ نے نہ صرف پنجاب یونیورسٹی کے طلبہ و طالبات کو پڑھایا بلکہ چند ہی سالوں کے بعد ٹی وی سکرین کے ذریعے پوری قوم آپ کے سامنے متعلم تھی۔ آپ ساری قوم کے ایسے معلم تھے کہ ہر کوئی آپ کو ایسے ہی سنتا تھا جیسا یونیورسٹی کے طلبہ و طالبات اپنے استاد کا لیکچر ہر حال میں سننا اپنا فرض جانتے تھے۔ فہم القرآن پروگرام نے نہ صرف شیخ الاسلام کو پاکستانی قوم کا معلم بنایا بلکہ یہی سکرین دنیا بھر کے لوگوں کے لیے آپ سے تحصیلِ علم کا ذریعہ بن گئی۔ اس لیے کہ آپ کا علم زمانے کے علم کے تقاضوں کو پورا کرتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت کے وصفِ تعلیم و تعلم کو ہر زمانے میں ہر قائد نے اپنے اندر جاگزیں کیا اور اپنی اہلیت کا پیمانہ بنایا

آپ کی آواز کو ہر کوئی علم کی آواز جانتا تھا اور ہر کوئی اس آواز کو سننے کے بعد خود کو اس آواز کا اسیر بنالیتا تھا۔ اسی سبب یہ آواز دنیا کے ہر کونے میں گونجنے لگی۔ اس طرح آپ معلمِ یونیورسٹی سے معلمِ عصر کے منصب پر فائز ہوگئے۔ اس نئے منصب اور اس کی وسعت اور اس کے تقاضوں کے مطابق آپ نے یونیورسٹی کی معلمیت کو تقریباً دس سال سے زائد عرصہ تک نبھایا اور پھر آپ مستقل معلمِ عصر کی ذمہ داری کی طرف منتقل ہوگئے اور زمانے کے لوگوں کو دین اس طرح پڑھایا جو منشا الٰہی اور منشار سول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آئینہ داری کرتا ہے اور اس طرح لوگوں کو دین سکھایا جو کہ فیضانِ نبوت کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔

آج بھی پوری دنیا میں اسلام کی نظریاتی سرحدوں پر جب بھی دشمن کا حملہ ہوتا ہے تو آپ صفِ اول میں دکھائی دیتے ہیں اور اس لشکر کے سب لشکریوں کی قیادت اور سیادت کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

(۲) ''الکوثر'' کے فیض کے امین

قیادت کے منصب پر فائز ہونے والی ذات و شخصیت کے لیے لازم ہے کہ وہ جامع الصفات ہو۔۔۔ وہ اپنی ہر صفت کو بلندی دے اور اپنی ہر عادت کو رفعت دے۔۔۔ وہ اپنے ہر رویے کو قابلِ ستائش بنائے۔۔۔ اپنے ہر عمل کو قابلِ تقلید بنائے۔۔۔ وہ اپنی ہر نشست کو یادگار بنائے۔۔۔ اپنے ہر قول کو حوالہ بنائے۔۔۔ وہ اپنے ہر خلق کو خلقِ عظیم کا آئینہ دار بنائے۔ یہ وصفِ قیادت اس کو میسر آسکتا ہے جس کی زمینِ سیرت میں چشمۂ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آبِ فیض جاری ہو جائے۔ پھر اس زمینِ سیرت

میں جو بھی فصلِ خلق اور جو بھی فصلِ عمل اُگے گی، وہ یقیناً اس چشمہ ٔ سیرت کے اثرات کو اپنے اندر جذب کرے گی اور ظاہر کرے گی۔ اس لیے کہ اس چشمہ ٔ سیرت کے تاجدار کا تعارف ہی ہر ہر وصفِ قیادت میں الکوثر ہے۔

''الکوثر'' کا لفظ ہر وصف میں فراوانی کو ظاہر کرتا ہے۔ کوثر کا معنی ھوالخیر الکثیر ہے۔ قیادت عادت و خصلت پر مدار رکھتی ہے اور عادت و خصلت ہی کا نام خلق ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے خلقِ کثیر اور خلقِ رفیع کو باری تعالیٰ نے قرآن میں خلقِ عظیم قرار دے کر خلق میں بھی آپ ﷺ کی شانِ کوثر کو بیان کیا ہے۔ ارشاد فرمایا: وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ۔ (القلم، ۶۸: ۴)

''اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں (یعنی آدابِ قرآنی سے مزّین اور اَخلاقِ اِلٰہیہ سے متّصف ہیں)۔''

اب ہر وہ قائد جو خلقِ عظیم کی حامل ذات کے ساتھ اپنے تعلق کو اخلاص کے ساتھ قائم کرے گا، وہ ہی اس وصف خلقِ عظیم سے الکوثر والا فیض پائے گا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا قول و فعل، ان کا رویہ و کردار اور ان کا عملِ حیات ہمیشہ اطاعتِ رسول اور اتباعِ رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھلتا رہا ہے۔ وہ اپنے قول، فعل اور اپنے حال پر اس کا پہرہ دیتے رہے ہیں۔ انھوں نے ہمیشہ اپنے قول کو قولِ رسول ﷺ کی روشنی دی ہے۔۔۔ انھوں نے دائماً اپنے فعل کو فعلِ رسول ﷺ سے منور و تاباں کیا ہے۔۔۔ انھوں نے بالاستمرار اپنے حال کو حالِ رسول ﷺ سے مزین کیا ہے۔۔۔ انھوں نے اپنی جلوت اور خلوت کو یکسانیت دی ہے۔۔۔ انھوں نے نقوشِ سیرت میں اپنی حیات کی روشن راہیں تلاش کی ہیں اور اس امر پر رؤیت عام اور رؤیت خاص گواہ و شاہد ہے۔ یقیناً محبت و اطاعتِ رسول ﷺ کی اسی فنائیت نے ان میں رسول اللہ ﷺ کی شان الکوثر کا فیض جاری کر دیا ہے۔ ان کے قلم کا تنوع اور ان کی زبان کا ہر موضوع کا احاطہ کرنا۔۔۔ ہر علم پر اُن کی دسترس کا ہونا۔۔۔ ہر مجلس میں ان کا شمعِ محفل ہو جانا۔۔۔ ہر جلیس کے دل میں اِن کا اتر جانا۔۔۔ ہر ایک کو اپنا کر لینا۔۔۔ ہر علم کی وادی کو سر کر لینا۔۔۔ ہر وصفِ جمیل میں بحرِ بے کنار ہو جانا۔۔۔ یہ سب شیخ الاسلام کی ذات میں ایک بحر الکوثر کے جاری ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔

(۳) حکمت و بصیرتِ نبوی ﷺ کا فیض

منصبِ قیادت پر فائز ہونا جہاں ایک بہت بڑا اعزاز ہے وہاں یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری بھی ہے۔ اگر تقاضائے ذمہ داری اور حقِ ذمہ داری ادا نہ کیا جائے تو یہ انسانی عزت کو ذلت میں بدل دیتا ہے، انسانی رفعت کو پستی دے دیتا ہے اور انسانی عظمت کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ یہ منصب اپنے قول، فعل

اور خلق کو حکمت آشنا کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ حکمت وہ سوچ ہے جس تک عام انسانوں کی رسائی آسانی سے نہیں ہوتی۔ حکمت، حکم شارع کی علت کی طرح ہے۔ علت کی طرح حکمت بھی اپنے اظہار میں عام انسانی عقول کی سطح پر زیادہ تر پوشیدہ ہی ہوتی ہے۔ حکمت اپنے اظہار کے وقت اپنی عظمت لوگوں سے خود منوا لیتی ہے۔ اسی بناپر قرآن نے حکمت کو خیرِ کثیر قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ (البقرہ، ۲: ۲۶۹)

”اور جسے (حکمت و) دانائی عطا کی گئی اسے بہت بڑی بھلائی نصیب ہوگئی۔“

حکمت و بصیرت وہ عنصر ہے جو قیادت میں فضائلِ محمودہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یہی حکمت قیادت میں محاسنِ کثیرہ کا اظہار کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ کیا جائے تو قدم قدم پر حکمت و بصیرت کے چراغ روشن دکھائی دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں معاہدہ حلف الفضول میں شرکت، حجرِ اسود کی تنصیب کے وقت ردِ عمل، مکی زندگی کے 13 سالوں میں صبر و برداشت کا اظہار، ہجرتِ مدینہ، مواخاتِ مدینہ، میثاقِ مدینہ، معاہداتِ قبائل، صلح حدیبیہ، جملہ غزوات اور ان کے دوران بروئے کار لائے جانے والے اقدامات، سلاطینِ وقت کو لکھے جانے والے خطوط اور فتح مکہ کے واقعات حکمت و بصیرتِ نبوی ﷺ کے عظیم مظاہر ہیں۔

قیادت اہداف کا تعین اور حصول کا غیر مبہم ویژن رکھتی ہے، قیادت منزل تک پہنچنے کی جدوجہد اور مشکلات کے حل سے بہرہ ور ہوتی ہے

رسول اللہ ﷺ کو بطور خاص جو احکامِ شریعت عطا کیے گئے ان کی علل و حکم کو بھی آپ ﷺ پر ظاہر کیا گیا اور ہر حکمِ شریعت کو ایک خاص علت و حکمت پر قائم کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمودات میں حکمت و علت کا یہی سبب تھا۔ رسول اللہ ﷺ سے قبل شرائع میں حکم کی تعمیل کو علامتِ اطاعت اور عدمِ تعمیل کو نشانِ طغیان سمجھا گیا۔ یوں حکم ماننے کو فرمانبرداری شمار کیا گیا اور حکم نہ ماننے کو نافرمانی تصور کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہر حکمِ شریعت کی علت و حکمت سے امت کو اپنی سنت کے ذریعے آگاہ کیا یہی آپ ﷺ کی خصوصیت اور آپ ﷺ کی فضیلتِ قیادت کا اظہار اور ثبوت ہے۔

اب ہر زمانے کی لیڈر شپ اگر اپنے تمام تر امور میں حکمت و دانائی کو شامل رکھے گی تو اس کی قیادت

لوگوں کے دلوں میں مضبوط و مستحکم رہے گی اور اس کے اثرات جلد یابدیر ہر کس و ناکس پر ظاہر ہو جائیں گے اور ہو جاتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں اس چشمہ سیرت اور قیادت کے اس مخزن سے حکمت و دانائی کو اپنے دامن میں جس شخصیت نے بہت زیادہ جمع کیا ہے، وہ ذات و شخصیت شیخ الاسلام کی صورت میں ہمیں نظر آتی ہے۔ تحریک کے روزِ اول سے ہی اس کے ہر قدم کو حکمتِ نبوی پر استوار کیا گیا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ حکمتِ نبوی کا یہ فیض شیخ الاسلام کی ذات و شخصیت سے بے پایاں ظاہر ہوتا گیا۔

تحریک کے پیغام کو عصرِ حاضر میں کس موئثر ترین ابلاغ اور ذریعہ ابلاغ کے ذریعے پہنچانا ہے۔۔۔ جماعت سازی کو کیسے اور کس طرح اثر انگیز بنانا ہے۔۔۔ تحریکی پیغام کی فروغ پذیری کے لیے کون کون سے مناہج و اسالیب کو اختیار کرنا ہے۔۔۔ کیسے قریے اور نگر میں کس طرح کا چراغ جلانا ہے۔۔۔ مقبولیت کے بعد مخالفت اور عداوت کی آندھیاں اٹھیں، حسد و کینہ کے طوفان بپا ہوں تو کیسے اور کس طرح کا ردِ عمل دینا ہے۔۔۔ رد عمل کس وقت دینا ہے اور کس اسلوب سے دینا ہے۔۔۔ اس رد عمل کے لیے الفاظ و کلمات کا چناؤ کیسا اور کونسا کرنا ہے۔۔۔ ردِ عمل کو کس حد تک محدود کرنا اور کس پر حکمِ سکوت وارد کرنا ہے۔۔۔؟ ان سب کا فیصلہ قیادتِ عصر اپنی دانش و حکمت سے کرتی ہے اور اس تناظر میں شیخ الاسلام نے تحریک کی موافقت اور مخالفت پر ردِ عمل فطرتی اسلوب میں بے پناہ حکمت کے ساتھ دیا ہے۔

لیڈر ہمیشہ دوسروں میں مسلسل ترغیب و تحریک پیدا کرتا ہے، اپنے کام کو اپنی پہچان بناتا ہے، لیڈر کو اہداف و نتائج کے تناظر میں دیکھا اور پرکھا جاتا ہے

اسی حکمت نے تحریک کو ہمیشہ بڑے بڑے طوفانوں اور بڑی بڑی طغیانی موجوں سے محفوظ کر رکھا ہے۔ یوں مسلسل قدم قدم پر یہ احساس جاگزیں ہوتا ہے کہ تحریک کی ناؤ لگاتار اور مسلسل اور ہر لحظہ حکمتِ نبوی ﷺ کے کھلے بحر میں چل رہی ہے۔ اس کی حفاظت میں غیر مرئی دستِ حکمت کارفرما ہے، جو مسلسل اسے اپنی حفاظت میں لیے ہوئے ہے۔ اگر کوئی طغیانی موج اس سے ٹکرائی بھی ہے تو تحریک کی رفتار میں ممکن ہے کوئی معمولی سا فرق پڑا ہو مگر وہ تحریکی سفر رکا نہیں۔ اس طغیانی کے تھمنے کے بعد تحریک پھر اپنی پہلی حالت کی طرح منزل کی طرف رواں دواں اور تیزی کے ساتھ جاری و ساری ہو گئی۔

تحریک منہاج القرآن کی 44 سال کی تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ تحریک کا مذہبی، تبلیغی اور دعوتی فیز اپنے اندر اپنی نوعیت کے بے شمار چیلنجز لیے ہوئے تھا۔ ہر روز ایک نیا حملہ آور سامنے آتا تھا۔ اس کی زبان و بیان پہلے حملے سے بھی سخت ہوتی تھی اور اس دعوتی و تبلیغی فیز کا بھی ہر دن ایک نئی خیر اور ایک نئی شر کے ساتھ طلوع ہوتا تھا مگر تحریک کی ناؤ مسلسل الوہی پناہ اور نبوی فیضان کی بناء پر اور حکمت و دانائی کے چشموں سے سیر ابی کی وجہ سے ہمیشہ حفاظت میں رہی ہے۔

اس تبلیغی و دعوتی فیز کے بعد تحریک کا اصلاحی اور انقلابی فیز شروع ہوتا ہے۔ اس فیز کے بھی اپنے انتہائی خطرناک چیلنجز تھے۔ اس فیز کا دشمن بھی پہلے فیز کے دشمن سے کم نہ تھا بلکہ اس سے کئی درجے بڑھ کر خطرناک و خوفناک اور طاقت و قوت کی وجہ سے ہولناک تھا۔ پہلے فیز کا دشمن ایمان پر حملہ آور تھا اور دوسرے فیز کا دشمن جان پر حملہ آور تھا۔ دونوں دشمنوں سے بچنا تحریک کی حیات و بقا کے لیے ضروری تھا۔ یقیناً اس بچاؤ اور حفاظت کا اہتمام چشمۂ حکمت سے مکمل فیضیابی کے بغیر ممکن نہ تھا۔ یہ موضوع بہت وسیع ہے، طوالت کا اندیشہ ہے، سرِ دست موضوع کے لیے اتنا بیان ہی کافی و شافی ہے۔ البتہ اتنی بات ضروری ہے کہ حکمتِ نبوی کا فیضان، عصرِ حاضر میں منہاج القرآن ہے اور اس حکمتِ نبوی کی عملی برہان کا عنوان قیادتِ عصر اور نابغہ عصر شیخ الاسلام ہے۔

(۴) ''اَللھمّ اُمَّتِیْ'' کا فیض

قیادت کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے لیے نہ جییں بلکہ ان کا جینا مرنا دوسرے لوگوں کے لیے ہو۔ ان کے جینے سے دوسرے لوگوں کے لیے جینا ممکن ہو۔۔۔ ان کی سانسوں سے دوسرے لوگوں کی سانسیں قائم ہوں۔۔۔ ان کا وجود دوسروں کے لیے سراسر رحمت اور باعثِ منفعت ہو۔ اسی وصف کی حامل قیادت کو قیادتِ عصر کہتے ہیں۔ قیادت اپنے ذاتی غم کھانے اور اپنے ہی غموں میں گھلنے کا نام نہیں ہے بلکہ دوسروں کے غموں، دکھوں اور مصیبتوں کو دور کرنے کا نام ہے۔ دوسرے لوگوں کی حاجات اور ضروریات کو پورا کرنے کا نام قیادت ہے۔ اپنے لیے جینا تو ہر کسی کو آتا ہے مگر انسانیت کا کمال اور قیادت کا حسن و جمال دوسروں کے لیے جینا ہے اور ان کے جینے کو پرآسائش اور آسان و سہل بنانا ہے۔ یہ کام اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک قیادت کو دوسروں کا درد نہ ہو اور دوسروں کی خیر خواہی مقصود نہ ہو۔

اس بناء پر قیادت کے اس امتیازی وصف کو دنیا کے عظیم قائد اور بے نظیر رہبر اور بے مثل راہنما کے اسوہ و قدوہ میں شامل کرتے ہوئے قرآن مجید (الاعراف: ۱۵۷) اس کا ذکر یوں کرتا ہے:

وَيَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِىۡ كَانَتۡ عَلَيۡهِمۡ‌ؕ

''اور اُن سے اُن کے بارِ گراں اور طوقِ (قیود) - جو اُن پر (نافرمانیوں کے باعث

مسلّط) تھے، ان کو دور ہٹاتے ہیں۔''

یہ آیہ کریمہ واضح کرتی ہے لوگوں کو بھاری بوجھوں نے دبا رکھا تھا اور اُن کے ہاتھ پاؤں زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قیادت کے ذریعے لوگوں کو ان ناروا بندشوں، ستم آشنا قیدوں، ظالمانہ زنجیروں اور دلخراش بندھنوں سے آزاد کرایا۔ اس لیے باری تعالیٰ نے سارے انسانوں کا اور سب زمانوں کا آپ کو قائد اور رہنما بنا کر بھیجا ہے۔

آپ ﷺ کے سامنے مکہ کے رہنے والے کفار و مشرکین، مدینہ میں رہنے والے یہود اور اوس و خزرج کے قبائل اصر و اغلال میں مبتلا تھے۔ یہ لوگ افعالِ قبیحہ اور اخلاقِ رذیلہ کے اسیر تھے۔ ان میں انسانیت کے جذبے کا فقدان تھا۔ توہمات کا راج تھا، انسان انسانوں کے غلام تھے، خواتین کی قدر و منزلت نہ تھی، غیر اللہ کی عبادت کی جاتی تھی، بتوں کے نام قربانیاں دی جاتی تھیں، جذبہ انتقام اور کینہ کو اچھا سمجھا جاتا تھا، فواحش اور قبائح کا معاشرے میں رواج تھا، حسب و نسب پر فخر کا اظہار کیا جاتا تھا، دوسرے قبائل کو رذیل و حقیر سمجھا جاتا تھا، باہمی عداوت اور منافرت عام تھی، خاندانی رسوم قانون و مذہب سے بڑھ کر حاکم تھیں، حریت رائے پر رسوم کا غلبہ تھا، دشمن قبیلے کو نیست و نابود کرنے کے لیے طرح طرح کی سازشیں کی جاتی تھیں۔

> قیادت کے منصب پر فائز ہونے والی شخصیت کیلئے لازم ہے کہ وہ جامع الصفات ہو، اُس کا رویہ قابلِ ستائش ہو، اُس کا عمل قابل تقلید، اُس کی ہر نشست یادگار ہو

رسول اللہ ﷺ نے اپنی قیادت کے ذریعے ان سب چیزوں کا خاتمہ کیا اور اہلِ عرب کی زندگی کو سارے انسانوں کے لیے مثالی اور اُن کے طرزِ زندگی کو دوسروں کے لیے قابلِ رشک بنایا۔

رسول اللہ ﷺ کی منصبی ذمہ داریوں میں سے تھا کہ ہر وہ شخص جو کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو، جو اپنے عقیدے اور عمل سے بھٹک گیا ہو، جس نے اپنے مذہب کو اپنی خواہش کے تابع کر لیا ہو اور اپنی خواہش کو اس نے شریعت بنا لیا ہو، آپ ﷺ کا مقصود اس کی اصلاح کرنا تھا اور اس کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنا تھا۔

آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں آج بھی ہر سطح کے قائد کے لیے لازم ہے کہ وہ معاشرے میں

موجود ہر طرح کی اور ہر شعبے کی خرابیوں کی اصلاح کا فریضہ ادا کرے۔ سیاسی لیڈر، سیاست میں آنے والے چیلنجز اور مسائل کو حل کرے اور سیاست میں جو طرح طرح کی خرابیاں آئی ہیں، ان کو دور کرے۔ مذہبی لیڈر کی ذمہ داری ہے کہ اللہ کی منشا کے مطابق ابلاغِ حق کرے، لوگوں کے درمیان وحدت و یگانگت کو فروغ دے، لوگوں کو باہم جوڑے، ان کے درمیان سے نفرتوں اور کدورتوں کا خاتمہ کرے، ان کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے یکجا کرے۔ الغرض ہر شعبے کا لیڈر اپنے اپنے میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دے، اپنے شعبے میں ایک مثال بنے اور دوسروں کے لیے قابل تقلید نمونہ بنے۔

ہر قوم اپنے اپنے زمانے کے حساب سے کچھ نہ کچھ اصر و اغلال اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرتی ہے۔ وہ ان سے آزادی بھی چاہتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کو بآسانی چھوڑنے کے لیے بھی آمادہ نہیں ہوتی۔ وہ قوم اپنی تقدیر کے حوالے سے ایک عجیب و غریب کشمکش میں رہتی ہے۔ ان حالات میں درد دل رکھنے والی قیادت ہی ان کی صحیح راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتی ہے۔

شیخ الاسلام نے اپنی تحریکی زندگی کو روزِ اول ہی سے لوگوں کی اصلاح اور بہتری کے لیے وقف کیے رکھا ہے۔ ان کی ہر کاوش، ہر جد و جہد، ہر مہم، ہر خطاب، ہر کتاب، ہر نشست، ہر میٹنگ، ہر جلسے اور ہر کانفرنس کا یہی مقصد رہا ہے کہ لوگوں کے احوال کی اصلاح ہو جائے۔۔۔ ان کی زندگیوں میں بہتری آجائے۔۔۔ ان کے پژمردہ چہروں پر مسکراہٹ آجائے۔۔۔ ان کے دکھ دور ہو جائیں۔۔۔ ان کے غم ختم

ہو جائیں۔۔۔ان کی زندگی پُر سکون اور پُر راحت ہو جائے۔اس مقصدِ رفیع کے حصول کے لیے انھوں نے اب تک اپنی زندگی میں بے مثال مذہبی جدوجہد بھی کی ہے اور بے مثل سیاسی تگ ودو بھی کی ہے۔

ان کی سعی و کاوش پر لیل و نہار کا نظام گواہ ہے کہ وہ جدوجہد اور وہ محنت و سعی قوم کی اصلاح، قوم کی بہتری اور قوم کی عزت و عظمت کی بحالی کے لیے تھی۔ قوم کے درد کو انھوں نے اپنا درد جانا۔۔۔ قوم کی خاطر انھوں نے آرام کو بھی ترک کیا۔۔۔ اپنی درد بھری آواز قوم کے ہر فرد کے کانوں تک پہنچائی۔۔۔ قوم کو اپنے حقوق میں تمام آئینی و دستوری ضابطوں کی روشنی میں باشعور کیا۔۔۔ قوم کی فلاح و اصلاح کے لیے ہر ایوان میں صدائے حق بلند کی۔۔۔ ہر ظلم و ستم کا مقابلہ کیا۔۔۔ ہر قارون کو دولت کے نشے سے باہر نکالا۔۔۔ ہر فرعون کے کانوں میں آوازِ حق پہنچائی۔۔۔ ہر طاقت ور کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔۔۔ ہر ظالم کے ظلم کو بے نقاب کیا اور ہر ستم گر کے ستم سے قوم کو آگاہ کیا۔۔۔ اپنی جدوجہد کو مروج ضابطوں کا پابند بنایا۔۔۔ اپنی زبان کو اپنے مخالف کے لیے تہذیب سے عاری نہ ہونے دیا۔۔۔ اپنا سارا سرمایہ، اپنی ساری قوت اور اپنی ساری توانائی، قانون کے دائرے میں رکھی مگر ہر حال میں، ہر محاذ پر اور ہر متکبر اور ہر قوت کے نشان کے سامنے ڈٹے رہے۔۔۔ حق سے نہ پھرے۔۔۔ باطل سے سمجھوتہ نہ کیا۔۔۔ سچ کو جھوٹ نہ کہا۔۔۔ مجرم کو معصوم نہ کہا۔۔۔ باطل کو حق نہ کہا۔۔۔ ظالم کو مظلوم نہ کہا اور فاسق کو متقی نہ کہا۔

شیخ الاسلام اور اُن کے جانثار کارکنان و رفقاء ظلم کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے، یہاں تک کہ قربانیاں دیں مگر کسی بھی مرحلہ میں باطل کے ساتھ سمجھوتہ نہ کیا۔ مگر افسوس کہ ظالم سے مقابلہ کے لیے یہ قوم بیدار نہ ہوئی اور اس نے اصلاح و تبدیلی کے لیے سرد مہری دکھائی مگر دنیا گواہ ہے کہ شیخ الاسلام نے اپنا حقِ قیادت اچھی طرح ادا کر دیا۔

شیخ الاسلام آج بھی قوم اور ملتِ اسلامیہ کے لیے میدانِ عمل میں ہی ہیں اور دوسرے محاذ سے آئندہ آنے والی نسلوں کے ایمان کو محفوظ رکھنے اور مصطفوی معاشرے کے قیام کے لیے اُن کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس نابغۂ روزگار شخصیت کو صحت و سلامتی کے ساتھ عمرِ خضر عطا فرمائے اور ہمیں اس مصطفوی مشن میں اُن کی معیت و صحبت میں استقامت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نذرِ شیخ الاسلام

(ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی)

علم کے آگہی کے سفیر آپ ہیں
چوکھٹ مصطفٰے کے فقیر آپ ہیں

زلف واللیل پر ہے نظر آپ کی
چہرۂ والضحیٰ کے اسیر آپ ہیں

غوث اعظم کی ہے خاص چشم کرم
وارث علم شاہِ غدیر آپ ہیں

حیرتوں میں ہیں ڈوبی ہوئی حیرتیں
ہو کے تنہا بھی کتنے کثیر آپ ہیں

مسند علم کو ناز کیسے نہ ہو
آجکل اس کے شیخ کبیر آپ ہیں

آپ ہیں وارث فکر مولائے روم
اور غزالی کے بھی ہمسفیر آپ ہیں

دانش عصر حاضر لقب آپ کا
بے مثال آپ ہیں بے نظیر آپ ہیں

دیکھتے ہی حسین و حسن کو لگے
دلنشیں آپ ہیں دلپذیر آپ ہیں

علم ظاہر کا ہیں آفتاب کمال
علم باطن کا مہر منیر آپ ہیں

کون سمجھے گا سرور یہ رازِ نہاں
پرتوِ فیض خیر کثیر آپ ہیں.

انتہا پسندی کے خلاف اسلامی بیانیہ

شیخ الاسلام کی تحقیق کے تناظر میں خصوصی تحریر

ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی

بیسویں صدی انسانی تاریخ میں ایک ایسے زمانے کا نام ہے جس نے نہ صرف انسان کو چکنا چور کیا بلکہ انسانیت کو ہی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دو عالمگیر جنگوں نے جس طرح انسانی معاشرے کو لخت لخت کیا، وہ ایک تاریخی المیہ ہے۔ دونوں عالمی جنگیں سیاسی دہشت گردی تھیں ان سے پہلے صلیبی جنگوں نے مذہبی دہشت گردی کی بنیاد رکھ کر اسے عروج تک پہنچایا تھا۔ اس طرح طاقتور انسان کے ہاتھوں کمزور انسان کیڑوں مکوڑوں کی طرح پاؤں تلے کچلے جاتے رہے۔ صدیاں بیت جانے کے باوجود انتہا پسندی اور دہشت گردی کا انسان دشمن سفر جاری ہے۔ دہشت اور وحشت کے اس عفریت نے صرف انسانوں کا ہی قتل نہیں کیا بلکہ اس نے تمام تر اخلاقی اقدار، تہذیبوں و تمدنی رویوں، سیاسی و سماجی ضوابط کو قوت و اقتدار کی ھوس اور تعصب و تنگ نظری کی ننگِ انسانیت کارروائیوں سے روند کر انسانی معاشرے کو حیوانی معاشرے میں بدل دیا ہے۔

اس دور میں ملکِ پاکستان بھی دہشت گردی و انتہا پسند کی بھینٹ چڑھ چکا تھا۔ حتی کہ آج اکیسویں صدی کا ربع اول گزر جانے کے باوجود ہر سرکاری و غیر سرکاری کوشش اور تمام قسم کے وسائل بروئے کار لانے کے باوجود ریاست دہشت گردی کے اس عفریت کو بوتل میں بند کرنے میں ناکام ہے بلکہ اس کے بر عکس دہشت گردی ہر روز نئی سے نئی شکل میں سامنے آکر معاشرتی امن کو تہہ و بالا کر رہی ہے۔ اس وقت ہر قسم کے فرق و امتیاز کے بغیر دہشت گردی درج ذیل صورتوں میں تباہی و بربادی کا سبب بن رہی ہے:

۱۔ ریاستی و سیاسی دہشت گردی ۲۔ معاشی دہشت گردی
۳۔ مذہبی و مسلکی فرقہ وارانہ دہشت گردی
۴۔ تہذیبی و تمدنی دہشت گردی
۵۔ میڈیا وار کی صورت میں دہشت گردی
۶۔ فکری و نظریاتی دہشت گردی

اس وقت پاکستان سمیت پوری دنیا مذکورہ بالا دہشت گردی کی تمام صورتوں کا شکار ہے اور انسانیت ان مختلف النوع دہشت گردی کے آہنی پنجوں میں جکڑی کراہ رہی ہے۔

بیسویں صدی کے آخری ربع میں ملکِ پاکستان کی صورت حال یہ تھی کہ پورے ملک کو مذہبی فرقہ واریت، مسلکی تنگ نظری اور گروہ پرستی کی وبا نے اپنی جکڑ میں لیا ہوا تھا۔ پورا ملک مذہب و مسلک کے نام پر قتل گاہ بنادیا گیا تھا اور ارضِ وطن پر ہر روز خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں۔ مسجدیں محفوظ تھیں اور نہ امام بارگاہیں محفوظ تھیں، مزاراتِ اولیاء پر امن تھا اور نہ خانقاہوں میں امن تھا۔ یہی نہیں بلکہ عوامی مقامات، کوچہ و بازار، بس اڈے اور ریلوے اسٹیشن تک دہشت گردوں کی دست برد سے محفوظ نہیں تھے۔

فرقہ واریت کے تاریک ماحول میں مہرِ تاباں کی مانند تحریک منہاج القرآن کا طلوع

پاکستان کی تاریخ میں 1980ء کا سال بڑا اہم تھا۔ اس میں چودھویں صدی ہجری اپنا رختِ سفر باندھے، طاقِ ماضی کی زینت بننے کو تیار کھڑی تھی اور پندرھویں صدی کا سورج صبحِ دم اپنی نوخیز کرنوں سے کرۂ ارضی کو روشن کرنے کے لیے بے تاب تھا۔ ادھر چرخِ نیلی فام پر نئی صدی ہجری کا طلوع ہوا، ادھر آفاقِ علم و فکر پر اصلاحِ احوال، تزکیۂ نفوس، محبتِ الٰہی، عشقِ رسول ﷺ، اتحادِ امت اور امنِ عالم کا پیغام دیتے ہوئے تحریک منہاج القرآن کی صورت میں ایک مہرِ تاباں طلوع ہوتا ہے اور انتہائی قلیل عرصہ میں شرق تا غرب دنیا کے تمام براعظموں کو اپنے علمی و فکری اجالے سے منور کر دیتا ہے۔

جب مختلف مکاتبِ فکر ایک دوسرے کے خلاف فتوے بازی کے ذریعہ کفر و شرک اور بدعتی قلعوں کو گرانے میں مصروف تھے، غیر مسلم تو دامنِ اسلام سے کم ہی وابستہ ہو رہے تھے، البتہ فتوؤں کی بمباری سے مسلمانوں کے لاشے ہر روز گر رہے تھے اور خواتین بیوہ اور بچے یتیم ہو رہے تھے تو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اس دہشت زدہ ماحول میں اتحادِ امت اور اسلام کے پیغامِ امن و محبت کی ایک مضبوط آواز بن کر سامنے آئے۔ وحشت کی اس تاریک رات میں انھوں نے امت کے لیے اذانِ

اتحاد دیتے ہوئے فرمایا:

"اسلامی معاشرے کو صحیح خطوط پر منظم کرنے کی ذمہ داری من حیث المجموع تمام امتِ مسلمہ پر ہی ڈالی گئی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثتِ مبارکہ زمانی و مکانی حدود سے ماوراء قیامت تک تمام نسلِ انسانی کے لیے ہے۔ اس لیے اجتماعیت کا تصور اسلام کی فطرت کا جزو لاینفک ہے۔ اجتماعیت جسدِ اسلام کے رگ و ریشہ میں اس طرح سمائی ہوئی ہے کہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد ہر جگہ اس کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ کیونکہ شجرِ اسلام کے برگ و بار کو زمانے کی بلاخیزیوں سے محفوظ کرنے کے لیے قرآن حکیم کی تعلیمات اور نبی اکرم ﷺ کی سیرت ہی مشعلِ راہ ہیں۔ اس لیے فرقہ پرستی کے بلاخیز طوفانوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے جس ضابطۂ عمل کو اپنانے کی ضرورت ہے، وہ قرآن و سنت کے تصورِ اجتماعیت پر مبنی ہونا چاہیے۔" (فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے؟ فروری: 1987ء، ص: ۴۰، ۴۱)

مسلمانوں کے مختلف مکاتبِ فکر کے درمیان پائیدار اتحاد کی بنیاد کی نشاندہی کرتے ہوئے شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

"مسلمان اپنے تشخصات کے باوصف اگر ایک مرکز پر باہم متحد ہونا چاہیں تو ان کے اشتراک کی بنیاد صرف اور صرف حضور رسالت مآب ﷺ کی غیر مشروط غلامی و محبت، مخلصانہ اطاعت و وفاداری اور آپ ﷺ کی سنت و سیرت کی مکمل پیروی اور اتباع ہے۔ محض عقیدۂ توحید کی بنیاد پر مسلمانوں کا اتحاد ممکن نہیں کیونکہ اللہ کو ماننے والوں میں یہودی اور دیگر الہامی مذاہب کے پیروکار بھی ہیں۔ عقیدۂ توحید کے دعویدار وہ بھی ہیں مگر وہ نسبت جو ہمیں اور انھیں دو الگ الگ امتوں میں تقسیم کر رہی ہے، صرف نسبتِ نبوی ﷺ ہے اور یہی حقیقی توحید کا عملی تشخص ہے۔ ہم صرف امتِ مصطفوی ہونے کے حوالے سے عیسائیوں اور یہودیوں سے ممیز ہیں۔ صرف یہی وہ بنائے محکم ہے جس پر شرق و غرب کے مسلمانوں کو باہم متحد اور منظم کیا جاسکتا ہے۔" (فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے؟ ص: ۴۷)

تحریک منہاج القرآن کے قیام کے اول روز سے ہی شیخ الاسلام کی تمام تر جدوجہد اور توجہات کا محور ملکی سطح پر تمام اسلامی مکاتبِ فکر کے درمیان مشترکات کی بنیاد پر باہمی اتحاد اور مسلکی تعصبات کا خاتمہ رہا ہے۔ چنانچہ مرکز سے لے کر نچلی سطح تک تحریک منہاج القرآن کے تحت ہونے والے پروگرامز میں تمام مسالک کے نمائندہ علماء اور شخصیات اوّل روز سے ہی زینتِ بزم بنتی چلی آرہی ہیں۔ یوں ملکی سطح پر مسالک کے درمیان نفرتوں اور تعصبات کی دیواریں گرا کر اور تنگ نظری کی جگہ وسعتِ نظری کی سوچ پیدا کر کے اتحادِ امت کا عملی مظاہرہ آج تک جاری و ساری ہے۔ قبلہ شیخ الاسلام

کے اتحادِ امت کے اس فلسفہ کو بین الاقوامی سطح پر بھی اہلِ علم و دانش کی طرف سے پذیرائی ملی۔

دہشت گردی کے خلاف اسلامی بیانیہ کے علمبردار

نائن الیون کے بعد پوری دنیا میں مسلمانوں کو ایک دہشت گرد قوم اور دینِ اسلام کو دہشت گردی کا علمبردار دین قرار دیا جانے لگا۔ اسلام دشمنی کے مشترکہ نقطۂ اور نظریہ پر متحد ہو کر عالمِ مغرب بہ یک زبان یہ راگ الاپنے لگا۔ پوری دنیا بالخصوص مغرب میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا۔ مسلمانوں کی نسلِ نو کو دینِ اسلام سے برگشتہ کرنے کی تحریک شروع کر دی گئی اور مسلمانوں پر طرح طرح کی ناروا پابندیاں عائد کی جانے لگیں۔

مغرب و یورپ کے ذمہ داران، دانشوران اور انسانی حقوق کے نام نہاد علمبردار اسلام دشمنی اور مسلم کشی کے ایجنڈے پر اڑے رہے اور صبح و شام دینِ اسلام، قرآن مجید، مسلمانوں یہاں تک کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے بارے نازیبا طرزِ عمل کو اپنا وطیرہ بنائے رہے۔

ایک طرف دشمنانِ اسلام امتِ مسلمہ کو صفحۂ ہستی سے مٹانے پر تلے ہوئے تھے تو دوسری طرف نادان دوست ایسی سرگرمیوں میں مشغول تھے کہ جن سے اغیار کو مسلمانوں کے خلاف اقدامات کرنے اور اسلام کو بدنام کرنے کی شہہ ملتی تھی۔ مسلمانوں کی صفوں میں چھپے ہوئے مارِ آستین اور چہروں پر دوستی کا نقاب چڑھائے دوست نما دشمن بھی آئے روز نئی سے نئی کارروائیاں ڈالتے رہتے تھے۔ گویا ایک طرف اسلام کے کھلے دشمن تھے تو دوسری طرف مسلم نما چہروں میں چھپے دشمن تھے جن کو پاکستان کی سطح سے لے کر بین الاقوامی سطح تک طاقتور حلقوں کی پشت پناہی بھی حاصل تھی اور عوامی سطح پر بھی انہیں شدت پسندوں اور انتہا پسندوں کی حمایت پسِ پردہ حاصل تھی۔ یوں کھلے دشمنوں کی نسبت ان نقاب پوش دشمنوں سے امتِ مسلمہ اور پاکستان کو زیادہ خطرات لاحق تھے۔

ایسے اسلام دشمن اور انسانیت مخالف ماحول میں نبی رحمت، پیکر شفقت و محبت حضور سید عالم ﷺ کے دینِ اخوت و رافت کے پیغامِ امن و سلامتی کا علم اٹھائے اسلام کے رخِ روشن کو نکھار کر اس کی اصل تصویر اور اسوۂ رسول ﷺ کا حقیقی تصور دنیائے عالم کے سامنے رکھنا کوئی آسان کام نہیں تھا بلکہ چاروں طرف پھیلے ہر قسم کے دشمن کو دعوتِ مبارزت دینا تھی۔ اس لیے ہر داعی، ہر مصلح، ہر دانشور اس خطرناک صورت کا مقابلہ کرنے اور دہشت گردی کے منہ زور گھوڑے کو لگام دینے کی اپنے اندر جرأت و ہمت نہیں پاتا تھا۔ اگرچہ انفرادی سطح پر اور چند تنظیمات کے پلیٹ فارم سے محدود شکل میں اجتماعی سطح پر بھی اس صورتِ حال کے خلاف آواز اٹھائی گئی، فتوے بھی صادر کیے گئے

مگر وہ سب کوششیں بے نتیجہ اور غیر مؤثر رہیں۔ دہشت گردی کے اس صنمِ اکبر کو پاش پاش کرنے کے لیے سنار کی سو ضربوں کی نہیں بلکہ لوہار کی ایک ضرب لگانے کی ضرورت تھی۔ ایک ایسی ضرب جو نورِ یقین، قوتِ عشق اور دلائل و براہینِ علمیہ کی طاقت سے اس عفریت کو کچل کر رکھ دے۔

ہزار خوف ہو لیکن زبان ہو دل کی رفیق

چنانچہ ان حالات میں شیخ الاسلام نے پوری جرأت و جوانمردی سے میدان میں قدم رکھا اور دینِ اسلام اور مسلمانوں کے دفاع کی حکمتِ عملی وضع کی۔ قوتِ بازوئے حیدر کے امین اور سفیرِ امن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اسلام کے پیغامِ امن و سلامتی، تحمل و برداشت، رواداری کے وکیل بن کر میدانِ عمل میں اترتے ہیں اور خداداد حکمت و بصیرت، عقل و دانش، فہمِ اسلام و تفہیمِ دین، طلاقتِ لسانی، جوہرِ خطابت، مومنانہ فراست اور حکیمانہ طرزِ عمل ایسے الوہی عطیات سے لیس ہو کر قلم و قرطاس اور خطابات و مکالمات کے میدان میں قدم رکھتے ہیں تو ان کے فصاحت و بلاغت میں ڈھلے ہوئے طرزِ کلام، بدیع اسلوبِ بیان، نادر اور اچھوتے حسنِ استدلال کے سامنے دانشورانِ یورپ اور مفکرینِ مغرب انگشت بہ دنداں نظر آتے ہیں۔ دلائل ایسے قوی کہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں اور استدلال ایسا قوی کہ بڑے بڑے فلسفی و حکیم اور دانشور بے خودی میں سرِ تسلیم خم کیے جاتے ہیں اور ان کے فکر و نظر سے تعصبات کے سیاہ پردے اٹھتے چلے جاتے ہیں اور اسلام کا رخِ روشن اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ منور ہو کر ان کے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے۔

وحشت و بربریت، شدت پرستی و انتہا پسندی اور دہشت کے اس خوفناک ماحول میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ہر قسم کی دھمکیوں اور خوف و خطر کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے اور مخالف ہواؤں کو پسپا کرتے ہوئے دینِ اسلام کا دفاع کرتے ہوئے قلم و قرطاس اور اپنی فصاحت و بلاغت کو اپنا ہتھیار بنایا۔

امن و سلامتی، تحمل و بردشت، رواداری اور بھائی چارہ کے علمبردار دینِ اسلام پر دہشت گردی کا الزام کوئی معمولی الزام نہیں تھا۔ اس انتہائی گھناؤنے الزام کا جواب اور اسلام کو دینِ امن و رحمت کے طور پر پیش کرنا اور ہر سطح پر اور ہر قسم کی دہشت گردی کی مذمت کرتے ہوئے امتِ مسلمہ کا دفاع کرنا رجالِ دین کے لیے ایک چیلنج تھا۔ اسلام مخالف پروپیگنڈا اس قدر پھیلا ہوا تھا کہ بظاہر اس کا مقابلہ کرنا ایک مشکل کام نظر آتا تھا۔

دہشت گردی کے خلاف تاریخی فتویٰ

اس مشکل صورت حال میں شیخ الاسلام مدظلہ نے کشتی اسلام کی ناخدائی کا بیڑا اٹھاتے ہوئے قلمی

میدان میں قدم رکھا اور دہشت گردی کے خلاف علم و تحقیق کا ایک نادر و نایاب شاہکار چھ صد پانچ صفحات پر مشتمل ایک جامع اور مفصل فتویٰ بعنوان: "دہشت گردی اور فتنہ خوارج" جاری کیا۔ اس فتویٰ نے نہ صرف خوارج اور دہشت گرد گروہوں کی کمر توڑ دی بلکہ اسلام دشمنوں کی طرف سے پھیلائے ہوئے زہریلے پروپیگنڈا کی ظلمتوں کو چیرتے ہوئے اسلام کی پرامن تعلیمات کے چہرے کو نکھار کر دنیائے عالم کے سامنے پیش کیا۔ یوں اسلام کی حقیقی تصویر اور صحیح تصور واضح صورت میں دنیا کے سامنے آیا۔

شیخ الاسلام مدظلہ کے اس فتویٰ میں اسلام کے دینِ امن و سلامتی ہونے کو بھی خوب واضح کیا گیا اور دہشت گردی و انتہا پسندی کے خلاف اسلامی تعلیمات کو بھی خوب اجاگر کیا گیا۔ اس تاریخی فتویٰ کے دو اقتباسات ملاحظہ ہوں:

۱۔ اسلام میں غیر مسلم سفارت کاروں کے قتل کی ممانعت کے حوالے سے شیخ الاسلام مدظلہ لکھتے ہیں:

"اسلام قومی اور بین الاقوامی معاملات میں امن و رواداری کا درس دیتا ہے۔ قرآن و حدیث کی تعلیمات کے مطابق بدترین دشمن قوم کا سفارت کار بھی اگر سفارتکاری کے لیے آئے تو اس کا قتل حرام ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس کئی مواقع پر غیر مسلموں کے نمائندے آئے لیکن آپ ﷺ نے ان سے ہمیشہ خود بھی حسنِ سلوک فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی یہی تعلیم دی۔ حتی کہ نبوت کے جھوٹے دعوے دار مسیلمہ کذاب کے نمائندے آئے جنھوں نے صریحاً اعتراف ارتداد کیا تھا لیکن آپ ﷺ ان کے سفارت کار ہونے کے باعث ان سے حسنِ سلوک سے پیش آئے۔ (تاریخی فتویٰ، ص: ۱۴۳)

اسی طرح مذہبی اختلاف کی بنیاد پر کسی غیر مسلم کا قتل کرنا بھی حرام ہے، اس کے حوالہ سے حکمِ شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام مدظلہ فرماتے ہیں:

"دین و مذہب کا اختلاف قطعی طور پر کسی کو قتل کرنے اور مال لوٹنے کا سبب نہیں بن سکتا۔ کسی انسان پر ظلم و زیادتی کرنا خواہ اس کا تعلق کسی مذہب سے ہو اور وہ ظلم و زیادتی خواہ قتل کی شکل میں ہو، ایذا رسانی یا اس کے اوپر جھوٹے الزام اور تہمت کی شکل میں، سب حرام ہے۔ ایسی ہر قسم کی زیادتی کا قصاص یعنی بدلہ واجب ہوگا۔ (فتویٰ، ص: ۲۲۳)

فتویٰ کے مذکورہ دونوں اقتباسات کے ایک ایک لفظ سے دینِ اسلام کے پیغامِ امن و سلامتی، تحمل و برداشت کا نور تو جھلک ہی رہا ہے لیکن اس کے ساتھ صاحبِ فتویٰ کی فہمِ اسلام اور فکری واضحیت بھی روزِ روشن کی طرح واضح نظر آتی ہے کہ انہیں دینِ اسلام کے دینِ امن ہونے کا کس قدر یقینِ کامل ہے۔

دہشت گردی کے فتنہ کا مستقل حل: نصابِ امن

شیخ الاسلام مدظلہ نے گہرا تاریخی مطالعہ کرتے ہوئے اور معروضی حالات و واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے دہشت گردی وانتہا پسندی کے فتنہ کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے اس کا جو علاج تجویز کیا ہے، وہ یہ ہے کہ ملک بھر کے اندر سرکاری اور نجی سطح پر سکول سے لے کر یونیورسٹی کی تعلیم تک سوشل سائنسز، میڈیکل، انجینئرنگ کے نصابات کی طرح دہشت گردی کے انسداد اور خاتمے کے لیے فروغِ امن کے لائحہ عمل کو شاملِ نصاب کیا جائے اور مطالعہ پاکستان اور اسلامیات لازمی کے مضامین کی طرح اس کو بھی ہر سطح کے تعلیمی مرحلہ میں نصاب کا لازمی مضمون قرار دے کر پڑھایا جائے۔ اسی طرح دینی جامعات یہاں تک کہ حفظ القرآن کے بچوں کو بھی اس فروغِ امن کے نصاب کی بنیادی باتیں اور تصورات خوب اچھی طرح ذہن نشین کروائی جائیں تاکہ حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ معاشرتی امن سے متعلق اسلامی تعلیمات بھی بچپن سے ہی ان کے قلوب واذہان میں خوب راسخ ہو جائیں اور وہ معاشرے میں ایک مفید انسان بن کر زندگی گزار سکیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا فلسفۂ تربیت یہ ہے کہ جب تک افرادِ معاشرہ کی ذہنی و قلبی تربیت نہیں کی جاتی، اس وقت تک اصلاح کی کوششیں مؤثر ثابت نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے ایک ایسا نظامِ تربیت اور نصابِ تعلیم تشکیل دینا ضروری ہے جس کو پڑھ کر اور مخصوص نوعیت کے تربیتی نظام کی چھلنی سے گزر کر ہی ذہنی واعتقادی اور فکری و عملی اعتبار سے ایک روحانی الطبع معاشرہ اور افراد وجود میں آسکتے ہیں۔ اس لیے کہ شیخ الاسلام ایسی تعلیم کو تسلیم ہی نہیں کرتے جسے حاصل کر کے طالب علم کی سیرت و کردار، اخلاق و اطوار، گفتار و رفتار اور قلب و نظر میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو۔ اسی ملی درد کے احساس کے ساتھ انھوں نے تربیت اور تعلیم پر مشتمل فروغِ امن اور انسدادِ دہشت گردی کا اسلامی نصاب ترتیب دے کر ملتِ اسلامیہ پاکستان کو تحفہ کی صورت میں پیش کیا ہے۔

یاد رہے کہ اس نصاب کو مرتب کرتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام نے پورے معاشرے کو درج ذیل پانچ بڑے طبقات میں تقسیم کیا ہے اور پھر ان میں سے ہر طبقہ کے تحت معاشرے میں مختلف میادین میں موجود مختلف گروہوں کو شامل کر کے ان کے لیے الگ الگ نصاب ترتیب دیا گیا ہے:

۱۔ فروغِ امن اور انسدادِ ہشت گردی کا اسلامی نصاب (ریاستی سیکورٹی اداروں کے افسروں اور جوانوں کے لیے)

۲۔ فروغِ امن اور انسدادِ دہشت گردی کا اسلامی نصاب (اساتذہ، وکلا اور دیگر دانشور طبقات کے لیے)

۳۔ فروغِ امن اور انسدادِ دہشت گردی کا اسلامی نصاب
(ائمہ، خطباء اور علماء کرام کے لیے)
۴۔ فروغِ امن اور انسدادِ دہشت گردی کا اسلامی نصاب
(سول سوسائٹی کے جملہ طبقات کے لیے)
۵۔ فروغِ امن اور انسدادِ دہشت گردی کا اسلامی نصاب
(طلبہ وطالبات کے لیے)

احترامِ انسانیت اور اسلام کی پر امن تعلیمات کے حوالے سے دیگر قلمی آثار

دہشت گردی کی مذمت اور خوارج ایسے دشمنانِ ملت سے متعلق دینِ اسلام کی پر امن تعلیمات پر شرح وبسط کے ساتھ لکھے گئے تاریخی فتویٰ اور نصابِ امن کے علاوہ اسلام کے پیغامِ امن و سلامتی، تحمل و بردباری، اعتدال پسندی اور بقائے باہمی کے رویوں کو پروان چڑھاتیں اور حضور نبی اکرم ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کے فیضان کو عام کرتی ہوئی شیخ الاسلام کی دیگر تصانیف میں سے چند کے نام ملاحظہ ہوں:

۱۔ اسلام اور اہل کتاب
۲۔ اسلام میں انسانی حقوق
۳۔ فتنہ خوارج (تاریخی، نفسیاتی، علمی اور شرعی جائزہ)
۴۔ الجہاد الاکبر
۵۔ اسلام میں محبت اور عدمِ تشدد
۶۔ فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے؟
۷۔ سیرت الرسول (جلد ہفتم: فلسفہ جنگ و امن)
۸۔ الاحکام الشرعیۃ فی کون الاسلام دینا لخدمۃ الانسانیۃ۔

ان کے علاوہ اسلام کے پیغامِ محبت، بھائی چارہ، معاشرے کے دوسرے افراد کے ساتھ برادرانہ تعلقات اور غیر مسلموں کے ساتھ رحمدلانہ رویئے، انسانی و اخلاقی بنیاد پر ایک دوسرے کے لیے ایثار سے متعلق عہدِ نبوی، دورِ خلافتِ راشدہ اور بعد کے ادوار سے لے کر آج تک مسلم اور غیر مسلم معاشروں کے مابین پر امن باہمی تعلقات کو واضح کرتی ہوئی دیگر درجنوں کتب ہیں جو شیخ الاسلام نے دنیائے انسانیت میں مستقل معاشرتی امن کو فروغ دینے کے لیے ایک تحفہ کی صورت عطا کیں۔

شیخ الاسلام نے قومی سطح سے لے کر بین الاقوامی سطح تک مسلم معاشرہ کے اندر پائی جانے والی مسلکی و مذہبی منافرت، تعصب، تنگ نظری، انتہا پسندی اور شدت پسندی کی بلند و بالا

Dr. Hassan Mohi-ud-Din Qadri

Dr. Hussain Mohi-ud-Din Qadri

We extend our heartfelt

Congratulations

to the esteemed

Shaykh-ul-Islam

Prof. Dr. Muhammad Tahir-ul-Qadri

Shaykh Hammad Mustafa Al-Madani Al-Qadri

On His 74th Birthday

Shaykh Ahmad Mustafa Al-Arabi Al-Qadri

On behalf of Minhaj-ul-Quran International Australia. Your scholarly, spiritual, reformative, and intellectual contributions serve as a beacon of guidance for the Muslim Ummah. Under your leadership, Minhaj-ul-Quran has spread the message of peace, love, and unity of Islam across the globe. We pray that ALLAH Almighty blesses you with good health, a long life, and greater strength to continue serving Islam, and may your shadow remain over the Ummah forever. Ameen.

Zaffar Khan (President MAPC) | Muhammad Wasiq (Secretary MAPC) | Ruhel Dalvi (MD MWF Australia) | Farrukh Hussain (Director MQI Victoria) | Dr Aamir Tanweer (President Queensland) | Mohsin Shafiq (President Victoria)

Zaheer Alvi (Sn. Vice President NSW) | Muhammad Saeed (General Secretary NSW) | Dr. Muhammad Qasim (President Canberra) | Naseeruddin Khaja (General Secretary Queensland) | Syed Rafiuddin (General Secretary Victoria)

MINHAJ-UL-QURAN INTERNATIONAL AUSTRALIA

ہے وہ چراغ جو طوفان میں بھی جلتا ہے — ہے وہ رہبر جو منزل کا پتہ دیتا ہے

ہم نابغۂ عصر، مفکرِ اسلام، سفیرِ امن، مجدّدِ رواں صدی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو 74 ویں سالگرہ

کے پرمسرت موقع پر تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں

دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی علمی، فکری اور روحانی رہنمائی اور جملہ کاوشوں کو ایسی طاقت وتاثیر دے کہ ان کی تعلیمات نہ صرف عصرِ حاضر میں بلکہ آئندہ آنے والی نسلوں کو بھی فیض یاب کرتی رہیں

نیشنل ایگزیکٹو کونسل و مجلسِ شوریٰ منہاج القرآن انٹرنیشنل ساؤتھ کوریا

جہاں میں علم وحکمت کی نئی راہیں نکلیں — جہاں میں امن کی خوشبو آپ کے دم سے پھیلی

ہم مجدّدِ رواں صدی، احیائے اسلام کے عظیم مصطفوی مشن کے سالار

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ کو 74 ویں سالگرہ

پر دل کی گہرائیوں سے **مبارکباد** پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ شیخ الاسلام کو عمرِ خضر عطا فرمائے
اور ان کے علم وبصیرت کے ذریعے دنیا کو
امن، محبت، ہم آہنگی اور رواداری کا گہوارہ بنائے۔

احمد حسن سلہری
(صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل چلی)
(Latin America)

دیواروں کو گرایا۔۔۔ مختلف الخیال مکاتبِ فکر کی شخصیات اور تنظیمات کو ایک دوسرے کے قریب لائے۔۔۔ ایک دوسرے کا نقطۂ نظر سننے اور سمجھنے کے لیے تحریک منہاج القرآن کے مرکز سے لے کر ضلع و تحصیل تک مختلف دینی اجتماعات میں وسعتِ قلبی کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے دیگر مسالک کے نمائندوں کو بھی اظہارِ خیال کا موقع دیا۔

آپس میں دوستانہ تعلقات کو فروغ دینے کے عملی اقدامات اور محسوس اثرات کے مرتب ہونے کا مثالی منظر چشمِ فلک کو دکھانے اور دنیائے عالم کے سامنے رکھنے کے بعد شیخ الاسلام جب اسلام اور مسلمانانِ عالم کے دفاع کا عزمِ مصمم کرتے ہوئے عرب و عجم اور بالخصوص مغرب و یورپ میں قدم رکھتے ہیں، تو جذباتیت کو ایک طرف رکھتے ہوئے منطق و فکر اور عقل و دانش اور دلیل و برہان کی قوت سے ہر معاشرہ کے مفکرین اور فلاسفہ، پالیسی سازوں، دانشوروں اور نقادوں کے قلوب واذہان اور افکار و نظریات کو اس طرح مسخر کرتے ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں پر صبح و شام دہشت گردی کا لیبل چسپاں کرنے والے تنگ نظر، متعصب اور مخصوص فکری پسِ منظر کے حامل ورطۂ حیرت میں گم ہوتے ہوئے انگشت بہ دنداں رہ جاتے ہیں اور وہ بے ساختہ تعلیماتِ نبویہ اور دینِ اسلام کے دین امن و سلامتی ہونے کا اعتراف واقرار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

فروغِ امن کے لیے شیخ الاسلام کے بیانیہ کی پذیرائی کا بنیادی سبب

اس میں کوئی شک نہیں کہ دہشت گردی کے خلاف پاکستان کے اندر اور بیرون ملک بھی بعض شخصیات اور اداروں کی طرف سے آواز بھی اٹھائی گئی۔ بعض تنظیموں کی طرف سے فتوے بھی صادر کیے گئے یہاں تک بہت سی حکومتوں کی طرف سے سرکاری سطح پر اس عفریت کے خلاف اقدامات بھی کئے گئے لیکن امرِ واقع یہ ہے کہ ان میں کسی بھی کوشش، آواز اور فتوے کو قومی یا بین الاقوامی سطح پر وہ پذیرائی حاصل نہ ہو سکی اور نہ وہ اتنے مؤثر ثابت ہو سکے جس قدر اللہ تعالیٰ ذوالعزۃ والجلال کے لطف و کرم اور نبی رحمت اور رسولِ امن و سلامتی کی رحمت کے توسل سے شیخ الاسلام مدظلہ کے فتویٰ اور اس ضمن میں ان کی دیگر علمی و تحقیقی کاوشوں کو ہر معاشرہ اور ہر طبقہ زندگی میں پذیرائی اور قبولیت حاصل ہوئی۔ فروغِ امن کے لیے شیخ الاسلام کی ان علمی و تحقیقی کاوشوں نے کس قدر قلوب واذہان اور افکار و نظریات کو متاثر کیا ہے، اس کی مثال جدید علمی و فکری دنیا کی تاریخ میں عنقا ہے۔ کوئی بھی مذہب و مسلک اور عقیدہ و نظریہ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

شاملِ حال شہنشاہِ مدینہ کا کرم

حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عنایات کریمانہ تو یہ ہیں کہ ورفعنالك ذکرك کا فرمان عالی شان جاری ہوا لیکن اس سے پہلے یہ مژدہ جانفزا بھی سنادیا کہ وللآخرۃ خیرلك من الاولیٰ ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ؛ بے شک آنے والی گھڑی آپ کی گزری ہوئی گھڑی سے بہتر ہے اور عنقریب ہم آپ کو اتنا عطا کریں گے کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ گویا کہ محبوب! ہماری عطاؤں اور نوازشوں کا سلسلہ آپ پر نہ صرف قیامت تک بلکہ اس کے بعد تک بھی جاری رہے گا۔ اس خبر و وعدہ میں ہر عطااور ہر بلندی شامل ہے اور آخرت میں قیامت ومابعد قیامت ہر آن شامل ہے۔

اب صدیوں بعد اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے ساتھ یہ وعدہ کیسے پورا کرتا ہے۔۔۔؟ آیئے! اس فیض کا ایک کامل اظہار دیکھتے ہیں۔ جب خوارج کی صورت اسلام کی آستین میں چھپے درندہ صفت لوگوں کی دہشت گردانہ کارروائیوں کی وجہ سے اسلام کے رخِ روشن کو داغدار کرنے کی ابلیسی کوشش کی جاتی ہے اور خودکش دھماکوں کے ذریعہ پاکستان اور دنیا کے دیگر ممالک میں نہتے انسانوں کو خون میں نہلانے کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے تو اس پر تمام اقوامِ عالم صرف ایک نقطہ پر اکھٹے ہو کر بہ یک زبان گویا ہوتے ہیں کہ اسلام دہشت گردی کی تعلیم دینے والا مذہب ہے اور مسلمان ایک دہشت گرد قوم ہیں۔ جب نبی رحمت ﷺ کے دینِ رحمت کو انسانی قتلِ عام کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا تو پھر گنبدِ خضراء میں اس سراپا رحمت کے قلبِ اطہر پر کیا بیتی ہو گی؟

ان حالات میں دہشت گرد گروہوں کے خلاف آواز اٹھانے سے ہر کوئی گھبراتا تھا اور جو اکادکا آوازیں اٹھیں، وہ بم دھماکوں کے شور میں دب گئیں۔ یوں خودکش بمبار اپنی انسان دشمن کارروائیوں میں مصروف رہے۔ مظلوم انسانوں کے خون کی ندیاں بہتی رہیں اور انسانی روپ میں ان درندوں کی خوں آشامیوں میں ہر وعظ و نصیحت اور فتویٰ غیر موئثر اور غیر ضروری قرار پاتا رہا۔ نہ حکومتوں نے ان کو اہمیت دی اور نہ شخصیات و تنظیمات نے ان کی طرف کوئی التفات کیا۔

ہاں! ایک تحریک جس کا خمیر ہی گنبدِ خضریٰ سے لیا گیا اور اس نے صاحبِ گنبد خضریٰ سے فیضان پاکر شرق تا غرب اقصیٰ عالم کی سرحدوں پر عظمتِ اسلام کا مصطفوی علم بلند کر کے پورے یقین سے آوازہ بلند کرتے ہوئے یہ اعلان کیا تھا کہ اس کائناتِ ارضی کے جملہ مسائل اور مشکلات کا حل صرف اور صرف دامنِ مصطفوی ﷺ سے وابستگی اور چادرِ رحمۃ للعالمینی کے سایہ میں پناہ لینے میں ہی ہے اور اُن کی صورت و سیرت کو سرچشمۂ ہدایت ماننے اور اپنانے میں دنیا و آخرت کی ساری کامیابیاں رکھی ہیں۔

درد و کرب کی اس صورت حال میں مؤسس منہاج القرآن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری موت کی ندیوں میں تیرتی اور درد سے کراہتی انسانیت کے لیے ایک نجات دہندہ بن کر آہن و بارود کی اس سیاہ رات کے اندھیروں کو چیرتے ہوئے سپیدہ سحر کی مانند مطلعِ علم و تحقیق پر چمکتے ہیں اور نبی رحمت ﷺ کے دینِ اسلام کے پیغامِ امن کی نورانی اور ٹھنڈی کرنوں سے کرۂ عالم کو بقعۂ نور بنادیتے ہیں۔ پھر پوری دنیا کے کونے کونے سے حکومتوں سے لے کر تنظیموں تک اور اداروں سے لے کر شخصیات تک ہر کوئی اسلام کے پیغامِ امن و سلامتی اور احترامِ انسانیت کا درس سن کر تبریک و تحسین کرنے میں رطب اللسان نظر آتا ہے۔

اپنے، پرائے اور مسلم و غیر مسلم ہر ایک کی آنکھیں عظمتِ اسلام کی کرنوں اور نورِ یقین سے چندھیا جاتی ہیں۔ ہر تہذیب اور ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے مفکرین و دانشور شیخ الاسلام مد ظلہ کے دہشت گردی اور خوارج کے خلاف اس فتویٰ کو بالخصوص اور فروغِ امن وانسدادِ دہشت گردی وانتہا پسندی کے لیے کی گئی آپ کی جملہ مساعی کو بالعموم اپنے دل ودماغ اور فکر و نظر میں اتارتے ہوئے بہ یک زبان اسلام کے دینِ امن و سلامتی کا اتنا بلند آہنگ اعلان کرتے ہیں کہ بم دھماکوں اور خود کش حملوں کے ذریعے خوف وہراس پھیلانے والی سب آوازیں عالمی سفیرِ امن کی اس آواز کے نیچے دب جاتی ہیں۔

ایسا کیوں ہوا اور کیسے ہوا؟ کہ ساری دنیا دہشت گردی کے خلاف شیخ الاسلام کی ان علمی، فکری اور تحقیقی کاوشوں کے ساتھ ان کی ہم زباں ہو کر کھڑی ہو گئی اور کسی دوسرے کو ایسی پذیرائی اور قبولیت حاصل نہ ہو سکی؟ آخر اس کی کوئی نہ کوئی وجہ تو ہے لیکن وہ سب لوگوں کو نظر نہیں آتی۔

آیئے! اس وجہ کو ہم سب تلاش کرتے ہیں اور عام کرتے ہیں تاکہ مذکورہ سوال کا جواب ہر کسی کو معلوم ہو اور وہ پورے یقین سے اس مصطفوی قافلہ کا ہم سفر بن سکے۔ دہشت گردی اور انتہا پسندی کے خلاف شیخ الاسلام کی کاوشوں کو ملنے والی غیر معمولی پذیرائی و مقبولیت کا واحد سبب صاحبِ گنبد خضریٰ کی نظرِ رحمت کا فیض ہے جو شیخ الاسلام مد ظلہ کو ہر آن اپنے سایۂ عاطفت میں لیے رکھتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب و حبیب ﷺ کے ذکر کو جو رفعت عطا کرتے ہوئے نصرت بالرعب کی شان عطا فرمائی ہے، اس کا ظہورِ تام تو آپ ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں یوں تھا کہ مہینوں کی مسافت پر بھی دشمن کا قلب و سینہ آپ ﷺ کی ہیبت اور رعب و دبدبہ سے لرز جاتا تھا اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے ہوئے یارۂ کلام نہ رہتا تھا۔ صدیاں بیت جانے کے باوجود خالقِ کائنات نے اپنے دینِ محبوب اور اپنے محبوب ﷺ کے قدموں سے نسبت حاصل کر لینے والے غلامانِ مصطفی کو بھی آپ ﷺ کی اس شان نصرت بالرعب کا فیض اس قدر عطا کر رکھا ہے کہ دینِ مصطفوی کے دشمنوں کے دلوں میں غلامانِ مصطفوی کا رعب و دبدبہ

اور ہیبت اس قدر ہے کہ وہ جس طرف نگاہ اٹھاتے ہیں، کسی کو نظریں ملانے کا یارا نہیں رہتا۔

یہ قدرتِ حق کی طرف سے عطا کردہ علومِ مصطفی کا فیض ہے کہ آج مشرق و مغرب اور یورپ کے بڑے بڑے علماء و مفکرین، دانشوروں اور عقل مندوں اور فلسفیوں کے فلسفے گنبد خضریٰ کے فیضان کے امین و قسیم اس عالمِ ربانی اور عارفِ حقانی کے علم اور فکر و فلسفہ کے سامنے فرطِ عقیدت سے اپنی گردنیں خم کیے دکھائی دیتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ لائقِ حمد اس ذات نے جس طرح اپنے محبوب ﷺ کو ممدوحِ کل بنایا ہے اور ہر فرد آپ ﷺ کی مدح سرائی میں مصروفِ عمل ہے، اس عطائے الٰہی کا فیض اس پروردۂ فیضانِ مصطفوی مؤسس تحریک منہاج القرآن کو اتنا وافر مقدار میں ملا ہے کہ آج دنیا میں کوئی خطہ، کوئی ملک ایسا نہیں جہاں ان کی دانشِ نورانی کا ڈنکا نہ بج رہا ہو اور مراکزِ فلسفہ و حکمت کا کوئی پارلیمان ایسا نہیں جہاں ان کی حکمت و دانشِ برہانی کا علم نہ لہرا رہا ہو۔

؎ وہ جس نے ملت کے زخم خوردہ بدن پہ دی ہے ردائے حکمت
علوم و دانش کی مملکت میں اسی کا سکہ رواں دواں ہے

امرِ واقعہ یہ ہے کہ شیخ الاسلام مدظلہ اپنے قدسی ہاتھوں میں تعلق باللہ، ربطِ رسالت، محبتِ صحابہ، تعظیمِ اہلِ بیتِ اطہار اور تکریمِ اولیاء کرام کا پرچم تھامے ہوئے حقیقی اسلام کے پیغامِ امن، باہمی اخلاص و محبت، برداشت اور رواداری کی پر خلوص صدا لگا رہے ہیں۔۔۔ اس صدا کی مٹھاس کی تاثیر نے کرۂ ارضی پر امت کے بکھرے ہوئے موتیوں کی مثل طبقات کو ملی وحدت و یکجہتی کی مضبوط زنجیر میں پرو دیا ہے اور وہ اسلام کے حقیقی چہرہ کو دکھانے والے عصرِ حاضر میں امتِ مسلمہ کے الامام الاکبر کے کندھے سے کندھا ملا کر امنِ عالم، تحمل و برداشت اور رواداری کی معاشرتی اقدار کی بحالی کے لیے ان کے ساتھ کھڑی ہو گئی ہے۔ یوں پوری ملتِ اسلامیہ اپنی تمام عقیدتوں، محبتوں، الفتوں اور چاہتوں کا انتساب دورِ حاضر کے مسلمانوں کے محسنِ اعظم اور دنیائے انسانی کے سب سے بڑے بہی خواہ کی طرف کرتے ہوئے اس قادرِ مطلق کے حضور یہ دعا کرتے دکھائی دیتی ہے:

چار سو تیری آواز گونجے
سدا ساری دنیا پہ تیری نظامت رہے
تو سلامت رہے تا قیامت رہے

(جاری ہے)

طاہر القادری

جرأتوں کا نشاں طاہر القادری
قوم کا پاسباں طاہر القادری

کشتیِ ملک و ملت کو منزل رساں
صورتِ بادباں طاہر القادری

بے بدل قائدِ کاروانِ وفا
بے شبہ بے گماں طاہر القادری

داعیِ جذبۂ الفتِ باہمی
مشفق و مہرباں طاہر القادری

محوِ تفسیرِ قرآں ہے شام و سحر
ہے عجب نکتہ داں طاہر القادری

روشنی فکر کی بانٹنا جس کی خُو
علم کی کہکشاں طاہر القادری

جس کی خوشبو رچی چار سو دہر میں
نکہتوں کا جہاں طاہر القادری

بالیقیں اس صدی کا مجدد خوشا!
حق کا ہے ترجماں طاہر القادری

غلبۂ دیں کی خاطر اٹھو سب چلو!
دے رہا ہے اذاں طاہر القادری

دشمنوں کے ضرر سے بہ لطفِ نبی
پائے حفظ و اماں طاہر القادری

مجھ سے ہمدانیؔ ہو اس کی توصیف کیا
میں کہاں اور کہاں طاہر القادری

(انجینئر اشفاق حسین ہمدانیؔ)

عصرِ حاضر کے چیلنجز اور فکرِ شیخ الاسلام

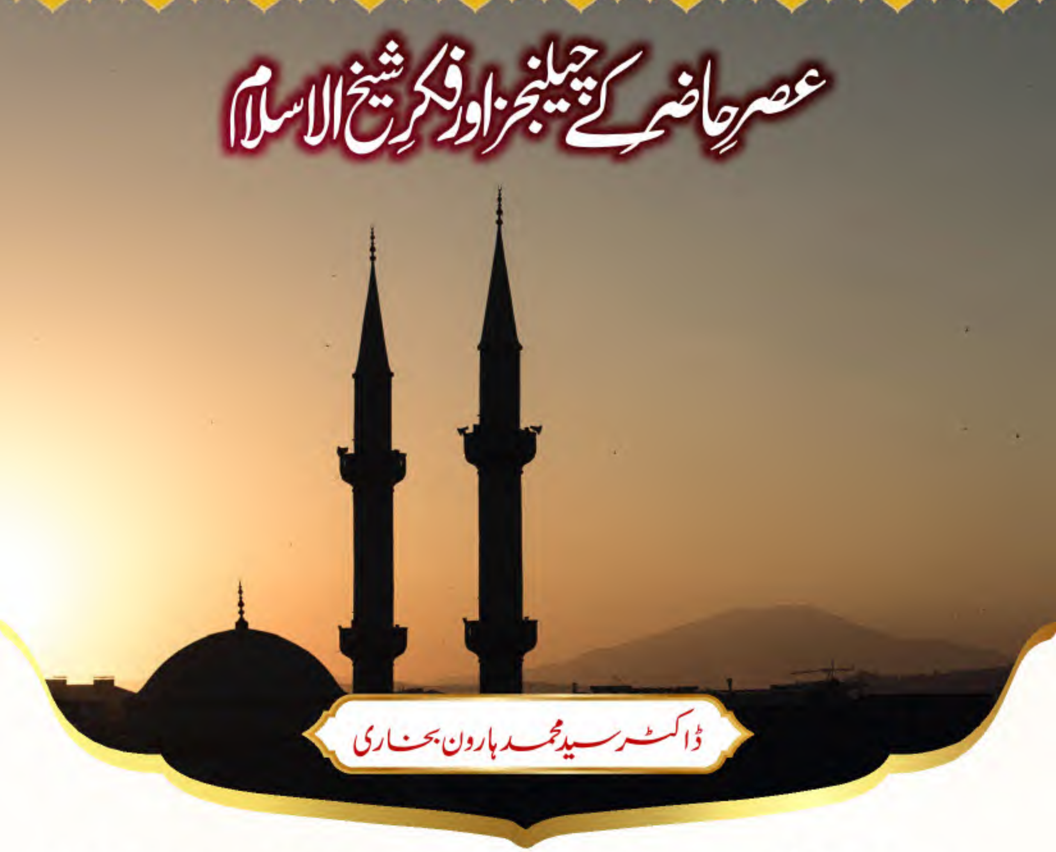

ڈاکٹر سید محمد ہارون بخاری

عصرِ حاضر کے چیلنجز سے مراد وہ مشکلات، مسائل اور سوالات ہیں جو آج کے دور میں مسلمانوں کو درپیش ہیں اور جن کا تعلق مذہبی، سماجی، اقتصادی اور فکری پہلوؤں سے ہے۔ یہ چیلنجز اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب دنیا کے بدلتے حالات، نئی ایجادات، نئے نظریات اور افکار کے باعث اسلامی تعلیمات کو نئے حالات کے تناظر میں سمجھنے اور ان کا اطلاق کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ یہاں پر عصرِ حاضر سے ہماری مراد 1850ء کے بعد سے لے کر موجودہ دور تک کا زمانہ بالعموم اور سلطنتِ عثمانیہ کے خاتمہ (1924ء) سے لے کر آج تک کا زمانہ بالخصوص ہے۔ یہ دور روشن خیالی (Enlightmen)، جدیدیت (Modernity)، انفرادیت کے فروغ (Individualism)، لادینیت، الحادیت (Atheism) جیسی فکری و نظریاتی تحریکوں کے منصہ شہود پر آنے اور سائنسی انقلاب (Scientific Revolution)، صنعتی انقلاب (Industrial revolution) کے برپا ہونے کا ہے۔

اسی دور میں نوآبادیاتی نظام (Colonialism) نے اپنے پنجے گاڑے اور عالمِ اسلام بالخصوص اس کا نشانہ بنا۔ اسی زمانہ میں سرمایہ داری (Capitalism) اور مارکسزم و سوشلزم جیسے معاشی

نظاموں نے دنیا کو دو بلاکس میں تقسیم کر دیا۔ مغرب بالادست ہوا اور اس کی تہذیب نے باقی تہذیبوں کو اپنا باجگزار بنالیا۔ عالم اسلام پر مغرب کی علمی و فکری، سیاسی و عسکری اور معاشی و معاشرتی یلغار جاری رہی جس کے اثرات سے اسلام کی قوتِ نافذہ بھی چھن گئی اور فکری نظام بھی جمود کا شکار ہو گیا۔

اس دور کے کھڑے کیے گئے چیلنجز سے نبرد آزما ہونے کے لیے عالم اسلام کے کئی مفکرین و قائدین متحرک رہے اور اپنی اپنی بساط کے مطابق چیلنجز سے نبرد آزما ہونے کے لیے کاوشوں کو بروئے کار لائے۔ مفکرین کی اس مالا کے ایک منفرد اور روشن ترین جوہر کا نام شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری ہے جن کی منفرد فکر اور قیادت ہمارا آج کا خاص موضوع ہے۔

عصر حاضر نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ چیلنجز کو سمجھنا بھی ایک سائنس ہے اور ان کا حل تلاش کرنا بھی ایک سائنس ہے۔ چیلنجز کی کئی اقسام ہوتی ہیں، یہاں ہمارا مطمع نظر قومی چیلنجز ہیں۔ قومی چیلنجز سے نمٹنے کی سائنس ایک ایسا منظم طریقہ کار ہے جس کے ذریعے ملک و قوم کو درپیش مسائل کو سمجھا جاتا ہے اور ان کے مؤثر حل کی حکمتِ عملی تلاش کی جاتی ہے۔ یہ عمل مختلف شعبہ جات کی معلومات اور مہارت کو یکجا کرتا ہے جن میں سماجی علوم، معاشیات، ٹیکنالوجی اور پالیسی میکنگ شامل ہیں۔ اس تناظر میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فکری و عملی کاوشوں کی انفرادیت اور قدر و قیمت جاننے کے لیے ہمیں عصرِ حاضر کے چیلنجز کو بھی سمجھنا ہو گا اور اس سلسلہ میں عالمِ اسلام کی موجودہ حالت پر بھی غور کرنا ہو گا۔

چیلنجز کا ادراک اور عالمِ اسلام کی موجودہ حالت

عصر حاضر کے چیلنجز کے حوالہ سے عالم اسلام کی موجودہ حالت کو مندرجہ ذیل عنوانات سے سمجھا جا سکتا ہے:

(۱) چیلنجز کا عدمِ ادراک

چیلنجز سے نبرد آزما ہونا تو رہا ایک طرف عمومی طور پر عالمِ اسلام ابھی تک چیلنجز کے ادراک سے ہی عاری ہے۔ گردشِ زمانہ نے عالمِ اسلام کے مختلف خطوں میں قیادت کا ہما جن سروں پر بٹھا دیا ہے، وہ نگہ بلند، عمیق نظری اور درپیش چیلنجز کے ادراک سے ہی عاری ہیں۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ عالمِ اسلام کو درپیش عصری چیلنجز پر کہیں پر کوئی تصنیف نہیں ملتی جس میں عمیق نظری سے تحقیقی نقطہ نظر پیش کیا گیا۔ عصری چیلنجز کے حوالہ سے جب کوئی شخص کسی علمی و فکری کاوش کی تلاش میں نکلتا ہے تو سوائے چند لوگوں کے دو چار خطابات کے کچھ دستیاب نہیں ہوتا۔

(۲) فکر و فلسفہ سے عاری اندھا دھند جدوجہد

عالمِ اسلام میں کوئی تحریکیں، جماعتیں اور شخصیات اپنی حد تک بیداری امت اور حالات کو بدلنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں، سرسری طور پر کچھ چیلنجز کا احساس بھی موجود ہے لیکن یہ ساری جدوجہد زہد و تقویٰ و اخلاص پر مبنی ہونے کے باوجود کسی ریسرچ شدہ فکر و فلسفہ سے عاری ہے۔ کسی جدوجہد کے پیچھے کوئی گہری سوچ موجود نہیں ہے۔ الجھے ہوئے تصورات کو فلسفہ ہی ایک سمت عطا کرتا ہے اور بغیر کسی فلاسفی کے سرسری غور و فکر کی بنیاد پر جو جدوجہد کی جاتی ہے وہ اخلاص و محنت کے باوجود بے نتیجہ رہتی ہے۔ عالمِ اسلام میں اس وقت جتنی بھی جدوجہد ہو رہی ہے وہ فکر و فلسفہ سے عاری اندھا دھند جدوجہد ہے اور اندھا دھند جدوجہد نتائج بھی اندھا دھند پیدا کرتی ہے۔ ایسی جدوجہد نتیجہ کچھ اور پانا چاہ رہی ہوتی ہے لیکن نتیجہ نکل کچھ اور آتا ہے۔ ایسی اندھا دھند جدوجہد سے عالمِ اسلام میں زوال و انتشار کچھ اور گہرا ہو جاتا ہے۔

(۳) چیلنجز کی عدمِ ترتیب

ایک فلسفہ ہی زندگی کے مختلف شعبہ جات میں چیلنجز کو تلاش بھی کرتا ہے اور پھر انہیں ایک منطقی ترتیب بھی دیتا ہے۔ فلسفہ ہی مختلف علوم کو یکجا کر کے یکسانیت کا احساس پیدا کرتا ہے۔ فلسفہ ہی کسی چیلنج کی زیادہ یا کم اہمیت کو طے کرتا ہے اور یہ بھی طے کرتا ہے کہ کس چیلنج کو کس وقت پر کس طرح Tackle کرنا ہے۔ جب کسی جدوجہد کے پیچھے کوئی فکر و فلسفہ موجود نہ ہو تو چیلنجز سے نمٹنے کے لیے وسائل اور وقت لگتا تو رہتا ہے لیکن اس جدوجہد کی کوئی ترتیب نہیں ہوتی اور بے ترتیب جدوجہد نتائج بھی بے ترتیب ہی پیدا کرتی ہے۔

(۴) وقتی ایشوز کو چیلنج قرار دینا

پونے دو سو سال سے عالمِ اسلام کو چھوٹے بڑے چیلنجز نے گھیرا ہوا ہے۔ اکثر چیلنجز قومی اور بین الاقوامی سطح کے ہیں۔ زوال کا دورانیہ طویل ہو گیا ہے اور ابھی تک آثارِ سحر ظاہراً نظر نہیں آرہے۔ عالمِ اسلام کا المیہ یہ بھی ہے کہ بعض وقتی ایشوز کو کل وقتی ایشوز بلکہ قومی اور بین الاقوامی ایشوز قرار دے کر جدوجہد شروع کر دی جاتی ہے بلکہ ان ایشوز پر جماعتیں قائم ہو جاتی ہیں، توانائیاں صرف ہوتی ہیں مگر نتیجہ یا تو برآمد ہی نہیں ہوتا یا بے ہنگم نتائج کا ایک اور جنگل اُگ آتا ہے۔ اگر ہر ایک وقتی ایشو کو الگ الگ حل کرنے لگ جائیں، تب بھی عالمِ اسلام کا ہمہ گیر زوال ختم نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ جب تک اصل چیلنج سے نبرد آزمانہ ہوں گے، زوال کو عروج میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں ہم نے ہر ایشو کو سیاسی طریقے سے حل کرنا وطیرہ بنالیا ہوا ہے جبکہ بعض ایشوز کی جنگ سیاسی کی بجائے قانونی و سماجی ہوتی ہے۔

(۵) چیلنجز کی سائنس سے ناآشنائی اور جذباتیت

عالمِ اسلام میں جتنی جدوجہد بھی جاری ہے (الا ماشاءاللہ) زیادہ تر صرف جذباتیت کی سطح پر ہے۔ چیلنجز سے نمٹنے کا سائنسی طرزِ عمل عنقا نظر آتا ہے۔ سائنس آف چیلنجز سے تقریباً مکمل ناآشنائی ہے۔ جلسے، جلوس، ریلیاں، محفلیں، بیانات و خطابات میں 99% جذباتی انداز سے ہی واسطہ پڑتا ہے۔ چیلنجز کے حوالے سے ٹھوس علمی و تحقیقی گفتگو یا تصنیفی کام کہیں خال خال ہی نظر آتا ہے۔ پھر اس تھوڑے سے دستیاب علمی و تحقیقی کام کا مطمعِ نظر بھی مسلکی ہے، امتِ مسلمہ کے معاملات کسی کا ہدف نہیں ہیں۔

(۶) اصل چیلنجز سے بے خبری

عالمِ اسلام جس ہمہ گیر زوال کا شکار ہے اس کے اصل چیلنجز سیاسی، معاشی اور سماجی ہیں لیکن جدوجہد کرنے والوں کا سارے کا سارا زور مسلکی و مذہبی اور فقہی ایشوز پر مرکوز ہے۔ فروعی عقائد کے مسائل پر بحث و تمحیص اور عبادات کے طریقوں کے اختلاف پر شور و غوغا ساری کی ساری تبلیغ کا ہدف صرف یہی رہ گیا ہے۔ خال خال چند لوگ اخلاقی ایشوز پر بھی بات کرتے ہیں مگر مصطفوی معاشرے کا قیام جو اصل چیلنج ہے اور اس کے نتیجے میں معاشی و سماجی تبدیلی اصل ہدف ہے، اس پر کوئی ریسرچ اور تحقیق نظر نہیں آتی۔

ساری تحقیق فروعی عقائد اور عبادت میں اختلافی مسائل کے دائرے میں ہے۔ مدارس، تعلیمی اداروں، علمی شخصیات اور عوام کی ساری نظر بس اسی اسلام پر مرکوز ہو کر رہ گئی ہے۔ اسلاف کے فضائل کے بیان سے ہی فرصت میسر نہیں ہے، چیلنجز جو منہ پھاڑے کھڑے ہیں، ان کے لیے جس تحقیق و محنت کی ضرورت ہے، اس کا کسی کو ادراک تک نہیں ہے۔ حالت وہی ہے کہ ہلاکو خان بغداد تباہ کرنے کے لیے بغداد کا محاصرہ کر چکا ہے اور اہلِ بغداد کوے کے حلال و حرام ہونے پر مناظرہ کر رہے ہیں۔ ہر طرف ناپختہ سوچ کا دور دورہ ہے، اس ناپختہ سوچ کے نقار خانے میں کسی طوطیٔ تحقیق کی صدا سننے کو کوئی تیار نہیں ہے۔ حالت یہ ہے کہ زمانہ پکار پکار کے کہہ رہا ہے:

آگ ہے، اولادِ ابراہیم ہے، نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

مگر ادھر حالت یہ ہے کہ:

واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
برقِ طبعی نہ رہی، شعلہ مقالی نہ رہی

کوئی شیخ، کوئی واعظ، کوئی مصنف یہ سوچنے کو تیار نہیں کہ اگر اس کا مزعومہ مسلک ساری قوم بھی قبول کر لے، ساری قوم نمازی ہو جائے، ساری قوم حافظ قرآن ہو جائے، ساری قوم کا تزکیہ نفس ہو جائے، ساری قوم اہلحدیث یا دیوبند یا شیعہ یا بریلوی ہو جائے پھر بھی زوالِ امت ختم نہیں ہو گا کیونکہ زوال کے چیلنج سیاسی، معاشی و سماجی ہیں مسلکی و عباداتی نہیں ہیں۔

۲۔ دورِ زوال کے مفکرین کی کاوشیں مطلوبہ نتائج پیدا کرنے میں کیوں ناکام رہیں؟

دورِ زوال کے مفکرین کی کاوشیں انتہائی قابل قدر ہیں۔ انھوں نے اپنے اپنے علاقے میں مسلمانوں کی ایک متعدبہ تعداد کو متاثر کیا، کئی مفکرین نے اپنی اپنی جماعتیں قائم کیں اور اپنی فکر کے نتائج حاصل کرنے کی کوشش کی۔ مگر مجموعی اعتبار سے یہ مفکرین امتِ مسلمہ کو درپیش چیلنجز کا علمی و عملی سطح پر کماحقہ حل نہ دے سکے۔ عصر حاضر کے چیلنجز سے نبرد آزما ہونے کے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی انفرادیت سے آشنا ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہم مختصر طور پر یہ بھی جائزہ لیں کہ مندرجہ بالا تمام فکری کاوشیں وہ نتائج پیدا کیوں نہ کر سکیں جس کی توقع تھی اور یہ کہ عالمِ اسلام ابھی تک زوال کے دائرے سے باہر کیوں نہیں آپا رہا؟ اس سلسلہ میں اہم نکات درج ذیل ہیں:

(۱) محدود ذہنیت کے ساتھ جدوجہد

دورِ زوال میں جتنی بھی فکری کاوشیں اور جدوجہد ہوئی اس کا زیادہ تر زور فقط اسلام کے سیاسی غلبہ کو بحال کرنے پر رہا۔ سیاسی غلبہ حاصل کرنے کے بعد کیا کرنا ہے اور معاشرے کو کس نہج پر تشکیل دینا ہے، مذہبی محدود ذہنیت اس کے ادراک سے محروم رہی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انقلاب سے مراد فقط اسلامی سزاؤں کا نفاذ اور عورت کو پردے میں ملبوس کیا جانا ہی لیا جاتا رہا۔ اسلام ایک کلیت کا حامل دین ہے لیکن ان مفکرین کے ہاں فقط چند اجزاء کو ہی کل اسلام سمجھ کر انھیں نافذ کرنے کی آرزو پنپتی رہی۔

(۲) سماج میں تبدیلی کی سائنس سے ناآشنائی

عصرِ حاضر میں سماجیات ایک سائنس کا درجہ اختیار کر چکی ہے۔ ہمارے مفکرین کی اکثریت اپنے اخلاص کے باوجود سماجی تبدیلی کی سائنس کو یا تو کم اہمیت دیتی رہی یا اس سے بالکل ہی ناآشنا رہی۔

(۳) علم کا تخلیقی کی بجائے توجیہی رہنا

ہمارے مفکرین کا دائرہ علم زیادہ تر تفسیری و توجیہی رہا۔ نئے دور کے تقاضوں کے مطابق قرآن و حدیث کی بنیاد پر اجتہاد کر کے نیا علم تخلیق کرنے سے صرفِ نظر ہی جاری رہا۔ قرآن مجید کی پرانی

تفسیریں، احادیث کی پرانی شروحات اور فقہ کی پرانی کتابوں کو نافذ کرنے کو ہی معراج سمجھ لیا گیا حالانکہ زمانہ نئے علم کی تخلیق کا تقاضا جا بجا کر رہا تھا اور کر رہا ہے۔

(۴) نبوی سیاست کو سمجھنے میں غلطی

ہمارا مطالعہ سیرت بھی زیادہ تر جذباتیت پر ہی مبنی رہا۔ سیرتِ طیبہ کو سائنسی نقطہ نظر سے پڑھنا مفقود ہی رہا۔ سیاست نبوی کے فقط چند مدنی پہلو ہی مد نظر رہے لیکن سیاستِ نبوی کس طرح قدم بہ قدم ایک مکمل سائنس کا درجہ رکھتی ہے، اسے سمجھا نہ جاسکا۔ اسی غلطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ معاشی و سماجی تبدیلی کے لیے کوئی کام نہ ہو سکا اور سیاسی پہلو میں سے بھی صرف اسلامی سزاؤں کا نفاذ اور عورت کا پردہ و عفت ہی مطمع نظر رہا۔ سیرتِ طیبہ قدم بہ قدم جس تدریج کا درس دے رہی تھی، اس سے صرفِ نظر کر کے صرف چند امور کو جذباتی انداز میں سمجھا اور بیان کیا جاتا رہا۔

(۵) بین الاقوامیت کی غیر موجودگی

نئی سائنسی ایجادات کے بعد دنیا دن بہ دن گلوبلائز ہو رہی تھی، جس کے نتیجے میں عالمی طاقتوں کے اثرات محسوس اور غیر محسوس طور پر ممالک و اقوام پر گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ اکثر تحریکات اس گلوبلائزیشن کے اثرات اور اس سے نمٹنے کے طریقوں سے ناآشنا رہیں۔ تبدیلی کی خواہاں یہ تحریکات زیادہ تر لوکلائز (Localize) ہی رہیں۔ لہذا سیاسی اقتدار کے بعد جب انہیں بین الاقوامی معاملات سے نمٹنا پڑا تو ان سے جا بجا غلطیاں ہوئیں اور اپنے سماج کو مضبوط کرنے سے پہلے ہی غیر ضروری بین الاقوامی جھگڑوں کو مول لے کر خود کو کمزور کر بیٹھیں۔

(۶) ریسرچ ورک کی عدم موجودگی

ہم یہ کہنے میں شاید حق بجانب ہیں کہ ماضی کی یہ تحریکات اور زمانہ حال میں موجود تحریکات میں سوائے تحریک منہاج القرآن کے کسی کے پاس بھی مصطفوی معاشرے کے قیام پر کوئی ریسرچ ورک موجود نہیں۔ غیر مسلم دنیا میں معاشرے کی سطح پر ایک بڑی تبدیلی پیدا کرنا ایک مکمل سائنس کا درجہ رکھتی ہے۔ کسی بھی معاشرے میں بنیادی سطح پر تبدیلی پیدا کرنے کے لیے غیر مسلم مفکرین کا انداز مکمل طور پر سائنسی ہے۔ انقلاب صرف جذبات کا استعمال کر کے سیاسی تبدیلی پیدا کرنے کا نام نہیں بلکہ ایک ریسرچ ورک ہے۔ ہر دیرپا انقلاب انقلابی فکر پر مبنی کسی کتاب یا کتب کی بنیاد پر برپا ہوا ہے۔ وہ سیاسی تبدیلیاں یا انقلاب جو تحقیق، علم اور گہری فکر پر مبنی نہ ہوں وہ جلد ہی اپنا اثر کھو دیتے ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ کا طریقہ مبارکہ بھی یہی رہا ہے کہ جب وہ کسی نبی کو انسانیت کے رہنما اور لیڈر کے طور پر مبعوث فرماتا ہے تو ساتھ اسے ایک کتاب بھی دیتا ہے۔ یہ کتاب اس نبی کا سیاسی، معاشی و سماجی ایجنڈا ہوتا ہے،

یہی کتاب اس کا منشور ہوتا، اسی کتاب کی طرف وہ دعوت دیتا ہے، اس کتاب کے پروگرام کو اس نے نافذ کرنا ہوتا ہے۔ لہذا لیڈر کے ساتھ کتاب (Written document) کا ہونا ضروری ہوتا ہے پھر اس کتاب کی بنیاد پر ایک جماعت تشکیل پاتی ہے اور پھر وہی جماعت انقلاب برپا کرتی ہے۔ اس باب میں ہمارا المیہ یہ رہا کہ کسی بھی لیڈر نے اس موضوع پر بطور سائنس کام ہی نہیں کیا، نتیجتاً وہ مطلوبہ نتائج حاصل نہ کر سکا۔

۳۔ عصرِ حاضر کے چیلنجز اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

امت مسلمہ اس وقت ہمہ گیر زوال کا شکار ہے۔ لہذا چیلنجز بھی ہمہ گیر ہیں۔ زندگی کے جس بھی شعبے کو لیں وہی چیلنجز سے گھرا ہوا ہے۔ جس سمت نگاہ اٹھائیں چیلنجز ہی چیلنجز ہیں۔ ہر چیلنج کے اندر اس کے ذیلی چیلنجز موجود ہیں۔ چیلنجز کی فہرست بنانا بجائے خود ایک محنت طلب کام ہے۔۔۔ پھر ان چیلنجز کو منطقی ترتیب دینا، اہم اور کم اہم چیلنجز کو مرتب کرنا بھی ایک چیلنج ہی ہے۔۔۔ اور پھر ان چیلنجز کو حل کرنے کے لیے پالیسی وضع کرنا انتہائی اہم فکر و فلسفہ پر مبنی علمی و تحقیقی کام ہے۔ عصر حاضر کے چیلنجز کو دو بڑے عنوانات کے تحت بیان کیا جا سکتا ہے۔

ا۔ اندرونی (داخلی چیلنجز)　　　۲۔ بیرونی (خارجی) چیلنجز

۱۔ اندرونی چیلنجز میں اہم ترین تعلق باللہ میں کمزوری، ربطِ رسالت میں کمی، قرآن مجید سے دوری، عقائد و معاملات میں افراط و تفریط، فرقہ واریت، لسانی و نسلی و علاقائی تعصبات، فتنہ وطن پرستی، زندگی کی بے مقصدیت، عدمِ برداشت، اخلاقی انحطاط، جزئیت پرست، دنیا پرستی، فکری جمود وغیرہ ہیں۔ قرآن وحدیث کی من مانی تاویلات و تعبیرات و تشریحات بھی ایک اہم چیلنج ہے۔

۲۔ بیرونی چیلنجز میں درج ذیل چیلنجز شامل ہیں:

(i) فکری و نظریاتی چیلنجز: اس میں الحاد (Atheism) اور سیکولرازم (Secularism) کا فروغ، اسلامی اصولوں پر جدید فلسفوں اور نظریات کی تنقید وغیرہ شامل ہیں۔

(ii) تعلیمی و سائنسی چیلنجز: اس میں دینی و عصری علوم کے درمیان خلا، مسلمانوں کی علمی پسماندگی اور سائنسی ترقی میں کمی، جدید سائنس و ٹیکنالوجی کے ساتھ دینی تعلیمات کی تطبیق کا چیلنج، بے خبری کا بحران، عصری چیلنجز کا سامنا کرنے کے طریقے سے ناآشنائی وغیرہ شامل ہیں۔

(iii) معاشرتی و ثقافتی چیلنجز: اس میں مغربی تہذیب کے اثرات اور ثقافتی یلغار، اسلام کے خاندانی نظام پر حملے، نوجوان نسل کی دینی بے راہ روی وغیرہ شامل ہیں۔

(iv) سیاسی و اقتصادی چیلنجز: اس میں مسلم ممالک میں عدمِ استحکام، مغربی طاقتوں کی مداخلت اور نوآبادیاتی ورثے کے اثرات، سودی معیشت کے مقابل اسلامی معیشت کے قیام میں مشکلات وغیرہ شامل ہیں۔

(v) اسلاموفوبیا: اس میں مغربی دنیا کی اسلام کو دہشت گردی سے جوڑنے کی کوشش، مسلمانوں کے خلاف تعصب اور منفی پروپیگنڈہ، پیغمبر اسلام اور قرآن مجید کی اہانت کی کوششیں وغیرہ شامل ہیں۔

تاریخ کا مطالعہ اس امر کو واضح کرتا ہے کہ یہ کبھی نہیں ہوا کہ مفکر فکر دینے کے ساتھ ساتھ اپنی فکر کو عملی جامہ پہنانے کی سعی بھی خود ہی کر رہا ہو، مفکر فکر دے کر چلا جاتا ہے اور اسے عملی جامہ کوئی اور پہناتا ہے۔ مثلاً: کارل مارکس Das Kapitall لکھ کر چلا گیا مگر اسے عملی جامہ لینن اسٹالن اور ماؤزے تنگ نے پہنایا۔۔۔ کیپٹلزم پر کتب ایڈم سمتھ اور ڈاڈر یکارڈو نے لکھیں مگر عملی جامہ مغربی سیاستدانوں نے پہنایا۔۔۔ فکر اقبال نے دی اور اسے منصہ شہود پر لانے کا کام محمد علی جناح نے سرانجام دیا۔ مگر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری وہ واحد شخصیت ہیں کہ آپ نے ان چیلنجز پر نہ صرف فکری و نظریاتی کام کیا ہے بلکہ عملاً بھی بے مثال کام کیا ہے۔ اپنے نظریات و فکریات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے وہ انتہائی جرأت اور حکمت کے ساتھ قدم بہ قدم اپنی طے کردہ منزل کی طرف بڑھتے چلے جارہے ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی جمیع کتب اور خطابات سے یہ بات عیاں ہے کہ آپ نے عصرِ حاضر کے چیلنجز کا نہ صرف ادراک کیا بلکہ سائنسی انداز میں ان کی درجہ بندی، تدریج و ترتیب کے ذریعے اصل امراضِ امت کی تشخیص کی اور پھر ان امراض کا شافی و وافی علاج اور طریق علاج بھی دریافت کیا۔۔آپ نے جذباتیت کی بجائے خالص عملیت کو مدنظر رکھ کر اسباب و نتائج کو بیان فرمایا۔۔اسلامی فکر کو جذباتیت سے ہٹا کر خالص سائنسی بنیادوں پر استوار کیا۔۔۔ شیخ الاسلام نے اپنی کتب اور خطابات کے ذریعے چیلنجز کے عدمِ ادراک کو ادراک میں بدلا اور فکر و فلسفہ سے عاری اندھا دھند جدوجہد کو ایک واضح سمت عطا کی۔۔۔ وقتی ایشوز کو الگ اور مستقل چیلنجز کو الگ قرار دیا۔۔۔ علم کو توجیہات سے اٹھا کر تخلیقی علم کے شعور کو جلا بخشی۔۔۔ نبوی سیاست کو اس کی اصل روح کے ساتھ گہرائی میں جا کر سمجھا۔۔۔ گلوبلائزیشن کے اثرات کو سمجھ کر جدوجہد کی بین الاقوامیت کے تقاضوں کو اجاگر کیا۔ اِن تمام کی کاملاً تفہیم کے لیے شیخ الاسلام کی تصانیف میں سے بالخصوص ''قرآنی فلسفۂ انقلاب'' کا مطالعہ نہایت مفید ثابت ہوگا۔

(ا) اندرونی (داخلی) چیلنجز اور شیخ الاسلام

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے عالم اسلام کو درپیش اندرونی چیلنجز کے لیے نہ صرف فکر و فلسفہ پیش کیا بلکہ ان چیلنجز سے نمٹنے کے لیے باقاعدہ عملی جدوجہد کا بھی آغاز کیا۔ ان کا کوئی کام بھی ریسرچ کے بغیر نہیں ہوتا بلکہ ہر ہر قدم پر گہرا شعور کارفرما ہوتا ہے۔ ذیل میں چند مظاہر ملاحظہ ہوں:

ا۔ تعلق باللہ کی کمزوریوں کو دور کرنے کے لیے انھوں نے محافلِ ذکر و فکر، شب بیداریوں کا سلسلہ بھی شروع کیا اور اس پر تحریری و تقریری علمی مواد بھی فراہم کیا۔

جہاں کے دل میں علم کی لو جگائی ہے
امن و محبت کی خوشبو پھیلائی ہے
شیخ الاسلام کا ہر قدم ہے رہبر
جنہوں نے امت کی الجھن سلجھائی ہے

ہم اصلاحِ احوالِ امت، تجدیدِ دین اور احیائے اسلام کے مصطفوی مشن کے لیے کوشاں

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو

74 ویں سالگرہ کے موقع پر

ہدیہ تہنیت پیش کرتے ہیں

یا اللہ! ہمیں وہ عزم دے کہ ہم ہمیشہ شیخ الاسلام کی جدوجہد میں شریک رہیں اور ان کی رہنمائی کے اثرات کو اپنے عمل میں بدلتے ہوئے ان کے مشن کو کامیابی کی بلندیوں تک پہنچائیں

منہاج القرآن انٹرنیشنل UK

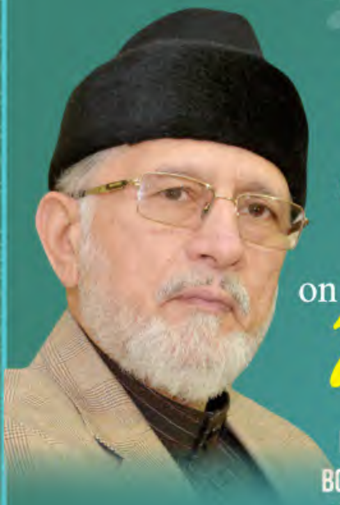

Heartfelt

Congratulations to

Shaykh-ul-Islam Dr. Muhammad

Tahir-ul-Qadri

on his

74th Birthday

MAY ALLAH ALMIGHTY BLESS SHAYKH-UL-ISLAM WITH BOUNDLESS HEALTH AND WELL-BEING, AND BESTOW UPON HIM GREATER TREASURES OF KNOWLEDGE AND WISDOM.

TOP LINKS INTERNATIONAL CO.,LTD.

WE DEALS AND EXPORTS ALL KIND OF USED HEAVY MACHINERY & EQUIPMENTS & PLANTS, CRANE, EXCAVATOR, WHEEL LOADER, VIBRATORY ROLLER, MOTER GRADER, BULDOZER. (ASPHALT, BATCHING, CRUSHING, PLANTS, E.T.C)

SHAHZAD ALI (PRESIDENT)
Gangseo-gu, Hwagok-dong, 1081-15, Seoul, Korea
Tel: +82-2-334-0786 Fax: +82-2-2065-0399
Mobile: +82-10-8731-0571
E-mail: toplinksltd@yahoo.com

۲۔ ربط رسالت کی بحالی کے لیے گھر گھر میلاد النبی ﷺ کی محافل، عالمی میلاد کانفرنس، گوشہ درود، حلقات درود و فکر عملی طور پر قائم کیے اور اس سلسلہ میں تحریر و تقریر کا ایسا حق ادا کیا کہ تحریک منہاج القرآن فروغِ عشق رسول ﷺ کا پوری دنیا میں استعارہ بن گئی۔

۳۔ امت کی قرآن مجید سے دوری کو رجوع الی القرآن سے بدلنے کے لیے نہ صرف علمی، تفسیری اور تقریری کام کیا بلکہ شہر شہر، قصبہ قصبہ دروسِ قرآن کا تحریک کی نظامت دعوت کے تحت ایک جال بچھا دیا۔

۴۔ قرآن و حدیث کی من مانی تاویلات، تعبیرات اور تشریحات کرکے وحدتِ امت کا شیرازہ جس طرح بکھیرا جارہا تھا، اس کے آگے بے مثال علمی و تحریری کام کرکے بند باندھ دیا۔ انسائیکلوپیڈیا آف قرآن، انسائیکلوپیڈیا آف حدیث، ڈھائی سو سے زیادہ علوم الحدیث پر کتب، دروس حدیث، ختم بخاری کے ذریعے امت کی شیرازہ بندی اور قرآن و حدیث کی صحیح رہنمائی کا شاندار فریضہ سرانجام دیا۔

۵۔ امت کے اخلاقی انحطاط کو دور کرنے کے لیے تعلیماتِ تصوف کے فروغ کو لازمی قرار دیا۔ انھوں نے اپنی ابتدائی کتب میں لکھا کہ صرف عقلی غذا دینے سے انسانی طبیعت کو مثالی شخصیت میں نہیں بدلا جاسکتا بلکہ اس کے لیے قلبی غذا کی بھی ضرورت ہے کہ اصل فساد تو قلوب میں واقع ہو گیا ہے۔ پھر انھوں نے فسادِ قلب پر تفصیلی گفتگو کی اور بتایا کہ فسادِ قلب کو صرف تین طریقوں صحبتِ صالحہ، عشقِ رسول ﷺ اور کثرتِ ذکرِ الٰہی سے دور کیا جاسکتا ہے اور یہ سارا راستہ تصوف کا راستہ ہے۔ انھوں نے اسلاف کی اصل تعلیماتِ تصوف کو اجاگر کیا اور رسمی تصوف کی رسوم و رواج پر کھل کر تنقید کی۔

۶۔ فرقوں اور مسالک میں بٹی امتِ مسلمہ کو اتحادِ امت کا نہ صرف درس دیا بلکہ دردمندی کے ساتھ اس پر عملی کام بھی کر دکھایا۔ آج منہاج القرآن کے پلیٹ فارم پر تمام مسالک کے علماء و مشائخ و قائدین کا گلدستہ اکٹھا ہوتا ہے۔ انھوں نے عدمِ برداشت کے ماحول میں برداشت کے جذبوں کی تعلیم دی۔

۷۔ شیخ الاسلام نے لسانی، علاقائی، نسلی تعصبات اور فتنہ وطن پرستی و قوم پرستی کی نہ صرف سائنسی وجوہات بیان کیں بلکہ ان کو دور کرنے کے لیے ضروری اقدامات بھی تجویز کیے۔ یہ تعصبات کیسے اور کیوں ابھرے، امتِ مسلمہ کا شیرازہ کیوں اور کیسے بکھرا، ہر ایک کی وجوہات کو بیان کیا۔

۸۔ امتِ مسلمہ کی اکثریت جس بے مقصدیت کا شکار تھی، اسے غلبہ دین حق کی بحالی کے عظیم مقصد کی طرف رہنمائی کی اور اس مقصد کے لیے ایک عظیم تحریک بپا کی جس کا اولین ہدف پاکستان

میں مصطفوی معاشرے کا قیام عمل میں لانا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ صرف اندرونی و داخلی چیلنجز سے نمٹنے کے لیے شیخ الاسلام کی خدمات کا ہی جائزہ لیا جائے تو دفتر کے دفتر درکار ہوں گے۔ بنظرِ غائر جائزہ لیا جائے تو ان کی ذات ایک امت کا کام کرتی نظر آتی ہے۔

(۲) بیرونی (خارجی) چیلنجز اور شیخ الاسلام

امتِ مسلمہ کو درپیش بیرونی و خارجی چیلنجز کی جتنی طویل فہرست ہے، اسی طرح ہر ہر چیلنج کے مقابل شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی خدمات کی بھی ایک طویل فہرست ہے۔ انسان حیران رہ جاتا ہے کہ ہر ہر چیلنج کے مقابل شیخ الاسلام کھڑے نظر آتے ہیں۔ اس حوالے سے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے شیخ الاسلام کے چند اقدامات ملاحظہ ہوں:

(i) فکری و نظریاتی چیلنجز

فکری و نظریاتی چیلنجز کے باب میں فتنہ الحاد (Atheism) کو لیں تو اس کے مقابل وہ ''خدا کو کیوں مانیں اور مذہب کو کیوں اپنائیں؟'' کے لیکچرز کے ساتھ منفرد نظر آتے ہیں۔ اسلامی اصولوں پر جدید نظریات اور فلسفوں کی تنقید کا وہ تقریباً اپنی ہر کتاب میں اور ہر خطاب میں جواب دیتے نظر آتے ہیں۔ سیکولرازم (Secularism) کے مثبت تصورات کو قبول بھی کرتے ہیں اور اس کے منفی تصورات کا رد بھی کرتے ہیں۔ جدیدیت (Modernity) اور انفرادیت پسندی (Individualism) کا قرآن و سنت کی روشنی میں جائزہ لے کر خالص قرآنی سائنسی انداز میں اس کے رد و قبول کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ان کے ہاں اجتہاد ایک زندہ قوت ہے۔ وہ لفظی فتوؤں سے زیادہ عملی فتویٰ دیتے ہیں اور قدیم و جدید کے حسین امتزاج سے ہر حوالے سے ایک نئے طریقے کی بنیاد رکھتے ہیں۔

(ii) تعلیمی و سائنسی چیلنجز

امتِ مسلمہ کو جو تعلیمی و سائنسی چیلنجز درپیش ہیں۔ ان کے بھی ہر ذیلی چیلنج پر شیخ الاسلام محاذ آرا نظر آتے ہیں۔ دینی و عصری علوم کے درمیان خلا کو پُر کرنے میں جس قدر کام شیخ الاسلام نے کیا ہے، کوئی دوسرا اس کا عشرِ عشیر بھی سامنے نہیں لا سکتا۔ انھوں نے منہاج القرآن کی بنیاد رکھتے ہی دینی و عصری علوم کو یکجا کر کے ایک نئی طرح ڈالی اور اب تو منہاج یونیورسٹی کی شکل میں اس کی روشنی سے ایک عالم منور ہو رہا ہے۔ انھوں نے فتوؤں کو بوچھاڑ میں بھی جدید ٹیکنالوجی کو ہر طرح سے استعمال کرنے کا اجتہاد کیا اور جب لوگ تصویر کو حرام اور TV، VCR کو گند قرار دیتے تھے، تب بھی جرأت رندانہ سے اس کا استعمال کیا۔ بالآخر شیخ الاسلام کی ہمنوائی ہی سے سب کو کام چلانا پڑا۔ انھوں نے

بے خبری کے بحران میں صحیح خبر سے ساعتوں کو آشنا کیا اور عصری چیلنجز کا سامنا کرنے کے طریقے سے امت کی ناآشنائی کو فکر صحیح سے آشنا کر کے ایک واضح اور روشن راستہ کی طرف رہنمائی کی۔

(iii) معاشرتی و ثقافتی چیلنجز

امت کو درپیش معاشرتی و ثقافتی چیلنجز کا بھی کوئی محاذ ایسا نہیں جس پر شیخ الاسلام کھڑے نظر نہ آئیں۔ وہ اپنی عظیم تصنیف قرآنی فلسفہ انقلاب میں امت مسلمہ پر مادیت، اشراقیت، متنبیت اور معرضیت کے حملوں کی سائنسی درجہ بندی کرتے ہیں اور پھر ان چیلنجز سے نبرد آزما ہونے کے طریقے کار کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ وہ مغربی تہذیب کے اثرات، اسلامی خاندانی نظام پر مغربی اعتراضات اور نوجوان نسل کی بے راہ روی کا عمیق نظری سے جائزہ لیتے ہیں اور اس کے تدارک کی غیر جذباتی اجتہاد کے ذریعے تدبیر بھی بتاتے ہیں، رہنمائی بھی کرتے ہیں اور خود عملاً بھی اس کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔

(iv) سیاسی و اقتصادی چیلنجز

یہ چیلنجز نہ صرف امت مسلمہ بلکہ اس وقت بین الاقوامی سطح تک ہر ملک و قوم کو درپیش ہیں۔ امت مسلمہ کے سیاسی چیلنجز میں مسلم ممالک میں سیاسی عدم استحکام، مغربی طاقتوں کی مداخلت اور نوآبادیاتی (Colminal) ورثے کے اثرات، وطن پرستی اور قوم پرستی کے اثرات شامل ہیں یعنی سیاست و سماج دونوں ہی کو چیلنجز کا سامنا ہے۔ شیخ الاسلام سیاسی و سماجی انقلاب سے پہلے ذہنی و فکری انقلاب کا فلسفہ پیش کرتے ہیں۔ قرآنی فلسفہ انقلاب میں پہلے وہ فکری سطح پر وقوع پذیر ہونے والے تغیرات کا سائنسی تجزیہ پیش کرتے ہیں پھر علمی سطح پر سیاسی فکر میں برپا ہو جانے والے تغیرات بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد عملی سطح پر سیاسی فکر میں تغیرات کا تجزیہ کرتے ہوئے سیاسی و سماجی انقلاب سے پہلے ذہنی و فکری انقلاب کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ اس تناظر میں جب ہم شیخ الاسلام کی سیاسی جدوجہد کا جائزہ لیتے ہیں تو وہ سو فیصد اپنے نظریات کے مطابق سیاست کرتے نظر آتے ہیں۔ وہ روایتی سیاست کی بجائے انقلابی سیاست کرتے ہیں۔ ان کی سیاست کا سارے کا سارا محور بھی ذہنی و فکری شعور پیدا کرنے کے ارد گرد رہا ہے۔ انھوں نے سیاست کو بھی عوامی شعور کی بیداری کے لیے استعمال کیا ہے۔

(v) معاشی چیلنجز

معاشی چیلنجز نے عالم اسلام سمیت تمام دنیا کو اپنے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ دنیا کے 150 سے زائد ممالک میں جن میں عالمِ اسلام کے ممالک بھی شامل ہیں، ان پر سرمایہ داری (Capitalism) نے پنجے گاڑے ہوئے ہیں۔ سودی نظام معیشت نے انسانیت کو ذلت و خواری کا شکار کر دیا ہے۔ سوشلزم و کمیونزم کچھ عرصہ سرمایہ داریت کا مقابلہ کرنے کے بعد اپنی موت آپ مر چکے ہیں۔ دونوں فلسفے ہی

انسانی دکھوں کا مداوا کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ برطانیہ کے کنگ چارلس نے آکسفورڈ یونیورسٹی کے سنٹر فار اسلامک اسٹڈیز میں لیکچرز کے دوران کہا تھا کہ دنیا کا موجودہ سسٹم ناکارہ ہو گیا ہے جو کہ بیسا کھیوں کے سہارے چل رہا ہے۔ لہذا ہمیں اس کا متبادل تلاش کرنا ہو گا۔ میں اس کے لیے اہل دانش کو ایک مشورہ دوں گا کہ وہ متبادل کے طور پر اسلام کو اسٹڈی کریں اور اسلام کو ماضی کے لحاظ سے نہیں بلکہ موجودہ سسٹم کی ناکامی کے تصور کے ساتھ متبادل کے طور پر اسٹڈی کریں۔ اسلام کو اسٹڈی کرنے کے لیے تین باتوں کو ذہن میں رکھیں:

۱۔ ہمارے بڑوں نے ہمیں اسلام کے متعلق جو بتا رکھا ہے اسے بھول کر اسٹڈی کریں۔

۲۔ اس وقت مسلمان جیسے نظر آ رہے ہیں، اسے بھی نظر انداز کر دیں۔

۳۔ اسلام کو اوریجنل سورسز سے اسٹڈی کریں۔

اگر آپ یہ تین باتیں سامنے رکھ کر اسلام کو اسٹڈی کریں گے تو میرا وجدان کہتا ہے کہ مستقبل کے لیے ہمارے پاس اسلام کے علاوہ کوئی متبادل نظام نہیں۔

کنگ چارلس کے یہ الفاظ اسلام کو اوریجنل سورسز سے اسٹڈی کرنے کی اہمیت کو اجاگر کر رہے ہیں۔ شیخ الاسلام کی یہی انفرادیت ہے کہ انھوں نے اسلام کو اوریجنل سورسز سے اسٹڈی کر کے اس پر پڑی زمانے کی گرد ہٹا کر اسے بالکل اوریجنل شکل میں پیش کر دیا ہے۔ اسی کو تو ہی تجدید کہتے ہیں۔

شیخ الاسلام نے مارکسزم، سوشلزم اور سرمایہ داری اور عصر حاضر کی اسلامی فقہی معاشی ابحاث سے جدا ہو کر اسلام کا اصل معاشی انقلابی نظریہ اقتصادیات اسلام (تشکیل جدید) کی صورت میں دیا ہے۔ نظامِ معیشت ملکیت کی بحث سے شروع ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام نے قرآن و سنت کی روشنی میں مال کی تعریف کرتے ہوئے ملکیت مال (Possessiveness of goods) اور منفعتِ مال (Profitablity of goods) کو الگ الگ کر کے ایک انقلابی نظریہ پیش کیا ہے جو سرمایہ داری کی چیرہ دستیوں کا بھی حل ہے اور کمیونزم کی محدودیت کا بھی حل ہے۔ انھوں نے ملکیت مال کے حقوق کو بھی مشروط کیا ہے کہ مال اور اشیاء تب تک ہی کسی ملکیت میں رہ سکتی ہیں جب تک ان سے منفعت بنی نوع انسان کو پہنچتی رہے۔ اشیاء و اموال پر ذاتی قبضہ ہو سکتا ہے لیکن ان کا منافع صرف ملکیت والے تک محدود نہیں ہے بلکہ منفعت میں بنی نوعِ انسان مشترکہ طور پر شریک ہے۔ یہی وہ معاشی فکر ہے جو نہ صرف عالمِ اسلام کی کایا پلٹ سکتی ہے بلکہ تمام انسانیت کے معاشی دکھوں کا مداوا بھی ہے۔

(vi) اسلاموفوبیا کا چیلنج

اسلاموفوبیا جس کے تحت مغربی دنیا نے اسلام کو دہشت گردی سے جوڑنے کی کوشش کی ہے۔

مسلمانوں کے خلاف تعصب اور منفی پروپیگنڈہ کیا گیا ہے اور قرآن مجید و پیغمبر اسلام کی بار بار توہین کی کوشش کی گئی ہے۔ اس فتنے کے سامنے میں بھی سب سے منفرد اور جاندار کردار شیخ الاسلام نے ادا کیا ہے۔۔۔آپ کا دہشت گردی کے خلاف فتویٰ جس نے دنیا کے اسلام کے متعلق غلط فکری اشکالات کو دور کیا، ایک شاہکار ہے۔۔۔ سیرت نبوی ﷺ کا اصل خاکہ پیش کر کے آپ نے ذاتِ نبوت سے متعلق فکرِ مغرب کے اوہامات کا ازالہ کیا۔۔۔ اہانت کے معاملات پر جذباتیت کی بجائے خالص فکری و نظریاتی اور قانونی سطح پر جنگ لڑ کر ڈنمارک میں اہانت رسول اور قرآن مجید کی بے ادبی کو قانوناً جرم ڈیکلیئر کروایا۔ اس محاذ پر بھی آپ ہر جگہ نظریاتی دفاع کرتے نظر آئے۔

شیخ الاسلام کی انفرادیت صرف یہ نہیں کہ چیلنجز کو سمجھتے بھی ہیں، ان کے دفاع کی مؤثر پلاننگ بھی کرتے ہیں بلکہ وہ ہر چیلنج سے نمٹنے کی سائنسی حکمت عملی بھی ترتیب دیتے ہیں۔ وہ توپ سے چڑیا کا شکار نہیں کرتے بلکہ جہاں علمی جدوجہد کی ضرورت ہو وہاں علمی انداز اپناتے ہیں۔۔۔ جہاں قانونی معاملات ہوں وہاں قانونی جنگ لڑتے ہیں۔۔۔ جہاں فلسفیانہ موشگافیاں ذہن پراگندہ کر رہی ہوں وہاں فلسفہ کی زبان میں جواب دیتے ہیں۔۔۔ اور جہاں جذبات کی ضرورت ہو، وہاں جذبات بھی ابھار دیتے ہیں۔ ان کا انداز مکمل حکیمانہ اور سائنٹیفک ہوتا ہے۔

خلاصۂ کلام

عصر حاضر کے چیلنجز کے بالمقابل شیخ الاسلام کی ذات کو دیکھیں تو انھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ فیض ملا ہوا نظر آتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (النحل: ۱۲۰)

”بے شک ابراہیم (علیہ السلام تنہا ذات میں) ایک اُمت تھے، اللہ کے بڑے فرمانبردار تھے، ہر باطل سے کنارہ کش (صرف اسی کی طرف یکسو) تھے، اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔“

احادیث مبارکہ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ عام انسانوں میں سے بھی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو تنہا ایک امت کا کام کر جاتے ہیں۔ عصرِ حاضر کے چیلنجز کے حوالہ سے لیے گئے مذکورہ جائزے کی روشنی میں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ بلاشبہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے جس علم و حکمت، جرأت و بہادری، ترتیب و تدریج اور عزمِ مصمم کے ساتھ ہر ہر چیلنج کا مقابلہ کیا ہے، وہ تنہا ایک امت کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں اور ان شاء اللہ قیامت کے دن ایک امت کے طور پر اٹھائے جائیں گے۔

اَخلاقی بحران اور اُن کا حل

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے افکار کی روشنی میں

ڈاکٹر شفاقت علی شیخ

عصر حاضر میں دنیا کو بے شمار چیلنجز کا سامنا ہے۔ دیانتداری سے جائزہ لیا جائے تو آج کا سب سے بڑا مسئلہ اخلاقی بحران ہے۔ یہی وہ منبع و مصدر ہے جہاں سے باقی سارے مسائل جنم لے رہے ہیں۔ یہ مادی ترقی اپنے ساتھ بہت سارے مسائل بھی لے کر آئی ہے جنہوں نے زندگی کا فطری حسن چھین لیا ہے۔ سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ انسان دنیوی سامانوں میں گم ہو کر اعلیٰ اخلاقی اقدار سے محروم ہو چکا ہے جس کے نتیجے میں زندگی مصنوعی، کھوکھلی، سطحی اور بناوٹی بن گئی ہے۔

قرآن مجید کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جتنی بھی اقوام ہلاک ہوئیں اور اُن پر جو عذاب بھی آیا وہ اُن کے کسی نہ کسی اخلاقی بگاڑ کا ہی نتیجہ تھا۔ اللہ رب العزت کا یہی قانون ایک فرد کے لیے بھی ہے اور یہی اقوام کے لیے بھی۔ فلسفہ تاریخ کے بانی ابن خلدون نے بھی اس بات کو قوموں کے عروج و زوال کے ایک مسلّمہ اُصول کے طور پر بیان کیا ہے کہ اخلاقِ حمیدہ کے زوال کے ساتھ قوم کا زوال لازمی ہے۔ چنانچہ آغاز کائنات سے لے کر انسانی تاریخ کے تمام ادوار میں جتنی بھی اقوام ہلاک اور برباد ہوئیں، اُن کی تباہی و بربادی کا ہر واقعہ گو عالمِ اسباب میں پیش آیا مگر اُس کی جڑیں اُس خلاقی انحطاط تک جاتی ہیں جن میں وہ مبتلا ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ

جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں مبعوث ہوئے، توحید کے بعد اُنہوں نے زیادہ زور اخلاقیات پر ہی دیا۔ اس ضمن میں اپنی سیرت و کردار کو ایک عملی اور مثالی نمونہ کے طور پر پیش کیا۔ یہیں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب کوئی قوم اخلاقی انحطاط کا شکار ہونے لگے تو اصلاحِ احوال کی کوشش کرنے والے ہر شخص کو اپنی ترجیحات میں اسے سب سے اُوپر رکھنا چاہیے۔ کیونکہ دیگر تمام شعبوں کا بگاڑ اخلاقی بگاڑ ہی کا براہِ راست یا بالواسطہ نتیجہ ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری عصرِ حاضر کے عظیم معلمِ اخلاق

عصر حاضر میں ہمہ گیر نوعیت کا اخلاقی بحران جس نے انسانیت کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا ہے اور معاشرے کو بے شمار مسائل اور جرائم کی آماجگاہ بنا کر رکھ دیا ہے، اس کے حل کے لیے اس عہد کی دانش شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے پاس کیا لائحہ عمل ہے؟ اسے جاننا از حد ضروری ہے۔ مگر اس سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی شخصیت کن اوصاف و خصوصیات کی مالک ہے؟ یہ جاننا اس لیے ضروری ہے کہ جو شخصیت اخلاق و کردار کا سبق دے رہی ہے اور موجودہ اخلاقی بحران کا ایک واضح علمی و عملی حل عطا کر رہی ہے، وہ خود کس علمی، فکری اور روحانی مقام کی حامل ہے۔

علامہ اقبال کا مشہور شعر ہے کہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی رہی
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

چمن میں دیدہ ور کی آمد کے لیے گلشنِ ہستی کو صدیوں انتظار کرنا پڑتا ہے پھر کہیں جا کر وہ صاحبِ نظر، معاملہ فہم، حقیقت شناس، صاحبِ ادراک و بصیرت اور گوہرِ نایاب سامنے آتا ہے جو اُجڑے ہوئے اور خزاں رسیدہ چمن کو بہار آشنا کر دے۔ کائنات کا اصول یہی ہے کہ ہر قیمتی چیز نایاب ہوا کرتی ہے۔ بنجر زمین لامحدود اور زرخیز زمین محدود ہے۔ گھاس پھونس کثیر اور ثمر بار درخت قلیل، کانٹے زیادہ اور پھول کم، ہیرے نایاب اور کنکر بے حساب ہوتے ہیں۔ آسمان پر ستارے بے شمار مگر چاند ایک ہی ہوتا ہے۔ اگر قیمتی چیزیں اتنی آسانی سے مل جایا کرتیں تو پھر اُن کی قدر کون کرتا۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ جو چیز آسانی سے مل جاتی ہے اس کی قدر بالعموم کم ہوا کرتی ہے۔

انہیں دیدہ وروں میں سے ایک یکتائے روزگار شخصیت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی ہے جن کے متعلق بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ

؎ مت سہل ہمیں سمجھو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

اس بات کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ کچھ لوگ اپنے دور کے حوالے سے جانے جاتے ہیں جبکہ کچھ لوگوں کا دور اُن کے حوالے سے جانا جاتا ہے یعنی وہ اپنے عہد کی پہچان ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ تاریخ کو یاد رکھنے والے ہوتے ہیں جبکہ کچھ لوگ تاریخ کو بنانے والے ہوتے ہیں کچھ لوگ تاریخ کے دھارے پر بہنے والے ہوتے ہیں جب کہ کچھ لوگ تاریخ کا دھارا موڑنے والے ہوتے ہیں۔ لوگوں کی اکثریت ٹرینڈ کے پیچھے چلنے والی ہوتی ہے مگر خال خال لوگ ہوتے ہیں جو ٹرینڈ بنانے والے ہوتے ہیں۔ بلاشبہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا شمار ان گنے چنے نادرِ روزگار انسانوں میں کیا جاسکتا ہے جو اپنے عہد کی پہچان اور تاریخ ساز ہوتے ہیں۔ جھنگ کی زرخیز زمین پر متوسط گھرانے میں پیدا ہونے والا شخص مختصر سے عرصہ میں کس طرح اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت عالمی سطح پر توجہ کا مرکز بن جاتا ہے اور شرق سے غرب تک دنیا اس کی عظیم شخصیت اور بے مثال کارناموں کا برملا اعتراف کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اپنے تو اپنے بیگانے بھی حتی کہ بدترین مخالف بھی اس کی علمی قابلیت اور کامیابیوں کے سامنے انگشت بہ دندان ہیں اور چار و ناچار انہیں تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔

دیدہ ور کے اوصاف اور شیخ الاسلام کی شخصیت

قرآن مجید کا کہنا ہے کہ اِنَّ اِبرٰھِیمَ کَانَ اُمَّةً (ابراھیم علیہ السلام ایک اُمت تھے) گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک شخصیت کو ایک اُمت یا جماعت کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض لوگ اپنی ذات میں اتنے جامع الصفات ہوتے ہیں کہ وہ اکیلے اتنا کام کر جاتے ہیں جو ایک جماعت کے لیے مل کر کرنا بھی ممکن نہیں ہوتا۔ جب اس معیار پر شیخ الاسلام کی ذات کو دیکھتے ہیں تو وہ اس میدان میں بہت نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ وہ اپنے پیچھے اتنا علمی کام چھوڑ کر جا رہے ہیں جسے مستقبل کا مؤرخ کبھی فراموش نہیں کر سکے گا اور تاریخ کے اوراق کی تابانی میں اضافہ کرتا رہے گا۔ دُنیا بھر میں پھیلے ہوئے اُن کے عظیم الشان علمی، اصلاحی اور فلاحی مراکز اور ان کے ہزار ہا شاگرد جو مختلف ممالک میں دعوت و تبلیغ دین اور تعلیم و تربیت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، نیز ان کی ہزار کے لگ بھگ کتب جن میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، یہ کوئی اتنی معمولی چیزیں نہیں ہیں جنہیں آسانی سے نظر انداز کیا جا سکے۔ علاوہ ازیں مختلف محاذوں پر ان کے کارنامے اتنے زیادہ ہیں جنہیں اختصار کے ساتھ شمار کرنے کے لیے بھی ایک ضخیم کتاب درکار ہے۔

☆ دُنیا میں ایسی ہستیوں کی تعداد بہت کم ہے جنہوں نے اپنی مختصر زندگی میں ہمہ جہت علمی خدمات انجام دی ہوں۔ مطالعہ تاریخ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت میں ایک علم میں رسوخ و ثقاہت کے حامل اہل علم موجود رہے اور اپنے علم و فضل سے فکری اندھیروں میں بھٹکنے والوں کو روشنی فراہم کرتے رہے۔ مثلاً کہیں مفسرِ قرآن ملتے ہیں تو کہیں علمِ حدیث کے ماہر، کہیں اُصولِ فقہ کے ماہر علم الفقہ کے قوانین بیان کرتے ہوئے ملتے ہیں تو کہیں اہلِ تصوف روحانی و باطنی رازوں کو آشکار کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ علیٰ ھذا القیاس عام طور پر کوئی ایک فرد کسی ایک میدان میں ہی کامل ہوتا ہے۔ بہت کم شخصیات ایسی ہوتی ہیں جو جامع الصفات ہوتی ہیں اور بیک وقت مختلف علوم و فنون میں مہارت کی حامل ہوتی ہیں۔

☆ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا شمار نابغہ روزگار لوگوں کی اس فہرست میں اُن گنے چنے لوگوں میں کیا جاسکتا ہے جن کی شخصیت کو اللہ تعالی نے ہمہ جہت بنایا، غیر معمولی فہم و فراست اور بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا اور پھر یہ توفیق بھی بخشی کہ وہ اپنی زندگی کے اندر اپنی فکر اور نظریہ کو قرطاسِ ابیض پر اُتاریں اور اسے لاکھوں کروڑوں لوگوں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بنا دیں۔ان کی تصانیف علوم القران، علوم الحدیث ، سیرت نبوی ﷺ، علوم فقہ ، تصوف، اخلاقیات، دعوت و تبلیغ ، مکالمہ بین الادیان وغیرہ جیسے موضوعات پر مشتمل ہیں۔ علاوہ ازیں اُن کا قلم آئین، جمہوریت، عدل و انصاف، قانون، سیاست، معیشت اور معاشرت وغیرہ جیسے موضوعات پر بھی چلا اور خوب چلا۔ اپنوں کے ساتھ ساتھ مخالفین بھی عش عش کر اٹھے۔ بالخصوص ترجمہ عرفان القران، قرانی انسائیکلوپیڈیا اور مجموعہ احادیث وہ نادر و نایاب علمی کارنامے ہیں جو اُن کی کتابِ زندگی میں سنہری حروف سے لکھے جائیں گے۔

> قرآن مجید کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے جتنی اقوام بھی ہلاک ہوئیں وہ ہلاکت اُن کے کسی نہ کسی اخلاقی بگاڑ کا نتیجہ تھی

☆ دیدہ ور کی ایک خوبی یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنے زمانے کے حالات پر پوری طرح نگاہ رکھنے کے ساتھ ساتھ مستقبل میں بھی جھانک لیتا ہے۔ وہ آنے والے زمانوں اور حالات کا ادراک اُن کے آنے سے پہلے کر لیتا ہے اور اِن کے مطابق انتظام بھی کر لیتا ہے۔ صرف ایک مثال سے شیخ الاسلام کی

بصیرت اور دور اندیشی کا اندازہ لگائیں کہ 1980 کی دہائی میں جب ہمارے ہاں ایک طبقہ تو باقاعدہ تصویر کو حرام سمجھتے ہوئے اس کی سخت مخالفت کرتا تھا اور ویڈیو کو ناجائز سمجھتے ہوئے طرح طرح کے فتوے لگاتا تھا، بعض لوگ توٹی وی تڑوا کر خوش ہوتے تھے۔ عام طور پر بھی دینی پروگراموں میں تصویر کشی یا ویڈیو کو اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اس زمانے میں یہ دیدہ ور شخص آنے والے دور کے تقاضوں کو دیکھ رہا تھا اور مسجد میں بیٹھ کر اپنے لیکچرز اور خطابات کی باقاعدہ ویڈیو ریکارڈنگ کروا رہا تھا۔ چند سال نہ گزرے کہ مخالفین کی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی اور آج تمام لوگ بڑے ذوق و شوق سے یہ کام کر رہے ہیں۔ یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ دعوت و تبلیغ اور اشاعت دین میں جدید ٹیکنالوجی اور سوشل میڈیا وغیرہ کو جس بھرپور انداز میں تحریک منہاج القرآن نے استعمال کیا ہے کوئی دوسری جماعت یا تنظیم اس کی برابری کا دعوٰی نہیں کر سکتی۔

شیخ الاسلام کی شخصیت اور ان کے اوصاف کو اگر ایک جملہ میں بیان کرنا چاہوں تو یوں کہوں گا کہ ان کا انداز مدبرانہ، اسلوب محققانہ، تحریر مفکرانہ اور رنگ صوفیانہ ہے۔

شخصی اور دینی اخلاقیات کا حسین امتزاج

دین کی دعوت اور ترویج و اشاعت کے لیے جدوجہد کرنے والوں میں بالعموم (لاماشاءاللہ) ایک فطری کمزوری یہ پائی جاتی ہے کہ ان کے علم اور عمل میں بہت زیادہ فاصلہ ہوتا ہے اور قول اور فعل میں نمایاں تضاد ہوتا ہے۔ یہ چیز دعوت کی اثر انگیزی کو بہت کم کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑی بڑی خوبصورت تقریریں کرنے والوں سے باہر کے لوگ تو کچھ متاثر ہو جائیں، ان کے اپنے گھر والے عموماً متاثر نہیں ہوتے۔ قرآن و حدیث میں اس روش کو سخت ناپسند کرتے ہوئے اس سے سختی سے منع کیا گیا ہے اور اس پر باقاعدہ وعیدیں سنائی گئی ہیں۔ علم و عمل اور قول و فعل میں کامل یکسانیت تو انبیاء کرام علیہم السلام کا خاصہ ہے۔ دیگر انسانوں میں بشری کمزوریوں کے پیش نظر کچھ نہ کچھ کمی ہو سکتی ہے۔ تاہم اس تضاد کو فطری حدود میں رہنا چاہیے۔ جب یہ تضاد ایک حد سے زیادہ بڑھتا ہے تو پھر تبلیغ بھی ایک مذاق بن کر رہ جاتی ہے۔

شیخ الاسلام کی شخصیت کا ایک انتہائی خوبصورت پہلو جس نے ان کی شخصیت کے حسن کو چار چاند لگا دیے ہیں اور ان کی تحریر و تقریر کی اثر انگیزی میں بے پناہ اضافہ کر دیا ہے، وہ یہ ہے کہ ان کی تعلیمات میں خود ان کی اپنی شخصیت جھلکتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ وہ لوگوں کو جن اخلاقِ حسنہ کی ترغیب دیتے ہیں، خود اپنی ذات کو ان اوصاف کے سانچے میں ڈال رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں کروڑوں لوگ ان کی

شخصیت و کردار اور تقریر و تحریر کے گرویدہ ہیں اور انہیں اپنے لیے ایک جیتا جاگتا عملی نمونہ (Role Model) سمجھتے ہوئے ان کی اداؤں اور مثبت اوصاف کو اپنانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔

اس معاملے کا ایک اور دلچسپ پہلو یہ ہے کہ اخلاقیات کا تجزیہ کرتے ہوئے انہیں دو بڑے شعبوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) شخصی اخلاقیات

شخصی اخلاقیات سے مراد وہ اوصاف ہیں جن پر انسان کے اخلاقی وجود کی اساس قائم ہے۔ ان میں وہ تمام صفات شامل ہیں جو دنیا میں انسان کی کامیابی کے لیے بہر حال شرطِ لازم ہیں۔ قطع نظر اس بات کے کہ وہ صحیح مقصد کے لیے کام کر رہا ہے یا غلط مقصد کے لیے۔ ان اخلاقیات میں اس سوال کا کوئی عمل دخل نہیں ہے کہ آدمی مومن ہے یا کافر، نیک ہے یا بد، خدا، وحی اور آخرت کو مانتا ہے یا نہیں، طہارتِ نفس، نیتِ خیر اور عمل صالح سے آراستہ ہے یا نہیں۔ جو شخص اور جو گروہ بھی اپنے اندر وہ اوصاف پیدا کرلے گا، جو دنیا میں کامیابی کے لیے ناگزیر ہیں تو وہ یقیناً کامیاب ہوگا اور اُن لوگوں سے بازی لے جائے گا جو ان اوصاف کے لحاظ سے اس کے مقابلے میں ناقص ہوں گے۔ انہیں بنیادی انسانی اخلاقیات بھی کہا جاسکتا ہے۔

ان اوصاف میں خود اعتمادی، قوتِ ارادی، مستقل مزاجی، ضبطِ نفس، استقلال، تحمل، برداشت، عزم، حوصلہ، صبر و ثبات، برداشت، ہمت، شجاعت، مستعدی، جفاکشی، حزم و احتیاط، معاملہ فہمی و تدبر وغیرہ جیسی خوبیاں شامل ہیں۔ یہ ہیں وہ اخلاقیات جنہیں بنیادی اخلاقیات کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ فی الوقع یہی اخلاقی اوصاف انسان کی اخلاقی طاقت کا اصل منبع ہیں اور انسان کسی مقصد کے لیے بھی دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک معقول حد تک یہ اوصاف اُس کے اندر موجود نہ ہوں۔ ان اخلاقیات کی مثال ایسی ہے جیسے فولاد کہ وہ اپنی ذات میں مضبوطی واستحکام رکھتا ہے اور اگر کوئی کارگر ہتھیار بن سکتا ہے تو اسی سے بن سکتا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ غلط مقصد کے لیے استعمال ہو یا صحیح مقصد کے لیے۔ فرعون، نمرود، شداد، چنگیز خان، ہلاکو خاں، نپولین بونا پارٹ اور ہٹلر جیسے لوگوں کو ان شخصی اوصاف میں سے ایک وافر حصہ ملا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ اُن کے سامنے کوئی مثبت مقصد نہیں تھا جس کی بنا پر اُن کی صلاحیتیں تخریبی مقاصد کے لیے استعمال ہوتی رہیں۔ اسی نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

فخیارکم فی الجاهلیة خیارکم فی الإسلام إذا فقهوا

”پس تم میں سے جو جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں جب کہ وہ سوجھ بوجھ رکھتے ہوں۔“

مطلب یہ کہ زمانہ جاہلیت میں جو لوگ اپنے اندر جوہرِ قابل رکھتے تھے وہی زمانہ اسلام میں مردانِ کار ثابت ہوئے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اُن کی قابلیتیں اور صلاحتیں پہلے غلط راہوں میں استعمال ہو رہی تھیں اور اسلام نے آکر انہیں صحیح راہ پر لگا دیا۔ مگر بہر حال ان اوصاف سے خالی انسان نہ جاھلیت کے کسی کام کے تھے اور نہ ہی اسلام کے لیے کارہائے نمایاں سرانجام دے سکتے تھے۔

(۲) دینی اخلاقیات

اخلاقیات کا دوسرا شعبہ وہ ہے جسے دینی اخلاقیات سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ ان میں انسانی سیرت اور کردار سے متعلقہ وہ تمام خوبیاں اور اوصاف شامل ہیں جن کو قرآن و حدیث میں بیان کیا گیا ہے اور اُنہیں اپنانے کی تاکید کی گئی ہے۔ مثلاً: خودداری، فیاضی، رحم دلی، ہمدردی، انصاف پسندی، وسعتِ قلب و نظر، تقویٰ، صبر، سچائی، امانت و دیانت، راست بازی، عہد کی پابندی، معقولیت، شائستگی، اعتدال و توازن اور طہارت و نظافت وغیرہ۔ غور سے دیکھا جائے تو یہ تمام اخلاقی فضائل بنیادی اخلاقیات سے الگ نہیں ہیں بلکہ اُنہی کی تصحیح، تکمیل اور اعلیٰ ترین صورت ہیں۔

ہمارے ہاں دینی طبقہ میں عام طور پر اول الذکر اخلاقیات کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی اور زیادہ زور دوسری قسم کے اخلاق کو اپنانے پر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ شخصیت کی تعمیر و ترقی کے لیے دونوں اقسام کا ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالی نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی ذات کو اخلاق کی ان دونوں اقسام کا خوبصورت مرقع بنایا ہے۔ اس چیز نے ان کی شخصیت میں بلا کی جاذبیت، دلکشی اور سحر انگیزی پیدا کر دی ہے جس بنا پر دنیا بھر میں بے شمار لوگ ان سے والہانہ محبت کرتے ہیں۔ ان کی شخصیت کی اثر انگیزی اور تعلیم و تربیت کے زیر اثر ان اوصاف کی جھلک ان کے چاہنے والوں اور پیروکاروں میں بھی دکھائی دیتی ہے۔

اخلاقی بحران کے حل کے لیے شیخ الاسلام کی کاوشیں

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے اس مختصر مگر جامع تعارف کے بعد آیئے اب اس امر کا جائزہ لیتے ہیں کہ عصرِ حاضر کے ہمہ جہتی اخلاقی بحران کے سدِّباب کے لیے شیخ الاسلام نے علمی اور عملی سطح پر کیا اقدامات فرمائے:

شیخ الاسلام کی حقیقت شناس اور دور رس نگاہوں نے اس معاشرے کے ہر طبقہ کے اندر موجود اخلاقی بحران کی تباہ کاریوں کے پیشِ نظر اس کا سدِّباب کرنے کی اہمیت اور نزاکت کو محسوس کیا اور اپنی تحریر و تقریر اور دیگر عملی صلاحیتوں کو بھرپور انداز میں استعمال میں لاتے ہوئے اصلاح کی بھرپور

کوششیں کیں جن کے مثبت نتائج کھلی آنکھوں سے دکھائی دے رہے ہیں۔ان کے نزدیک اس مسئلے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے تحریک منہاج القران کا آغاز کیا تو اپنی دعوت کی بنیاد تعلق باللہ، ربطِ رسالت، رجوع الی قران، اتفاق و اتحاد امت اور فروغِ علم و امن کو قرار دیا۔ یہ وہ مختصر مگر جامع ایجنڈا ہے جس کا ایک ایک نقطہ اخلاقی بحران کے خاتمے میں موثر کردار ادا کر سکتا ہے۔ اس نسخہ کیمیا پر اس کی روح کے ساتھ عمل کر لیا جائے تو انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی سطح تک اخلاقی بگاڑ کا مسئلہ حل کیا جا سکتا ہے اور امت مسلمہ کو پھر سے ایک ایسی جاندار اور مؤثر قوت بنایا جا سکتا ہے جو اقوام عالم کی قیادت اور سیادت کے منصب پر فائز ہو سکے۔

> ابن خلدون نے قوموں کے عروج وزوال کے ایک مسلمہ اصول کے طور پر لکھا ہے کہ اچھے اخلاق کا زوال قوموں کا زوال بنتا ہے

اخلاقی بحران کے حل کے لیے یوں تو شیخ الاسلام نے متعدد علمی و عملی اقدامات فرمائے، لیکن زیرِ نظر سطور میں ان میں سے صرف دو اہم اقدامات؛ ""تعلیمی اصلاحات"" اور ""سیاسی نظام کی اصلاح کے لیے اقدامات"" کو بیان کیا جا رہا ہے۔(اس حوالے سے شیخ الاسلام کے بقیہ اقدامات اسی خصوصی شمارہ کے دیگر مضامین میں ذکر کیے گئے ہیں)۔

(ا) تعلیمی اصلاحات

کسی بھی فرد یا قوم کی اصلاح کا نقطہ ٔ آغاز علم ہی ہے۔ ظاہر و باطن کی اصلاح ہو یا عقیدہ و عمل کی، معاملات کی ہو یا اخلاق کی، ہر طرح کی اصلاح کے لیے بنیادی مواد، لائحہ عمل اور روڈ میپ ""علمِ صحیح"" فراہم کرتا ہے۔ دوسری طرف ہمارے ملک میں رائج نظامِ تعلیم کو دیکھیں تو اس میں اتنی ساری خامیاں اور برائیاں ہیں جنھوں نے نظام تعلیم کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کے نتیجے میں نسلِ نو کے اخلاق بڑی تیزی سے بگڑ رہے ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اس ضمن میں نہایت قابل ذکر کارنامے سر انجام دیے۔ اس ضمن میں ان کی خدمات انتہائی شاندار، محیر العقول اور کثیر الجہات ہیں:

ایک طرف تو انہوں نے اپنے بے شمار مدلل، پُر اثر اور سحر انگیز خطابات کے ذریعے ایک زمانے کو متاثر کیا اور لاکھوں کروڑوں افراد کی ذہن سازی کی اور ان کے اخلاق و کردار کی اصلاح کی۔ یہ تقریری سرمایہ

پوری طرح محفوظ ہے اور آنے والے زمانے میں بھی لوگوں کے قلوب واذہان کو متاثر کرتا رہے گا۔

دوسری طرف آپ نے فروغِ علم کے لیے متنوع موضوعات پر اتنی زیادہ کتابیں لکھیں جنہیں دیکھ کر انسان ورطہ حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ ایک فردِ واحد اپنی دیگر بے شمار مصروفیات کے ساتھ اتنا زیادہ تحریری کام کیسے کر لیتا ہے؟ ان کتابوں کا اسلوب انتہائی جاندار، مدلل اور محققانہ ہے اور ہر کتاب ایک مستند حوالہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ شاندار تحریری سرمایہ بھی موجودہ نسل کے بے شمار لوگوں کی علمی تشنگی کو بجھانے، شکوک و شبہات کو رفع کرنے اور الجھی ہوئی گرہوں کو سلجھانے کے ساتھ ساتھ آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی ایک لازوال علمی خزانے کی حیثیت سے محفوظ رہے گا اور مستقبل کا مصنف یا محقق ان موضوعات پر لکھتے ہوئے ان کتابوں سے صرفِ نظر نہیں کر سکے گا۔

درج بالا تعلیمی خدمات کے ساتھ اس ضمن میں ان کا تیسرا بڑا اور شاندار کارنامہ ہے معیاری تعلیمی اداروں کا قیام ہے۔ جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کے منصوبے سے شروع ہونے والا تعلیمی سفر آج ہزاروں تعلیمی اداروں کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ پاکستان سمیت پوری دنیا میں اسلامی مراکز، کمیونٹی سینٹرز اور تعلیمی ادارے قائم کیے گئے ہیں۔ جو ہر ملک میں بے شمار لوگوں کو علم و حکمت کے نور سے منور کرتے ہوئے ان کی فکری، اخلاقی اور روحانی اصلاح کا کام بخوبی سرانجام دے رہے ہیں۔ براعظم ایشیا، یورپ ،افریقہ، امریکہ، آسٹریلیا کے متعدد ممالک میں تعلیمی اور اسلامی مراکز قائم کیے گئے ہیں۔

فروغِ علم کے چراغ جلائے ہیں	جہاں کو امن کے سبق سکھائے ہیں
حیاتِ تازہ ملی ان کی باتوں سے	دلوں کو فکرِ نو کے ساز سنائے ہیں

ہم اپنے محبوب قائد، سفیرِ امن و محبت، بین المسالک و بین المذاہب ہم آہنگی کے عظیم علمبردار

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو

74 ویں سالگرہ

پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

آپ کی علمی، فکری، روحانی اور تحقیقی خدمات ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔

آپ نے امتِ مسلمہ کو علم و امن کا پیغام دیا اور دنیا بھر میں اسلام کی حقیقی تصویر پیش کی۔

یا اللہ! علم و حکمت کی جستجو میں شیخ الاسلام کی کوششوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما

اور ان کے مشن کو اپنی بے پایاں برکات سے ہمکنار فرما۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل یونان

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی

Happy Birthday

74th Years of Wisdom and Guidance

Heartfelt congratulations to His Eminence **Shaykh-ul-Islam** on your 74th blessed birthday. We pray Allah (SWT) blesses our Quaid with good health, a long life, and unparalleled success in your noble mission of peace, knowledge, and guidance. May Allah (SWT) grant you strength and blessings to continue your inspiring work for humanity. With heartfelt prayers and best wishes always.

Minhaj European Council

منہاج یونیورسٹی، منہاج ایجوکیشن سوسائٹی (MES) کے تحت چلنے والے سیکڑوں تعلیمی ادارے، لارل ہوم انٹرنیشنل سکولز کے نام سے جدید طریقہ تعلیم پر مبنی سیکڑوں سکولز، آغوش اور فن کیئر ہوم نیز فروغِ علم کے لیے قائم کی جانے والی جدید لائبریریوں پر مشتمل ہزارہا اداروں کی صورت میں یہ عالمگیر تعلیمی و دعوتی انفراسٹرکچر ہے جو گراس روٹ لیول سے لے کر علم کی بلند ترین سطح تک جہالت کی تاریکیاں ختم کرنے اور نورِ علم کو پھیلانے میں مصروفِ عمل ہے۔

تعلیم کے میدان میں شیخ الاسلام کی دو باتیں ایسی ہیں جن کو بطور خاص الگ سے ذکر کرنا ضروری ہے:

(i) تعلیمی ثنویت کا خاتمہ

آج سے چار دہائیاں قبل پیچھے جا کر دیکھیں تو ہمیں دو قسم کے نظامِ تعلیم دکھائی دیتے ہیں جن میں تقسیم اور تفریق واضح ہے۔ ایک طرف قدیم مدرسے کا ماحول تھا جہاں دینی تعلیم مکمل طور پر روایتی انداز میں دی جارہی تھی۔ اہلِ مدرسہ کا جدید تعلیم سے کچھ لینا دینا نہیں تھا۔ دوسری طرف جدید تعلیمی ادارے تھے جہاں دنیاوی اور سائنسی علوم پڑھائے جارہے تھے۔ ان کا دینی علوم کے ساتھ تعلق تقریباً نہ ہونے کے برابر تھا۔ یہ روش قوم کو واضح طور پر دو طبقوں میں تقسیم کیے ہوئے تھی۔

شیخ الاسلام کی مجتہدانہ بصیرت نے اس نظامِ تعلیم کے منفی اثرات کو محسوس کرتے ہوئے اس خلیج کو پُر کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ آپ نے جو تعلیمی ادارے قائم کیے، ان میں دینی علوم اور عصری علوم کو بڑی خوبصورتی سے یکجا کر دیا۔ نیز دینی علوم میں بھی قدامت پسندی کا جو پہلو تھا اس کی بڑی حد تک اصلاح کی۔ آج اس کا نتیجہ ہے کہ اس رجحان کو بہت پذیرائی مل رہی ہے اور مدارس میں دینی علوم کے نصاب میں جدت کے ساتھ ساتھ عصری علوم بھی شامل ہو رہے ہیں جس کے بہر حال مثبت اثرات بھی دکھائی دے رہے ہیں۔ اس سارے معاملے کا ابتدائی سہرا بلاشبہ شیخ الاسلام کے سر پر ہے۔

(ii) تعلیم مع تربیت

تعلیم اور تربیت دو قریب المفہوم الفاظ ہیں۔ دونوں کے معنی و مفہوم میں انسان میں چھپے ہوئے پوشیدہ جوہر کو نکالنا، اس کی صلاحیتوں کو نکھارنا اور نظامِ کائنات میں اسے اپنا مخصوص و منفرد کردار بھرپور اور موثر طریقے سے سرانجام دینے کے لیے تیار کرنا ہے۔ تاہم ان میں کسی درجے میں فرق بھی ہے۔ تعلیم کا تعلق زیادہ تر علم اور مہارتوں کو منتقل کرنے سے ہے جبکہ تربیت کا تعلق بطور خاص کردار سازی سے ہے۔ ماضی میں تو یہ دونوں زیادہ تر ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے تھے اور ان کا مفہوم بہت سادہ سا تھا۔ تاہم صدیوں کی مسافت نے نظامِ تعلیم پر جو اثرات مرتب کیے ہیں انہوں نے تعلیم کو تربیت سے بالکل الگ کر کے اسے ایک جداگانہ حیثیت دے دی ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے تعلیم کے ساتھ تربیت کی ضرورت اور ناگزیریت کو محسوس کرتے ہوئے تعلیم کے ساتھ تربیت کا ایک مؤثر نظام وضع کیا جس نے قلوب و اذہان کو بدلنے اور اخلاق و کردار کی اصلاح کے حوالے سے بہت وسیع پیمانے پر مثبت اثرات مرتب کیے۔ تحریک منہاج القرآن کے قیام کے آغاز سے ہی شب بیداریوں کا ایک وسیع و عریض سلسلہ، مرکز میں گوشہ درود اور جگہ جگہ حلقہ ہائے درود کا انعقاد، ہر سال رمضان المبارک میں مرکز میں ہزار ہا لوگوں کا اجتماعی اعتکاف اور اس میں شیخ الاسلام کے تربیتی اور اصلاحی خطابات، دروس قرآن کا وسیع و عریض سلسلہ اور محافل میلاد و نعت کا گھر گھر انعقاد، وہ چیزیں ہیں جن کے نتیجے میں پاکستان سمیت دنیا بھر میں لاکھوں کروڑوں لوگوں کی زندگیاں بدلیں اور ان کے اخلاق کی اصلاح ہوئی۔

(۲) سیاسی نظام کی اصلاح کے لیے اقدامات

اصلاح کے ضمن میں ایک اہم سوال یہ ہے کہ جب پورا معاشرہ ہی عمومی طور پر بگاڑ کا شکار ہو چکا ہو۔ حکمرانوں سے لے کر رعایا تک اور عوام سے لے کر خواص تک ہر طبقہ ہی اخلاقی انحطاط کی زد میں آ چکا ہو اور کوئی شعبہ بھی اس سے محفوظ نہ رہا ہو تو پھر اصلاح کا نقطہ آغاز کیا ہونا چاہیے؟ کس طبقے کی ذمہ داری ہے کہ وہ آگے بڑھے اور معاشرے کی اصلاح کے لیے اپنی ضروری کردار ادا کرے؟ امام غزالیؒ نے اپنے زمانہ کے اخلاقی بگاڑ پر بہت غور و فکر کیا۔ ان کے سامنے سب سے مقدم اور قابل غور مسئلہ یہ تھا کہ معاشرہ میں پھیلی ہوئی بد اخلاقیوں کا ذمہ دار کون ہے یا ان کا اصلی مخرج کیا ہے؟ قوم اور اجتماعی زندگی کا ہر شعبہ ان کے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح تھا۔ سلاطین ، وزرا، اُمراء ، علماء اور صوفیا میں سے وہ ہر طبقے کو جانتے تھے اور اس طرح قریب سے انہیں دیکھ چکے تھے کہ ان کا کوئی اخلاقی پہلو امام صاحب کی نظروں سے او جھل نہیں رہ گیا تھا۔ چنانچہ اپنے عمیق مشاہدے، تجربے اور غور و فکر کے بعد وہ جس نتیجے پر پہنچے، وہ ان کے اپنے الفاظ میں یوں ہے:

وفساد الرعايا لفساد الملوك وفساد الملوك بفساد العلماء و فساد العلماء باستيلاء حب المال و الجاه۔

”رعایا اس وجہ سے ابتر ہو گئی کہ سلاطین کی حالت بگڑ گئی اور سلاطین کی حالت اس وجہ سے بگڑی کہ علماء کی حالت بگڑ گئی اور علماء کی خرابی اس وجہ سے ہے کہ جاہ و مال کی محبت ان کے دلوں میں سرایت کر گئی۔“

امام غزالی کا یہ تجزیہ اتنا درست اور حقیقت پسندانہ ہے کہ جس طرح ان کے زمانے کے حالات پر صادق آتا ہے، اسی طرح آج کے دور اور بعد میں آنے والے ادوار کے لیے بھی اس کی صحت سے انکار مشکل ہے۔ اس نقطہ کو قران مجید کی روشنی میں بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انبیاء کرامؑ

علیہم السلام بالعموم اپنی قوم کے لیڈرز اور سرداروں سے مخاطب ہو کر انہیں دعوتِ حق دیتے ہیں۔ وجہ یہی ہے کہ ایک ایک بڑے کے زیر اثر کئی عام اور چھوٹے لوگ ہوتے ہیں جو فکری حوالے سے اس سے مرعوب ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایسے کسی ایک شخص کا دعوتِ حق کو قبول کر لینا کئی لوگوں کے ہدایت یافتہ ہونے کے مترادف ہوتا ہے۔ پھر قرآن یہ بھی بتاتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے والے لوگ زیادہ تر قوم کے بڑے لوگ ہوتے ہیں جن کا اثر پھر عام لوگوں پر بھی پڑتا ہے۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں قرآن بتاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کوششوں کے باوجود بہت کم لوگ ایمان لائے۔ اس کی وجہ فرعون کا ڈر اور خوف تھا:

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓی اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰی خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَاۡئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ۔ (یونس، ۱۰: ۸۳)

”پس موسیٰ (علیہ السلام) پر ان کی قوم کے چند جوانوں کے سوا (کوئی) ایمان نہ لایا، فرعون اور اپنے (قومی) سرداروں (وڈیروں) سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں وہ انہیں (کسی) مصیبت میں مبتلا نہ کر دیں۔“

اس بات کی طرف اشارہ عربی زبان کے اس مشہور قول میں بھی کیا گیا ہے۔

الناس علی دین ملوکھم

”لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔“

امام غزالیؒ کی فکر کے خوشہ چیں اور اپنے زمانے پر مجددانہ نظر رکھنے والے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے جب اپنے زمانے کے حالات اور قومی و ملکی سطح پر زندگی کے ہر شعبہ میں بگاڑ اور انحطاط کو دیکھا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اس سارے بگاڑ کی بڑی وجہ اس ملک میں رائج فرسودہ، ناکارہ، کرپٹ اور ظالمانہ نظام ہے جس سے مستفیض ہونے والے ملک و قوم پر مسلط ہیں اور ملکی وسائل کو گِدھوں کی طرح نوچ رہے ہیں جس کے اثرات قومی زندگی کے ہر شعبہ میں سرایت کر رہے ہیں۔ شیخ الاسلام نے حضور علیہ السلام کے فرمان افضل الجهاد کلمة عدل عند سلطان جائر (بہترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے) پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اس ظالمانہ، فاسقانہ اور فاجرانہ نظام کو للکارنے کا فیصلہ کیا۔ 1989ء میں پاکستان عوامی تحریک کے نام سے سیاسی جماعت بنا کر سیاست کے ٹھہرے ہوئے تالاب میں ہلچل پیدا کر دی۔ ان کا کوچۂ سیاست میں قدم رکھنا ملک میں جاری سیاسی نظام کے لیے اتنا بڑا بھونچال تھا کہ سالہا سال سے ملک و قوم کی گردن پر سوار مافیاز کی نیندیں اڑ گئیں اور وہ آپس کی دشمنیاں بھول کر اپنی سیاسی بقا کے لیے ایک ہو گئے۔ کل تک ایک دوسرے کو ملک دشمن کے طعنے دینے اور سیکیورٹی رسک قرار دینے والے باہم شیر و شکر ہو گئے۔ اس کے بعد جو ہوا وہ تاریخ کا حصہ ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے سیاسی میدان میں بھی اپنی انفرادیت برقرار رکھی۔ ان سے پہلے دینی و مذہبی طبقہ کے ہاں دو قسم کے طرز عمل دکھائی دیتے ہیں۔ ایک طبقہ وہ تھا جو سیاست کو ایک گھناؤنا کھیل سمجھتے ہوئے اس سے کوسوں دور رہتا تھا جبکہ دوسرا طبقہ وہ تھا جو سیاست کے میدان میں آیا تو پھر نمک کی اس کان میں نمک بن کر رہ گیا لیکن شیخ الاسلام نے اس نظام کو بھرپور انداز میں للکارنے اور اس میں پوری طرح شامل ہونے کے باوجود خود کو اس کی قباحتوں سے بچائے رکھا۔ اس میدان میں ان کی جدت و ندرت کو سمجھنے کے لیے صرف ایک واقعہ کی طرف اشارہ کافی ہے کہ 2002 میں منعقد ہونے والے عام انتخابات میں وہ قومی اسمبلی کے ممبر بن گئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ممبرانِ اسمبلی تو صرف اپنے مفادات کے اسیر ہیں، ان کے پاس تو ملک و قوم کے مسائل کے حل کا ویژن ہی نہیں اور نہ ہی انھیں اس سے کوئی سروکار ہے۔ ملک و قوم کے بڑے بڑے فیصلے اسمبلی کے فلور پر نہیں بلکہ کہیں اور ہوتے ہیں، یہ تو صرف حکم کے پابند اور غلام ہیں۔ چنانچہ یہ سوچ کر کہ وہ اپنی انفرادی حیثیت میں اس فورم پر ملک و قوم کے لیے چاہنے کے باوجود کوئی کردار ادا نہیں کر پائیں گے تو انہوں نے اس فرسودہ نظام کا حصہ بننے سے انکار کرتے ہوئے اسمبلی کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا۔

> **شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے خطابات اور علمی و تربیتی نشستوں کا مدعا و مقصد اخلاق و کردار کی تطہیر ہے**

ان کا یہ قدم اس کرپٹ نظام کے منہ پر اتنا بڑا طمانچہ تھا جس کی مثال پاکستان کی پوری تاریخ میں دکھائی نہیں دیتی۔ یہ وہی قومی اسمبلی کی رکنیت ہے جسے حاصل کرنے کے لیے لوگ کیسے کیسے حربے اختیار کرتے ہیں اور بعض اوقات تو دین و ایمان کو داؤ پر لگانے سے بھی گریز نہیں کرتے اور تمام اخلاقی حدود و قیود کو پامال کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔

بعد ازاں اکیسویں صدی کی دوسری دہائی میں اس نظام پر ایک اور کاری ضرب لگانے کے لیے مختلف اوقات میں دو عدد لانگ مارچ کیے جن کے اختتام پر دھرنے بھی شامل تھے۔ دونوں مرتبہ لاکھوں لوگ والہانہ جذبوں کے ساتھ ان کے رفیق سفر بنے۔ ان دھرنوں کی بھی کوئی دوسری نظیر پاکستان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ان دھرنوں نے پاکستان کے فرسودہ سیاسی نظام کی بنیادوں تک کو ہلا کر

رکھ دیا مگر اقتدار پر براہ راست اور بالواسطہ طور پر مسلط تمام طبقات کے گٹھ جوڑ اور پوری ریاستی مشینری کے ظالمانہ، جابرانہ اور قاہرانہ ظلم و بربریت اور وحشت و درندگی نے مطلوبہ نتائج تک نہ پہنچنے دیا۔

حصول مقصد میں بظاہر کامیابی تو حاصل نہ ہو سکی مگر اس ساری جدوجہد کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ قوم کو ایک سیاسی شعور مل گیا اور وہ جان گئی کہ ان کے حقوق کیا ہیں اور کون کون سے طبقات ان کے حقوق کو غصب کر کے ان کے سروں پر ظلم و زیادتی اور ناانصافی پر مبنی اس نظام کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ آج ملکی اور قومی سطح پر سیاسی حوالے سے جو بیداری اور شعور عوام میں دکھائی دے رہا ہے، یہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا مرہون منت ہے۔

حرفِ آخر

سطور بالا میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی شخصیت اور کام کے ان گنت پہلوؤں میں سے صرف ایک پہلو کے متعلق سرسری سا جائزہ ہے۔ان کی اخلاقی تعلیمات میں انفرادی سطح سے لے کر بین الاقوامی سطح تک اخلاقی بگاڑ کا حل موجود ہے اور یہ سب کچھ قرآن اور حدیث کی تعلیمات سے ہی اخذ شدہ ہے، کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ فراز کا ایک شعر ہے۔

عمر بھر سنگ زنی کرتے رہے اہلِ وطن
یہ الگ بات ہے دفنائیں گے اعزاز کے ساتھ

یہی کچھ اس دیدہ ور اور نابغہ عصر کے ساتھ ہو رہا ہے۔ جہاں بے شمار لوگ جان نچھاور کرنے والے موجود ہیں، وہاں خدا واسطے کا بیر رکھنے اور مخالفت برائے مخالفت کرنے والوں کی بھی کمی نہیں ہے ۔تاریخ کی یہ کتنی بڑی ستم ظریفی ہے کہ ماضی کے بزرگوں کے قصیدے پڑھنے والے حال کے بزرگ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اس میں زیادہ عمل دخل معاصرانہ چشمک کا ہوتا ہے۔ حال کے بزرگ کو ماننے کے لیے خود کو چھوٹا سمجھنا پڑتا ہے اور یہی وہ قربانی ہے جو ہر دور کے لوگ کے لیے خاصی مشکل رہی ہے۔ مبارک ہے وہ دور جس کی فضاؤں میں صدیوں کی ذہانت و دانائی کو اپنے سینے میں سموئے ہوئے یہ دیدہ ور شخص سانس لے رہا ہے اور خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اسے پہچان کر اس کی صحبت اور تعلیم و تربیت سے استفادہ کر رہے ہیں۔

اللہ تعالی اس چشمہ علم و حکمت کو تادیر سلامت رکھے اور اس کی ضوفشانیوں کو ابد الآباد تک قائم و دائم رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

شیخ الاسلام مصطفوی تعلیمات کے پیامبر

ڈاکٹر نعیم مشتاق

اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں اُمتِ مسلمہ کو بے شمار فتنے اور آزمائشیں در پیش رہی ہیں۔ کبھی نظریاتی گمراہی، کبھی بیرونی حملے اور کبھی اندرونی اختلافات نے امت کو کمزور کرنے کی کوشش کی۔ ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ انبیاء و رسل علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ مسلمانوں کی رہنمائی کریں، ان کے ایمان کو محفوظ کریں اور اپنے اپنے وقت کے مخصوص چیلنجز کا مقابلہ کریں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل، ١٦ :٣٦)

”اور بے شک ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ (لوگو) تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت (یعنی شیطان اور بتوں کی اطاعت و پرستش) سے اجتناب کرو۔“

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے اور ہر قوم میں اپنے رسول بھیجے تاکہ وہ انسانوں کو اللہ کی عبادت کی طرف بلائیں، اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو باطل سے دور رکھا جائے۔ یہ انبیاء کرام علیہم السلام ہی تھے جو اللہ کے نور کو انسانوں تک پہنچانے والے تھے۔ ان کی زندگیوں میں ہمیں اس نورِ الٰہی کی جھلک نظر آتی ہے۔ انبیاء و رسل علیہم السلام کے سلسلۂ نبوت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی روشنی سے انسانیت کو تاقیامت فیض یاب کرنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ اللہ کے آخری نبی ہیں اور سلسلۂ نبوت آپ پر ختم ہو گیا۔

اب نورِ الٰہی، نور محمدی کی شکل میں اولیائے محمدی کے ذریعے امت اور انسانیت کو فیض یاب کرتا رہے گا۔ لہذا اب اسلام کی تاریخ میں ہر عظیم شخصیت در حقیقت حضور نبی اکرم ﷺ کے نور کی ایک علامت ہے۔ ان کی عظمت اور کردار یہ ثابت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کا فیض قیامت تک جاری رہے گا۔ حقیقی علماء، اولیاء، اور مصلحین وہی ہیں جو اس نور کو لے کر امت کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ان کے قول و عمل میں ہمیں حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کا عکس اور ان کی محبت کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ یہی علمائے حق حضور نبی اکرم ﷺ کے وارث ہیں۔ ان کے ذریعے ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا نور آج بھی ہمارے درمیان موجود ہے اور آپ ﷺ کی تعلیمات زندہ ہیں۔ ان شخصیات کی زندگی میں ہمیں وہی اخلاق، وہی حکمت اور وہی رہنمائی نظر آتی ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے ہم تک پہنچی تھی۔ یہ علماء اور صالحین ہمارے درمیان اس بات کا ثبوت ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا فیض ختم نہیں ہوا بلکہ ان کے ذریعے امت کی رہنمائی کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ ان کی موجودگی ہمیں یقین دلاتی ہے کہ آپ ﷺ کا نور ہمیشہ ہماری زندگیوں کو رہنمائی عطا کرتا رہے گا۔ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ نے اس تصور کو اپنی مثنوی معنوی میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ یوں بیان فرمایا ہے:

گفت طوبیٰ مَن رآنی مصطفیٰ

والذی یبصر لِمَن وَجھی رَاَی

مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا خوشخبری ہے اس کیلئے جس نے مجھے دیکھا اور جو اسے دیکھے، جس نے میرا چہرہ دیکھا۔

چون چراغی نورِ شمعی را کشید
ھر کہ دید آن را یقین آں شمع دید

جب چراغ نے شمع کی روشنی حاصل کرلی تو جس نے اُس کو دیکھا یقیناً اُس نے شمع کو دیکھا۔

ہم چنیں تا صد چراغ ار نقل شُد
دیدنِ آخر لقای اصل شُد

اِسی طرح اگر وہ روشنی سو چراغوں میں منتقل ہوئی تو آخری کا دیکھنا بھی اصل کی ملاقات تھی۔

خواہ نور از اوّلیں بستاں بجاں
خواہ از نور لسپیں فرقے مداں

خواہ پہلے والے سے تُو دل و جان سے روشنی لے، خواہ آخری روشنی سے، کوئی فرق نہ سمجھ۔

خواہ بین نور از چراغِ آخرین
خواہ بین نورش ز شمعِ غابرین

خواہ روشنی آخری چراغ کی دیکھے، مگر اُس کی روشنی گذرے ہوؤں کی سمجھ۔(مثنوی معنوی، دفتر اول، ۱۹۴۶تا۱۹۵۰)

ماضی کے چیلنجز اور علما و اولیائے کرام کا کردار

تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ جب بھی امت کسی بڑے فتنہ کا شکار ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو مبعوث کیا جنہوں نے اپنے تقویٰ، علم اور کردار کی طاقت سے اسلام کی حفاظت کی۔ مثال کے طور پر فتنہ معتزلہ کے زمانے میں امام احمد بن حنبلؒ نے اسلامی عقائد کی حفاظت کی اور امت کو گمراہی سے بچایا۔۔۔ صلیبی جنگوں اور تاتاری حملوں اور فتنوں کے دوران حضور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، مولانا جلال الدین رومی، امام غزالی، جیسے جلیل القدر علمائے اسلام نے مسلمانوں کی رہنمائی کی، ان کے ایمان کو مضبوط کیا اور امت کو روحانی اور اخلاقی گراوٹ سے بچایا۔۔۔ الغرض تمام اولیائے کرام اپنے اپنے دور کے مخصوص چیلنجز کا سامنا کرنے کے لیے اللہ کی طرف سے نورِ محمدی کا فیض عام کرنے کے لیے منتخب کیے گئے تھے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری علم، عمل اور روحانیت کا حسین امتزاج

آج کے دور میں، جب دنیا ایک ''عالمی گاؤں'' بن چکی ہے، ماضی کے تمام فتنے یکجا ہو کر مسلمانوں کو ایک ساتھ چیلنج کر رہے ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے ان چیلنجز کو مزید پیچیدہ اور تیز رفتار بنا دیا ہے۔ آج ہمیں نظریاتی گمراہی، مذہبی انتہا پسندی، روحانی زوال اور بین الاقوامی مذہبی اور سیاسی سازشوں جیسے بے شمار مسائل کا سامنا ہے۔ ان مصائب اور فتنوں کی خبر ہمیں نبی کریم ﷺ نے اپنی احادیث میں بیان فرما دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا.

''قریب ہے کہ قومیں تم پر ایسے ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے والے کھانے کے برتن پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔'' (سنن ابو داؤد)

یہ حدیث آج کے زمانے کی عکاسی کرتی ہے، جب مسلم امت پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں اور دنیا بھر میں اسلام کو چیلنج کیا جا رہا ہے۔ جب تمام فتنے یکجا ہو جائیں تو ایک جامع اور بے مثال رہنما کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ اللہ کی سنت ہے کہ وہ اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے ایسا

رہنما بھیجتا ہے جو ان فتنوں کا مقابلہ کر سکے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری ''خضرِ وقت'' ہیں، جنہوں نے امت کو صحیح راستے پر رکھنے کے لیے بے مثال خدمات انجام دی ہیں۔ آپ ایک جامع اور بے مثل شخصیت کے طور پر ابھرے ہیں، جو اپنے علم، روحانیت اور عالمی خدمات کے ذریعے امت کو ان چیلنجز سے نبرد آزما ہونے کا راستہ دکھا رہے ہیں۔ ذیل میں آپ کی شخصیت کے چند گوشوں کو بیان کیا جا رہا ہے:

(۱) امام غزالیؒ کی طرح علم کے داعی

شیخ الاسلام کی علمی خدمات امام غزالیؒ کی یاد دلاتی ہیں، جنہوں نے اپنے وقت میں فلسفہ اور منطق کے میدان میں اسلامی عقائد کا دفاع کیا۔ شیخ الاسلام نے جدید دور کے علمی اور فکری چیلنجز کا نہ صرف ادراک کیا بلکہ اپنی تصنیفات اور خطابات کے ذریعے ان کا حل بھی پیش کیا۔ ہزاروں کی تعداد میں ان کی تصانیف وخطابات قرآن، حدیث، فقہ، تصوف، اور معاصر مسائل پر تحقیقی کام پر مشتمل ہیں۔ انہوں نے دنیا کی کئی بڑی جامعات میں لیکچر زدیے اور جدید علمی میدان میں اسلام کا مقدمہ پیش کیا۔ ان کے علمی انسائیکلوپیڈیا جیسے ''قرآنی انسائیکلوپیڈیا''، ''موسوعۃ الحدیث'' اور ''امن کا نصاب'' جیسے منصوبے دنیا بھر میں تشنگانِ علم کی پیاس بجھا رہے ہیں۔

شیخ الاسلام نے امام غزالیؒ کی طرح اسلام کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی ہے۔ انہوں نے انتہا پسندی، دہشت گردی اور گمراہ کن نظریات کے خلاف دلائل کے ساتھ علمی محاذ پر جہاد کیا۔ ان کی کتاب ''دہشت گردی اور فتنہ خوارج'' نے اسلام کو دہشت گردی سے جوڑنے کی تمام سازشوں کا علمی رد کیا اور دنیا کے سامنے اسلام کے امن پسند چہرے کو واضح کیا۔ انہوں نے دنیا بھر میں انتہا پسندی کے خلاف ایک علمی تحریک چلائی، جس کے اثرات کئی ممالک کی حکومتوں اور پالیسی سازوں پر بھی مرتب ہوئے۔

(۲) شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرح روحانیت کے علمبردار

شیخ الاسلام کی روحانی خدمات ان کے کام کا مرکزی حصہ ہیں۔ ان کا پیغام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور روحانی اصلاح پر مبنی ہے۔ انہوں نے تصوف کے حقیقی معنی کو دنیا کے سامنے اجاگر کیا اور اس کے ذریعے انسانیت کو باطنی سکون اور اصلاح کی طرف بلایا۔ ان کے خطابات روحانیت کے ایسے نقوش قائم کرتے ہیں جو انسان کو اللہ کے قریب کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ وہ اس دور میں اسلام کی اس روحانی میراث کے محافظ ہیں جو حضور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ انسانیت کے لیے ہدایت اور محبت کے پیغام کی صورت میں لے کر آئے تھے۔

(۳) مولانا رومؒ کی طرح عشقِ حقیقی کے فروغ میں اہم کردار

شیخ الاسلام اور مولانا رومی کی شخصیات میں ایک خاص مماثلت موجود ہے جو تصوف کی گہرائیوں، عشق کی بلندیوں اور انسانیت کے لئے پیغامِ رحمت کی صورت میں نمایاں ہوتی ہے۔ مولانا رومی کی تعلیمات کا مرکز و محور انسان کے دل کی پاکیزگی اور اللہ کی قربت کا حصول ہے جبکہ شیخ الاسلام نے اس پیغام کو جدید دور کی ضروریات کے مطابق ترتیب دے کر اسے عالمی سطح پر متعارف کرایا۔ دونوں نے اپنے کلام اور تعلیمات کے ذریعے روحانی ارتقاء اور اخلاقی بلندی کی تحریک دی۔

مولانا رومی نے اپنے اشعار کے ذریعے عشقِ حقیقی کو دلوں تک پہنچایا اور شیخ الاسلام نے رومی کی ان تعلیمات کو عصرِ حاضر کے تناظر میں علمی اور عملی رنگ میں ڈھالا۔ دونوں کی کوششوں کا محور انسانیت کو ایک ایسی وحدت میں پرو دینا ہے جو محبت، رواداری، اور امن کے اصولوں پر قائم ہو۔

اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں اُمتِ مسلمہ کو درپیش آزمائشوں اور فتنوں نے بہت کمزور کیا، اندرونی اختلافات کے فتنے نے اتحادِ اُمت کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا

شیخ الاسلام کی تصانیف اور خطابات میں مولانا رومی کی گونج سنائی دیتی ہے، جہاں عشقِ الٰہی کے ساتھ ساتھ خدمتِ خلق کی ترغیب بھی دی جاتی ہے۔ ان دونوں شخصیات نے اپنے اپنے ادوار میں مسلمانوں کے دلوں میں ایک نئی روح پھونکی اور ان کے اندر امید اور حوصلے کے چراغ روشن کیے۔

مولانا رومی کے فلسفۂ عشق اور شیخ الاسلام کی جدید تعبیرات نے انسانیت کو ایک ایسا راستہ دکھایا ہے جو روحانی ترقی اور دنیاوی کامیابی کے امتزاج پر مبنی ہے۔ یہ دونوں عظیم شخصیات، اپنی تعلیمات کے ذریعے ہمیں یہ سکھاتی ہیں کہ حقیقی کامیابی؛ عشق، محبت اور قربانی کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے مولانا رومی کے عشقِ رسول ﷺ کے مشن کو اپنے عہد میں نہایت خوبصورتی اور گہرائی کے ساتھ اپنایا اور اس کی ایک نئی جہت پیش کی۔ مولانا رومی کے عشقِ رسول ﷺ کے مشن کو شیخ الاسلام نے تحریک منہاج القرآن کے ذریعے ایک زندہ حقیقت میں تبدیل کیا۔ اس تحریک کا ہر شعبہ عشقِ رسول ﷺ کی تعلیمات کا عکاس ہے۔ انہوں نے دنیا بھر میں میلاد النبی ﷺ کی تقریبات منعقد کیں، جہاں مولانا رومی کے اشعار کا ذکر کر کے لوگوں کے دلوں

میں عشقِ رسول ﷺ کی شمع روشن کی گئی۔

شیخ الاسلام نے مولانا رومی کے عشقِ رسول ﷺ کے فلسفہ کو نہ صرف اپنایا بلکہ اس کی عملی تطبیق سے ایک نئی روحانی تحریک پیدا کی۔ ان کی تصانیف، خطابات اور تحریک منہاج القرآن اس بات کا ثبوت ہیں کہ عشقِ رسول ﷺ ہی وہ قوت ہے جو امت کو بیدار کر سکتی ہے اور اسے کامیابی کی راہ پر گامزن کر سکتی ہے۔ مولانا رومی کی طرح شیخ الاسلام نے بھی دنیا کو یہ پیغام دیا کہ عشقِ رسول ﷺ انسانیت کے تمام مسائل کا حل ہے۔

شیخ الاسلام کی زندگی کا سب سے درخشاں پہلو ان کا بے پناہ عشقِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ ہے۔

اُمت جب بھی کسی بڑے فتنے کا شکار ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء، صالحین کے ذریعے اسلام کی حفاظت کی، امام احمد بن حنبلؒ نے اُمت کو فتنہ معتزلہ سے بچایا

ان کی ہستی ایک ایسے چراغ کی مانند ہے جو محبتِ خداوندی اور عشقِ مصطفٰی ﷺ کی روشنی سے ہر دل کو منور کرتی ہے۔ ان کے خطابات، تصانیف، اور زندگی کا ہر لمحہ اسی پاکیزہ جذبے کی عکاسی کرتا ہے۔ جب وہ اللہ کی وحدانیت کی بات کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کائنات خود بھی جھک کر سرگوشی کر رہی ہو۔۔۔ جب وہ رسولِ اکرم ﷺ کی سیرت بیان کرتے ہیں تو دلوں کا ہر قفل کھلنے لگتا ہے اور محبت کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔

عشقِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ پر ان کی کتب اور خطابات نہ صرف علم کے خزانے ہیں بلکہ عشق کی شمعیں بھی ہیں جو ہر اس دل کو روشن کر دیتی ہیں جو اپنے محبوب ﷺ سے قریب ہونا چاہتا ہے۔ ان کے الفاظ دل کے سب سے گہرے گوشوں میں اتر کر اس شوق کو جگا دیتے ہیں جو کبھی خاموش تھا اور اس عشق کو جلا بخشتے ہیں جو کبھی مدھم پڑ گیا تھا۔

شیخ الاسلام کی فکر کا مرکز و محور یہی ہے کہ انسانیت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عشق میں فنا ہو جائے۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ امت کے دلوں میں محبت کے ان چراغوں کو جلانے کے لیے وقف ہے جو بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہِ ہدایت دکھا سکیں۔ مولانا رومؒ کی طرح ان کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ دلوں کو ایسے جھنجوڑتے ہیں جیسے سوئی ہوئی ارواح کو بیدار کرنے کا سامان ہو۔ وہ اپنی فصاحت و بلاغت کے ذریعے امت کے دلوں کو محبت کے سمندر میں غوطہ زن کر دیتے ہیں، جہاں ہر لہر اللہ اور اس کے

رسول ﷺ کے ذکر سے لبریز ہوتی ہے۔ شیخ الاسلام کے تمام خطابات اور کتب کا نچوڑ یہی ہے کہ عشقِ الٰہی؛ عشقِ رسول ﷺ کے بغیر نہیں ملتا اور عشقِ الٰہی کی طرف جانے والے سارے راستے عشقِ رسول ﷺ سے گزرتے ہیں۔ شیخ الاسلام اور مولانا جلال الدین رومی میں یہی قدرِ مشترک ہے کہ مولانا روم فرماتے ہیں:

ے عشقت طریق وراہ پیغمبر ما

عشق نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے اور راستہ پر چلنے کا نام ہے۔(دیوان شمس تبریز، رباعی ۵۴)

شیخ الاسلام کی یہ کاوشیں ہمیں یاد دلاتی ہیں کہ عشق کے بغیر ایمان کا سفر ادھورا ہے اور عشق کے بغیر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی قربت ممکن نہیں۔ ان کی زندگی اس بات کی گواہ ہے کہ عشق صرف ایک جذبہ نہیں بلکہ بندگی کی معراج ہے۔ یہ روشنی وہ ہے جو انسان کو اللہ کے قریب کر دیتی ہے اور اسے اس کے محبوب ﷺ کے قدموں میں لاکر سرشار کر دیتی ہے۔

گذشتہ صدیوں کے مجددین اور مصلحین کے فیوضات کے امین

اسلامی تاریخ میں جتنے بھی عظیم مجددین اور مصلحین گزرے ہیں، وہ تمام ایسے روشن میناروں کی مانند ہیں جنہوں نے امتِ مسلمہ کی روحانی، فکری اور عقلی رہنمائی کی۔ ان حضرات کی تعلیمات نے نہ صرف مسلمانوں کے عقائد کو مضبوط کیا بلکہ ان کے دلوں میں عشقِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ کی شمعیں بھی روشن کیں۔ عصرِ حاضر میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری ان تمام مجددین اور مصلحین کے فلسفہ ہائے حیات، تعلیمات اور مشن کو اپنائے ہوئے ہیں اور انہیں ایک جامع تحریک میں بدل کر امتِ مسلمہ کے لئے ایک نئی راہ ہموار کر رہے ہیں۔ شیخ الاسلام حقیقی معنٰی میں تمام مجددین اور مصلحین کے علمی و روحانی فیوضات کے امین ہیں اور ان کی تعلیمات کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق کماحقہ فروغ دے رہے ہیں۔

امتِ مسلمہ کے دلوں میں عشقِ رسول ﷺ کی شمع روشن کرنے کا معاملہ ہو یا اسلامی عقائد کا عقلی بنیادوں پر دفاع، شیخ الاسلام نے ہر محاذ پر عشقِ الٰہی اور عشقِ مصطفی ﷺ کو جدید دنیا میں زندہ رکھا اور اسے مسلمانوں کی عملی زندگی کا حصہ بنایا۔ انھوں نے مسلمانوں کو معرفتِ الٰہی کی طرف راغب کیا اور اسلام پر ہونے والے جدید اعتراضات کا جواب بھی دیا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ائمہ اسلاف کے عقلی استدلال کو ایک جامع تحریک میں یکجا

کر دیا۔ ان کی تحریک منہاج القرآن اسی امتزاج کا عملی مظہر ہے، جہاں روحانیت، عقل اور عشقِ حقیقی کو مسلمانوں کی زندگیوں کا حصہ بنایا گیا ہے۔ شیخ الاسلام نے تاریخ اسلام کی تمام عظیم شخصیات کے مشن کو نہایت خوبصورتی اور گہرائی کے ساتھ زندہ کیا۔ ان کی تعلیمات ایک ایسی روشن راہ ہیں جو امتِ مسلمہ کو عشق، عرفان اور عقل کی روشنی عطا کرتی ہیں۔ یہ امتزاج آج کے دور میں مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری ہے، تاکہ وہ ایمان، عقل، اور محبت کے ذریعے اپنی زندگی کو سنوار سکیں اور دنیا میں ایک مثبت تبدیلی لا سکیں۔

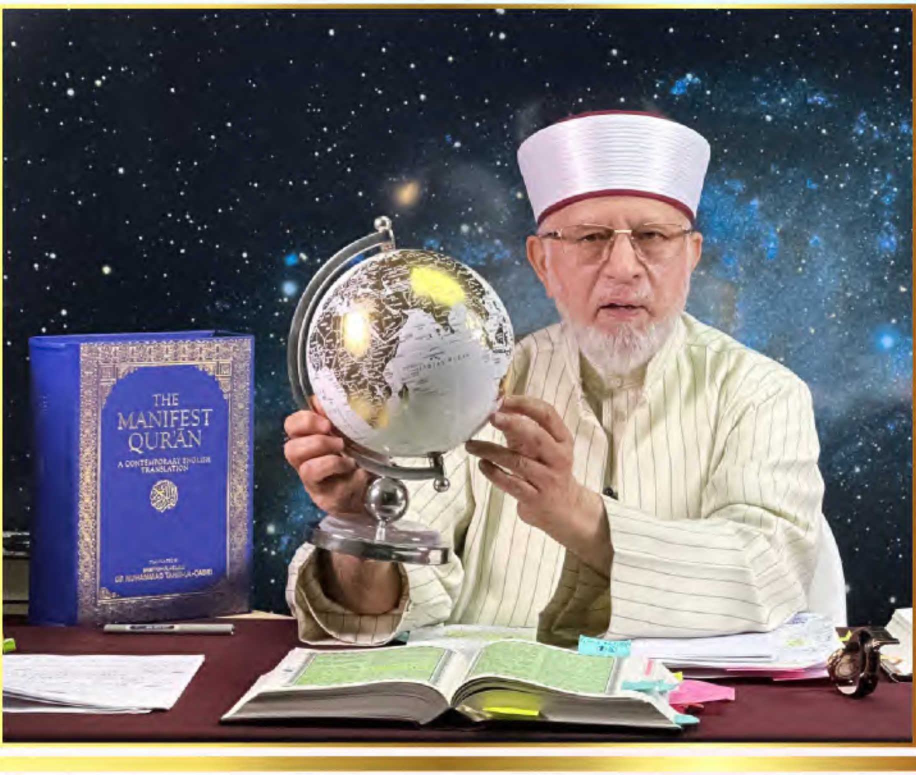

حاصلِ کلام

محترم قارئین! ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنے اندر عشقِ رسول ﷺ، معرفتِ الٰہی، اور عقلی استدلال کی وہی روشنی پیدا کریں جو ائمہ اسلاف کے علم اور روحانیت کے امین شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تعلیمات کا جوہر ہے۔ یہ مشن ہر اس فرد کا ہے جو دینِ اسلام کی خدمت، امتِ مسلمہ کی فلاح اور انسانیت کی بھلائی کا خواہشمند ہے۔ تحریک منہاج القرآن ہمیں ایک ایسا پلیٹ فارم فراہم

کرتی ہے جو نہ صرف ہماری روحانی ترقی کا ذریعہ بن سکتا ہے بلکہ ہماری شخصیت کو علم، محبت اور خدمت کے راستے پر گامزن کر سکتا ہے۔

سوچئے! کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اپنی زندگی کو صرف دنیاوی معاملات تک محدود رکھیں جبکہ ہمارے دل میں عشقِ رسول ﷺ کی شمع روشن ہو سکتی ہے۔۔۔؟ کیا ائمہ نے کائنات کو اللہ کی تجلی قرار دے کر ہمیں یہ سکھایا کہ ہر لمحہ، ہر چیز ہمیں اپنے رب کی طرف لے جا سکتی ہے۔۔۔ مولانا رومی نے اپنے اشعار میں بار بار ہمیں اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ ہماری اصل منزل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہے۔۔۔ امام غزالی نے عقل اور وحی کو یکجا کر کے ہمیں یہ سبق دیا کہ ہم اپنے دین کو مضبوط علمی بنیادوں پر سمجھ سکتے ہیں۔۔۔ اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ان تمام تعلیمات کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق پیش کر کے ایک ایسا مشن دیا ہے جو ہمیں ہماری اپنی زندگی کے مقصد سے جوڑ سکتا ہے۔ تحریک منہاج القرآن ایک ایسی روشنی ہے جو ہمیں اپنے اندر کے خزانے کو تلاش کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔ یہ تحریک وہ ہے جو عشق کو شعور کے ساتھ جوڑتی ہے۔۔۔ معرفت کو عملی زندگی میں ڈھالتی ہے۔۔۔ اور ہمیں ایک ایسی شخصیت بناتی ہے جو نہ صرف اپنی بلکہ دوسروں کی زندگی کو بھی بہتر کر سکے۔

سوچیے! ہم اس عظیم مشن کا حصہ بن کر انسانیت کے لئے کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ یہ تحریک ہمیں دعوت دیتی ہے کہ ہم اپنے اندر وہی جذبہ بیدار کریں جو مولانا رومی کے عشق، مولانا روم کے عرفان اور امام غزالی کے استدلال کا مظہر تھا۔ یہ وقت ہے کہ ہم اپنے آپ سے سوال کریں کہ کیا ہم اس دنیا میں محض ایک تماشائی بن کر رہنا چاہتے ہیں، یا اس قافلے کے ساتھی بننا چاہتے ہیں جو محبت، علم اور روحانیت کا پرچم اٹھائے انسانیت کے لئے روشنی کی کرن بن رہا ہے۔۔؟ تحریک منہاج القرآن ہمیں راستہ دکھانے، ہماری رہنمائی کرنے اور ہمیں اس سفر پر لے جانے کے لئے تیار ہے، جہاں ہم نہ صرف اپنے رب کے قریب ہوں گے بلکہ دوسروں کے لئے بھی روشنی کا سبب بنیں گے۔ یہ مشن؛ محبت، امن اور علم کی شمع جلانے اور دنیا کو ایک بہتر جگہ بنانے کا ہے۔ آیئے! اپنی زندگی کو اس عظیم مشن کے ساتھ جوڑیں۔۔۔ اپنے دل کو عشقِ رسول ﷺ سے منور کریں۔۔۔ اپنی عقل کو علم سے مزین کریں۔۔۔ اور اپنے عمل کو انسانیت کی خدمت کے لئے وقف کریں۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی زندگی کو ایک ایسے مقصد سے جوڑیں جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اور اس مشن کو اپنائیں جو دنیا کو روشنی، امن اور محبت کی طرف لے جا رہا ہے۔

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری

چیئرمین سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ نے تحریک منہاج القرآن کی صورت میں تجدید و احیائے دین کے جس عظیم مشن کا آغاز کیا ہے اس کا ایک ایک پہلو علم و تعلیم کے ساتھ بڑا گہرا تعلق رکھتا ہے۔ اس مشن کی ہر سرگرمی کا محور و مرکز علم ہے، حقیقی علم کا فروغ اور ابلاغ اس مشن کا طرۂ امتیاز اور نشانِ اختصاص ہے اور اس عظیم مشن کے بانی و مؤسس کی ہر بات علم سے معمور ہے۔ آپ نے تحریک کے پلیٹ فارم سے قدیم و جدید علم کے حسین امتزاج پر مبنی تعلیمی ادارے اور تربیتی مراکز قائم کئے اُن کی تعلیمات معاشرے میں تحمل، بردباری، برداشت اور رواداری کے رویوں کو پروان چڑھا رہی ہیں۔ اللہ رب العزت حضور شیخ الاسلام کو صحت و تندرستی والی لمبی عمر عطاء فرمائے۔

پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل

شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ نے تحریک منہاج القرآن کی صورت میں تجدیدِ و اَحیائے دین، خدمتِ دین، خدمتِ خلق اور اُخوت و بھائی چارے کی فضا قائم کرنے کے لئے ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کیا ہے جہاں مسلکی و گروہی اور فرقہ وارانہ اختلافات سے ماورا اتفاق و اتحادِ اُمت کا پیغام دیا جاتا ہے۔ الحمد للہ آج ہر سمت سے اس کی پذیرائی ہو رہی ہے، شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ فی زمانہ بین المذاہب رواداری، بین المسالک ہم آہنگی اور اتحادِ اُمت کی ایک موثر اور توانا آواز ہیں۔ آپ نے اپنے رفقائے کار، کارکنان اور وابستگان کو ہمیشہ اعتدال و رواداری کی سوچ دی اور انتشار و تفریق اور فتنوں سے دور رہنے کی تعلیم دی۔ آپ کی 74 ویں سالگرہ پر اندرون و بیرون ملک کے لاکھوں کارکنان اور وابستگان کو مبارکباد دیتا ہوں۔

بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خان

نائب صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل

مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کو 74 ویں سالگرہ کی مبارکباد دے رہا ہوں۔ اللہ رب العزت علم و عمل کی اس رفاقت کو تا دمِ آخر قائم رکھے۔ شیخ الاسلام نے علم کے ہر شعبے میں گراں قدر خدمات انجام دیں، اُن کے علم و فضل کو پاکستان سمیت شرق و غرب میں نہایت عزت و احترام اور پذیرائی سے نوازا جاتا ہے، آپ نے ہر لحظہ اس قبولِ عام کا جواب اتحاد و یکجہتی کے پیغام کی صورت میں دیا، آپ کی تعلیمات ذات، جماعت، گروہ اور فرقہ واریت سے بالاتر ہیں، آپ کا بلند پایہ علمی و تحقیقی استدلال تشنگانِ علم و عرفان کو ہر گھڑی سیراب کر رہا ہے، بدقسمتی سے اُمہ کو مسلکی اور فرقہ وارانہ مباحثوں میں الجھائے رکھا گیا، شیخ الاسلام نے اسلامیانِ شرق و غرب کو ان بے مقصد ابحاث سے نکالا اور مصطفوی معاشرہ کی عالمگیر فکر سے ہم آہنگ کیا۔

خرم نواز گنڈاپور

ناظم اعلیٰ منہاج القرآن انٹرنیشنل

میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کو اُن کی 74 ویں سالگرہ پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور خوشی اور مسرت کے اِن لمحات میں جملہ رفقائے کار کو شریک کرتا ہوں، کسی بھی پُرامن معاشرے کی تشکیل اور ملی وحدت کے استحکام میں اُخوت و رواداری، باہمی خیر سگالی، بھلائی، ہمدردی، ایثار و قربانی، اتفاق و اتحاد اور قومی یکجہتی جیسے عناصر اہم کردار ادا کرتے ہیں، میں پورے وثوق اور فخر کے ساتھ اس بات کا اظہار کرتا ہوں کہ شیخ الاسلام کی قائم کردہ عالمگیر تحریک انسانوں اور معاشروں کو مثالی بنانے والے مذکورہ بالا جملہ نکات پر عمل پیرا ہے۔ شیخ الاسلام نے انتہا پسندی اور تنگ نظری کے خلاف جس قدر علمی مواد اور عملی تربیت سے نوازا وہ ان کی ہمہ جہت شخصیت کو چار چاند لگاتا ہے۔ شیخ الاسلام کروڑوں مسلمانوں اور نوجوانوں کے دل کی آواز ہیں۔

شیخ حماد مصطفی المدنی القادری

نوجوان سکالر

کسی بھی ملک، معاشرے اور تحریک کی خوشحالی و استحکام میں نوجوانوں کا کردار مرکزی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کی دینی، تعلیمی، تربیتی و اخلاقی مساعی کا مرکز و محور نوجوان ہیں۔ شیخ الاسلام نے دنیا کے ہر ملک میں نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مثالی تعلیمی و تربیتی مراکز قائم کئے، بالخصوص مغربی دنیا میں نوجوانوں کی دینی نہج پر تربیت کا خاص اہتمام فرمایا، اُن کا ویژن ہے کہ اُمت محمدیہ ﷺ کے نوجوانوں کو بامقصد زندگی گزارنے کی تحریک اور تربیت دی جائے۔ بلاشبہ نوجوان اُمہ کا محفوظ اور شاندار مستقبل ہیں۔ شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ نے نوجوانوں کو فکری جامعیت و ہمہ گیریت کا عملی نمونہ بنانے کے لئے مصطفوی فکر بھی دی اور مطلوبہ نتائج کے لئے تعلیم و تربیت کا اہتمام بھی کیا، آپ کی فکر کی آفاقیت، خالصیت اور صالحیت کا عملی ثبوت یہ ہے کہ آپ نے مصطفوی معاشرے کے قیام کی جدوجہد کے لئے جہاں ہزارہا خطابات، تصانیف و تالیفات سے نوازا، وہاں مصطفوی معاشرہ کی تشکیل و تعمیر کے لئے **7** نکات پر مشتمل لائحہ عمل بھی دیا جس میں (۱) مثالی ماں (۲) مسکن (۳) مکتب (۴) مسجد (۵) میڈیا (۶) معیشت (۷) معاشرت شامل ہیں۔ ان اداروں کے اُسی کردار کے احیاء کی ضرورت ہے جو ریاست مدینہ میں تھا۔ اگر ہم ایک بندۂ مومن کی مثالی زندگی کا تجزیہ کریں تو اُس میں یہ **7** نکات بدرجۂ اتم ملیں گے۔ شیخ الاسلام نے مصطفوی معاشرہ کی تشکیل کے لئے ان **7** نکات پر مشتمل مراکزِ علم قائم کرنے کی ہدایات فرمائی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی **74** ویں سالگرہ کے موقع پر اُنہیں مبارکباد پیش کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ تحریک سے وابستہ ہر فرد ان **7** نکات کے عملی قیام و فروغ کے لئے محنت کرنے کا عزم کرے۔ میرے سمیت تحریک کا ہر فرد اس بات پر پختہ یقین رکھتا ہے کہ ہر گھر کو مرکزِ علم بنانے سے سوچ اور فکر کے زاویے بدل جائیں گے اور مصطفوی معاشرہ کے قیام کی راہ ہموار ہوگی۔ اللہ رب العزت حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کو صحت و تندرستی والی لمبی عمر عطاء فرمائے اور اُن کا سایۂ شفقت ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ آمین

شیخ الاسلام کی علم الحدیث میں خدمات

ڈاکٹر علی وقار قادری

اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام اور آخری دین ہے جو قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے دستور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے بعد نہ کوئی دین آنے والا ہے اور نہ کوئی شریعت، کیوں کہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ اب خاتم الانبیاء ﷺ کا دین ہی قدرتی طور پر خاتم الادیان، ان کی شریعت خاتم الشرائع اور اس شریعت کی کتاب خاتم الکتب ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس دین کی ہیئت اصلیہ مع اپنی تمام تر اساس کے قیامت تک باقی اور محفوظ رہے۔ اگر دین اپنے اصلی مآخذ کے ساتھ باقی نہ رہے، نئی شریعت کے آنے کا امکان بھی مفقود ہو اور باطل ہر روز نیا روپ دھارے سر اٹھائے تو دنیا میں باطل ہی رہ جائے گا اور ایسا ہونا منشائے خداوندی کے خلاف ہے۔ سو ختمِ نبوت کے بعد احقاقِ حق کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ اسلام کی اساس بغیر کسی زلل و خلل کے محفوظ رہے۔

ایسی غیر معمولی حفاظت انسان کے بس کی بات نہ تھی۔ کیونکہ انسانی فکر تغیرات کا منبع ہے۔ انسان کا دل و دماغ، ذہنی رفتار، قلبی کیفیات، طبعی رجحانات و میلانات ہمیشہ ایک حال پر قائم نہیں رہتے۔ اس حوالے سے ہنری برگسان کا تصورِ زمان پیش نظر رہے تو بات آسان ہو جاتی ہے۔ برگسان کہتا ہے کہ انسان ایک ''دوران'' میں حرکت پذیر ہے اور ''دوران'' ہمیشہ تغیر پذیر ہے۔ ہم کسی بھی لمحے ایک حالت پر قائم نہیں رہتے بلکہ ہمہ وقت تغیر کا شکار ہیں، مگر چونکہ ہم اپنی حالتِ فکری و حالت باطنی پر گہرے غور فکر کے عادی نہیں، اس وجہ سے ہمیں اس پہلو کا کامل شعور نہیں رہتا۔

اسی متغیر فطرت کے منفی تقاضوں نے ماقبل کتب تورات وانجیل کی حقیقی تعلیمات کو مسخ کر دیا اور صحف آدمؑ وابراھیمؑ کو ناپید کر دیا۔ اگر قرآن مجید اور شریعت محمدی ﷺ کی حفاظت بھی انسانوں کے مرہون منت ہوتی تو کچھ بعید نہ تھی کہ اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوتا۔ پس اس کی حفاظت کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لیا اور یوں ختم نبوت کا دائمی فیض اس حفاظتِ الٰہی کی وجہ سے قیامت تک میسر آنے کی ضمانت فراہم ہوئی۔ قرآن مجید نے اس حفاظت کا بیان یوں فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ (الحجر، ۱۵: ۹)

”بے شک یہ ذکرِ عظیم (قرآن) ہم نے ہی اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔“

غور کیا جائے تو اس حفاظت کی دو صورتیں سمجھ آتی ہیں:

۱۔ ان متون کی حفاظت جو اساسِ دین ہیں۔ (یعنی قرآن مجید اور احادیث/سنت)

۲۔ متون کے ان معانی ومفاہیم کی حفاظت جو متابعت نبی ﷺ میں کئے گئے اور ان کو حضور ﷺ کی تائید حاصل ہوئی۔

یہی دو پہلو مل کر دین کی ہیئتِ اصلیہ ترتیب دیتی ہیں اور انہی کی رعایت سے ہیئتِ کذائیہ تشکیل پاتی ہے جو زمانی تغیر کو بنیادی اساس قائم رکھتے ہوئے قبول کرتی ہے۔

ہمارے ہاں عام طور پر یہ تصور ہے کہ دین کی حفاظت سے مراد صرف متون کی حفاظت ہے مگر غور طلب بات یہ ہے کہ اگر ان متون کی وہ تعبیرات جو صراط السوی ہیں اور امت کے بڑے حصے نے گہرے اور طویل غور وفکر کے بعد ان کو بطورِ عقیدہ قبول کر لیا ہے اور ان پر اتفاق ہے، اگر یہ باقی نہ رہیں ، دین باطل تعبیرات کا شکار ہو جائے، کوئی کسوٹی باقی نہ رہے جس پر ان تعبیرات کو پرکھا جا سکے تو کیا مطلق متون کی حفاظت کو کاملاً حفاظتِ دین قرار دیا جا سکتا ہے؟ ہر اہل علم اس جواب سے بخوبی آگاہ ہے۔

یہ تصور صحیح بخاری کی ایک حدیث سے مزید پختہ ہوتا ہے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے دین کے عمل کا بیان فرمایا:

إِنَّ اللهَ لَا يَنْتَزِعُ الْعِلْمَ مِنَ النَّاسِ انْتِزَاعًا، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعُلَمَاءَ، فَيَرْفَعُ الْعِلْمَ مَعَهُمْ وَيُبْقِي فِي النَّاسِ رُءُوسًا جُهَّالًا يُفْتُونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَيَضِلُّونَ وَيُضِلُّونَ۔

اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے یک لخت چھین نہیں لے گا بلکہ وہ علماء کو اٹھا لے گا اور ان کے ساتھ علم کو بھی اٹھا لے گا۔ لوگوں میں جاہل سربراہوں کو باقی چھوڑ دے گا جو علم کے بغیر لوگوں کو فتوے دیں گے۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوں گے اور (لوگوں کو بھی) گمراہ کریں گے۔ (صحیح مسلم، الرقم: ۶۷۹۹)

اس حدیث میں علمِ حقیقی، جس کے بعد جہالت رہ جاتی ہے، اس کو متون کی موجودگی کے ساتھ نہیں بلکہ متون کے ساتھ ان کی اس معتمد اور قابلِ قبول تعبیرات جو بڑے علماء کرام نے کی ہیں، ان سے وابستہ کیا جا رہا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ قرآن و سنت کے الفاظ ہر دور میں موجود رہیں گے مگر ان کا ایسا فہم جو متابعتِ رسول ﷺ کی رعایت کے ساتھ ہو علمائے صالحین کے وجود کا مرہونِ منت ہے۔

صالحینِ امت اور ائمہ محدثین کا یہ کردار ہی ہر دور میں اسلام کی حقیقی ترجمانی اور ہر آئندہ مسئلہ پر حقیقی رہنمائی کا ضامن ہے۔ علمِ دین کا کوئی بھی میدان ہو، ائمہ امت اور صالحینِ امت کی بدولت ہی ہر دور میں دین کی نئی ہیئتِ کذائیہ قائم ہوتی ہے جو ہر نئے آنے والے فتنوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے کافی ہوتی ہے۔

علم الحدیث کے حوالے سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی کاوشوں کا جائزہ

اسلامی تعلیمات کا دوسرا بڑا ماخذ احادیث و سننِ رسول ﷺ ہیں۔ قرآن حکیم کی متعدد آیات؛ حدیث و سنت کی اہمیت اور حجیت کو بیان کرتی ہیں۔ علم حدیث کے حوالے سے علمائے امت کی شعوری کاوشوں کی فہرست بنائیں تو یہ بہت طویل ہے۔ سب سے پہلے حدیث کے جمع کے اہتمام کے لیے ایک ایک حدیث کے لیے ہزاروں میلوں کا سفر۔۔۔ پھر ان احادیث کے حفظ و ضبط کے لیے سالہا سال کی محنت و ریاضت۔۔۔ اس کے بعد حدیث کو سینہ بہ سینہ انتقال سے صفحہ قرطاس پر منتقل کرنا۔۔۔ پھر انتقال شدہ احادیث کی موضوعاتی، رواۃ اور فقہی ضروریات کے مطابق درجہ بندی۔۔۔ احادیث سے احکام کے اخذ و استنباط کے اصول۔۔۔ تراجم الابواب کا آغاز۔۔۔ رواۃ کی جانچ پڑتال؛ جس نے علم جرح تعدیل کو جنم دیا۔۔۔ تیار شدہ ذخیرہ احادیث کی چھان پھٹک۔۔۔ فنِ علوم الحدیث کی تدوین و اصطلاحات کو وضع کرنا۔۔۔ متفقہ طور پر طے شدہ اصطلاحات کی رعائت رکھتے ہوئے نئے نسخوں کی تیاری۔۔۔ اور فنِ علوم الحدیث میں ارتقاء، وہ امور ہیں جنہیں علم الحدیث کے آغاز سے آج تک کے سفر کے مراحل کا اختصار سے بیان کہا جا سکتا ہے۔

حجۃ المحدثین شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے علم الحدیث کے مذکورہ شعبہ جات میں سے کئی میں خدمات انجام دیں مگر اس میں خاص امتیازی پہلو جو کہیں اور کم ہی دیکھنے کو ملتا ہے، وہ علم الحدیث کی عصری تقاضوں کی رعائت رکھتے ہوئے کی گئی تشریح ہے۔ یہ حصہ درج ذیل پہلوؤں پر مشتمل ہے:

(۱) تفردِ استنباطی

اس تشریح سے مراد احادیث مبارکہ سے براہِ راست عصری ضرورتوں کے پیش نظر ایسا استنباط

ہے جو اس سے قبل سامنے نہیں آیا۔ اگرچہ بعض جگہوں پر اس میں قیاس کا ایک پہلو موجود تھا یعنی انہی روایات سے ماقبل ائمہ نے پیش آمدہ صورتحال سے استنباط کیا تھا مگر ظاہر ہے آج کی ضرورت من و عن اس دور میں درپیش ہی نہ تھی۔ یوں ان عصری مسائل کے حل کے لیے احادیث سے استنباط حجۃ المحدثین شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا ایک تفرد ہے۔ اس کو تفردِ استنباطی کہہ سکتے ہیں۔

(۲) تفردِ اجتہادی

عصری مسائل کے حوالے سے براہ راست احادیث سے استنباط کر کے رہنمائی فراہم کرنا تفردِ اجتہادی کہلاتا ہے۔ اس حوالے سے حجۃ المحدثین شیخ الاسلام کا استنباط درجہ اجتہاد میں تھا۔ اس لیے کہ ماقبل ائمہ نے ان احادیث سے وہ نکات و امور اخذ نہیں فرمائے تھے جو آپ نے فرمائے۔

(۳) تفردِ توضیحی

احادیث کی عصری تقاضوں کے مطابق تشریح کا ایک اور منفرد پہلو یہ ہے کہ ماقبل ائمہ میں سے کسی امام، مثلاً امام ابن حجرؒ نے کسی حدیث کی شرح میں کوئی نکتہ اٹھایا اور اس کا اطلاقی پہلو صراحت سے بیان نہ کیا یا اس دور میں اس کی اِس طور پر صراحت ممکن ہی نہ تھی کیوں کہ جو مسئلہ جس شکل میں آج ہے اُس دور میں نہیں تھا۔ شیخ الاسلام نے ان ائمہ کی اس تشریح کو اپنی کتب میں بیان کر کے اس کے متعلقہ اطلاقی و انطباقی پہلوؤں کو شاندار طریقے سے واضح کیا۔ حجۃ المحدثین شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے اس تفرد کو تفردِ توضیحی کہہ سکتے ہیں۔

شیخ الاسلام نے مذکورہ امور کن کن صورتوں میں انجام دیئے، اس حوالے سے چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ احادیث پر نئے تراجم الابواب قائم کرنا

عام آدمی کے فہم اور آسانی کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ کے فرامین وارشادات کو محدثین نے مختلف کتابوں اور ابواب میں تقسیم کر کے منظم کیا ہے تاکہ کوئی بھی شخص کتاب اور باب کے عنوان کے ذریعے بآسانی متعلقہ حدیث تک پہنچ سکے۔ حدیث کی اصطلاح میں کتبِ حدیث کے ابواب کو ''ترجمۃ الباب'' کا نام دیا جاتا ہے۔

امام بخاری کے احادیث رسول ﷺ سے استدلال و استنباط کے منہج و اسلوب کو بڑی قوت اور مضبوط دلیل کے ساتھ عصرِ حاضر میں شیخ الاسلام نے زندہ کیا ہے۔ آپ نے امام بخاری کے تراجم الابواب کے جامع ترین اسلوب کو اختیار کیا ہے اور اس سے اخذ کرتے ہوئے تراجم الابواب کو دورِ حاضر

کی ضروریات کے ساتھ جوڑا ہے اور احادیث کے اطلاقی اور عملی پہلوؤں کو اپنے اعلیٰ ترین طریقِ استنباط واستدلال کے ذریعے خوب نمایاں کیا ہے۔

شیخ الاسلام کی مرتب کردہ جمیع کتب احادیث میں قائم کردہ تراجم الابواب ہمیں عصرِ حاضر میں بڑی مضبوطی اور پختگی کے ساتھ علمِ حدیث کے ساتھ جوڑتے ہیں اور شریعتِ اسلامی کے عقائد واعمال بڑی عمدگی اور بڑی واضحیت کے ساتھ نکھر کر ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عصرِ حاضر کے محققین اور محدثین اس امر کا برملا اعتراف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اس حوالے سے اس موقع پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی متعدد کتب میں سے صرف المنہاج السوی کے مقام و مرتبہ کو بیان کرتے ہوئے اس میں قائم کیے گئے تراجم الابواب کو درج ذیل سطور میں بیان کیا جارہا ہے:

> اسلام اللہ کا آخری پیغام اور آخری دین ہے، اس کے بعد نہ کوئی دین آئے گا نہ شریعت اور نہ کوئی پیغمبر آئے گا اسی لئے دین کی ہیئت اصلیہ کا محفوظ ہونا ناگزیر ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تالیفات میں سے ایک نمایاں نام المنہاج السوی کا ہے اس کتاب کا تعلق کتب منتخبات الحدیث سے ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم سمیت صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث سے مجموعہ ہائے احادیث منتخب کیے گئے۔ ان مجموعہ ہائے احادیث میں سے امام منذری کی ''الترغیب والترہیب'' اور امام یحیی بن شرف النووی کی ''ریاض الصالحین'' نے بہت شہرت حاصل کی۔ المنہاج السوی بھی منتخبات الحدیث کے سلسلے کا ایک منفرد اسلوب، ایک جامع منہج اور ایک مصدقہ تخریج کے قالب میں اپنی نوعیت کا ایک بے مثال، معتبر اور مستند کام ہے۔ شیخ الاسلام کے مرتب کردہ اس مجموعہ حدیث کے بعض تراجم الابواب کا اجمالی جائزہ نذرِ قارئین ہے:

(۱) آج جب دہشت گردی کی عالمی جنگ نے بری طرح مسلمانوں اور مسلمان ممالک کو نقصان پہنچایا ہے اور ساری دنیا میں کردار دیکھے بغیر صرف اسلام سے وابستگی کی بنا پر مسلم و مومن کا تعارف دہشت گرد کا ہوگیا تھا اور ساری دنیا نے اسلام اور مسلمانوں کو حقارت اور عداوت سے دیکھنا شروع کردیا تھا تو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے احادیث کے تراجم الابواب کے ذریعے مضبوط استدلال اور ثقہ استنباط کے ذریعے ثابت کیا کہ اسلام تو امنِ عالم کا

داعی اور محافظ ہے۔ مسلمان اور مومن تو اپنے کردار میں سراپا خیر ہی خیر ہے۔ شیخ الاسلام نے اس تناظر میں احادیث کے درج ذیل تراجم الابواب قائم کرکے ساری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کا بہت بڑا دفاع کیا:

(i) آج کے معاشرے میں ایک حقیقی مومن اور اس کی پہچان کی علامات کو ''فصل فی علامات المومن و اوصافه'' کے ترجمۃالباب کے ذریعے بیان کیا۔اس طرح اس ترجمۃالباب نے ایک مومن سے دہشت گردی کا تصور سرے سے ختم کرکے رکھ دیا ہے۔

(ii) اسلام کے چہرے کو جس دہشت گردی کے تصور کے ساتھ داغدار کیا گیا تھا، اس کا بھی دفاع کرتے ہوئے شیخ الاسلام نے اسلام کی حقیقت کو ''فصل فی الاسلام'' کے عنوان سے ترجمۃالباب قائم کرکے واضح کیا اور آج کے دور میں مسلمان کون ہے اور اس کی نشانیاں کیا ہیں؟ اس امر کو ''فصل فی علامات المسلم و اوصافه'' کے عنوان سے ترجمۃالباب قائم کرکے اجاگر کیا۔

(iii) جب ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کے خون کو بہانے کی ذمہ داری کسی غلط فکر و سوچ کی بنا پر اپنے ذمے لے لی تو شیخ الاسلام نے ہر مسلمان کو بتایا کہ اس کے وجود پر دوسرے مسلمان کے کیا کیا حقوق ہیں؟ آپ نے فصل فی حق المسلم علی المسلم کے عنوان سے قائم ترجمۃ الباب کے ذریعے اس امر کو بخوبی واضح کر دیا۔

> اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے یک لخت نہیں چھینے گا بلکہ وہ علماء کو اٹھالے گا اور اُن کے ساتھ علم بھی اُٹھ جائے گا اور پھر جُہلا کا راج ہوگا

(۲) آج ایک بہت بڑا مسئلہ فتنہ خوارج کا دوبارہ ظہور پذیر ہونا ہے جنھوں نے معصوم مسلمانوں کو خودکش بم دھماکوں کے ذریعے قتل کرنا شروع کر دیا ہے اور اپنے تصورِ مذہب کے مطابق صرف اپنے آپ کو جنتی قرار دینا شروع کر دیا ہے۔ اس فکری اور اعتقادی بے راہ روی کا مقابلہ کرنا اور اس فتنے کے سامنے کھڑا ہونا اتنا آسان نہیں تھا۔ ہر کوئی اپنی جان کی امان میں راہِ رخصت پر چل پڑا مگر عالمِ اسلام کو اس فتنے سے پاک کرنے اور اس کا کلی انسداد کرنے کے لیے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری محافظِ اسلام بن کر دنیا کے سامنے آئے اور ایک تاریخی فتویٰ بعنوان: ''دہشت گردی اور فتنۂ خوارج: مبسوط تاریخی فتویٰ'' جاری کیا اور احادیث

رسول ﷺ کے ذریعے اس فتنے کی ساری حقیقت کو بے نقاب کیا اور باب حکم الخوارج کے عنوان سے ترجمۃ الباب قائم کر کے اس کے تحت بے شمار احادیث کو روایت کر کے امت کے اہلِ علم کو خوارج کے دہشت گرد ہونے پر قائل کیا۔

(۳) آج کے دور کا ایک بہت بڑا مسئلہ عقیدۂ رسالت ﷺ کو ذیلی ابحاث کے ذریعے متنازع بنانے کا بھی ہے۔ انگریز استعمار و سامراج نے اپنے دو سو سالہ اقتدار کو طوالت دینے اور مسلمانوں کو عملی بنیادوں پر کمزور کرنے کے لیے عقیدہ رسالت ﷺ کو تشکیک کے تیروں سے چھلنی کرنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات کے حوالے سے طرح طرح کی ابحاث کو امت کے درمیان فروغ دیا گیا اور ان متنازع ابحاث کو خوب چھیڑا گیا۔ وہ ابحاث جن پر امت نے 12 سو سال تک کبھی جھگڑے و فساد، مذاکرے اور مناظرے نہ کیے تھے، انگریز کی گہری سازش کے تحت یہ تمام کچھ مساجد، مدارس، علماء، واعظین کے اہم موضوعاتِ دین بن گئے اور سارے دین کی تعلیمات کو عقیدہ رسالت کے ان ہی اعتقادی اور فکری مسائل میں بری طرح الجھا دیا گیا۔ عقیدہ رسالت کی من پسند اور فرقہ وارانہ تشریحات نے امت کے درمیان فرقہ واریت اور انتشار کو خوب فروغ دیا۔ باہمی محبتوں کی جگہ نفرتوں اور کدورتوں نے لے لی۔ ہر طرف مسلمان ہی کے لیے کفر اور شرک کے فتوے لگنے لگے۔

چنانچہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اس فتنے کے تمام سوالات کے جوابات مستند اور معتبر احادیث کے متون اور ان کے تراجم الابواب کے ذریعے دے کر امت کو راہِ اعتدال اور راہِ صواب

دکھائی ہے۔

(i) شیخ الاسلام نے ترجمۃ الباب: ان الانبیاء احیاء فی قبورھم باجسادھم کے ذریعے امت پر واضح کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں برزخی حیات کے مطابق زندہ ہوتے ہیں۔

(ii) باری تعالیٰ اپنے انبیاء و رسل عظام علیہم السلام کو خاص علم عطا کرتا ہے۔ اس اہم عقیدہ کو ترجمۃ الباب فصل فی منزلۃ علم النبی و معرفتہ کے ذریعے بیان فرمایا۔

(iii) امت اپنی قبور میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرے گی اور صاحبِ قبر سے رسول اللہ ﷺ کی ذات کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اس عقیدہ کو ان اللہ تسئل عن مکانۃ النبی فی القبور کے ترجمۃ الباب کے ذریعے واضح فرمایا۔

(iv) رسول اللہ ﷺ آخرت میں اپنی امت کے گناہگاروں کی شفاعت کریں گے۔ اس عقیدہ کو فصل فی الشفاعۃ یوم القیامۃ کے ترجمۃ الباب کے ذریعے اجاگر کیا گیا۔

(v) رسول اللہ ﷺ کی محبت باعثِ اجر عظیم ہے۔ فصل فی اجرحب النبی کے عنوان سے قائم ترجمۃ الباب نے اس امر پر تمام شکوک و شبہات کو زائل کر دیا۔

(vi) رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس اور آپ ﷺ کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔ اس مسئلہ کو فصل فی التبرك بالنبی و آثارہ کے ترجمۃ الباب کے ذریعے بیان کیا۔

(vii) رسول اللہ ﷺ کی ذات کو اللہ کی بارگاہ میں بطورِ توسل پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس پر فصل فی التوسل بالنبی کے ترجمۃ الباب کے تحت روشنی ڈالی۔

(viii) امتِ مسلمہ کو رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے کیا شرف و عظمت حاصل ہے، اسے فصل فی شرف النبوۃ المحمدیہ کے ترجمۃ الباب کے تحت واضح کیا۔

(ix) کل کائناتِ انسانیت میں رسول اللہ ﷺ کی مثل کوئی بھی فرد بشر نہیں ہے۔ اس پر فصل فی عدم نظیر النبی فی الکون کے ترجمۃ الباب کے ذریعے متعدد احادیث بیان کر کے امتِ مسلمہ پر حضور نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے صحیح عقیدہ واضح کیا۔

(x) رسول اللہ ﷺ کی ذات ہر مکتبۂ فکر کے مسلمان کے لیے اور ہر طبقۂ انسانیت کے لیے تعظیمِ واجبہ اور تکریمِ لازمہ کی حامل ہے۔ فصل فی تعظیم النبی کے عنوان سے ترجمۃ الباب قائم کر کے اس کے تحت آپ ﷺ کی ہر شان میں تعظیم، احترام، تکریم بجالانے کے عمل کو ایک مسلمان اور مومن کے ایمان کا حصہ قرار دیا۔

۲۔ فقہ الحدیث

علمِ حدیث کے حوالے سے شیخ الاسلام مد ظلہ کے سامنے ایک اور بڑا چیلنج فقہ الحدیث کے حوالے سے تھا۔ فقہ الحدیث اپنے لغوی مفہوم میں جاننے اور سمجھنے کے معنی میں صریح ہے اور اپنے اصطلاحی مفہوم میں حدیث کی واضح مراد اور اس سے مستنبط ہونے والے احکام اور اس سے استدلال کیے جانے والے فوائد کو صائب طریقے سے جاننے کا نام ہے۔ فقہ الحدیث میں حدیث کے اُن معانی و مطالب کو جاننا اور سمجھنا ہوتا ہے جن کو عمل میں لانے کا ہم سے شارع کا مطالبہ ہے یا اُن پر عمل ہمارے لیے پسندیدہ ہے۔ فقہ الحدیث کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے امام حاکم نیشاپوری فرماتے ہیں:

"یہ علم تمام علوم الحدیث کا ثمر ہے اور اُن کا حاصل ہے اور یہی علم مدارِ شریعت ہے۔" (معرفۃ علوم الحدیث، ص: ۷۹)

شیخ الاسلام مد ظلہ نے علمِ حدیث کے اس بحرِ عظیم میں بھی غواصی کی ہے اور اس اسلوب پر بڑے ہی انمول موتی اخذ کیے ہیں اور اپنی استدلال کی قوت اور ثقاہت کی بنا پر اپنی رائے اور اپنے موقف کو قائم کیا ہے۔ آپ نے اپنے استدلال و استنباط کو ائمہ و محدثین کے اقوال اور ان کی ثقہ آراء کے ذریعے مؤید اور مصدق کیا ہے اور سیکڑوں احادیث مبارکہ سے وہ معانی اور مطالب اخذ کیے ہیں جنھوں نے ہمارے عقائد و اعمال کی بنیاد کو حکایات سے بلند کر کے نصوصِ شرعی پر قائم کرنے کا حوالہ فراہم کیا ہے۔

اگر کسی عقیدے پر عمل تھا اور کسی نظریے پر ہماری ثابت قدمی تھی تو اس کی دلیل فقط موجودہ اخلاف کا اسوہ و عمل تھا۔ شیخ الاسلام نے فقہ الحدیث کے ذریعے جہاں ہمیں متعدد مسائل میں نصِ شرعی کی دلیل دی ہے، وہاں اسلاف کے عمل سے بھی ہمارے لیے دلیل لائے ہیں۔ فقہ الحدیث کے حوالے سے اُن کی کتب و تصانیف اور خطبات و لیکچرز میں آنے والی اکثر احادیث ایک منفرد استدلال اور ایک مضبوط استنباط کے ساتھ ہمیں معانی و مطالب کے ایک نئے جہاں سے روشن و منور کرتی ہیں۔

قرآن و حدیث کے فہم میں شیخ الاسلام کا خداداد ملکہ و استعداد فقہ الحدیث کے کئی نئے گوشوں کو عیاں کرتا ہے۔ احادیث کے وہ متون جو ہماری نظروں سے اکثر و بیشتر گزرتے رہتے ہیں مگر معانی و مطالب کی جدّت اور انفرادیت ہماری نظروں اور ہمارے دماغوں سے اوجھل ہوتی ہے، وہ صرف شیخ الاسلام کے اظہارِ تکلم سے ظاہر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب کرونا وائرس کی وبا سے پوری دنیا متاثر ہوئی اور باجماعت نماز ممکن نہ رہی تو کوئی عالم روئے زمین پر ایسا نہ تھا جس نے یہ جرأت کی

جہاں میں فکر و نظر کا دیا جلایا ہے
دلوں کے درد کو لفظوں سے مٹایا ہے
وہ ہیں سفیرِ حق، رہبرِ اہلِ وفا
جنہوں نے نور سے اپنے ہر ظلمت کو مٹایا ہے

ہم گفتار و کردار میں اللہ کی برہان اور اسلام کے
پیغامِ امن و سلامتی کے عظیم علمبردار

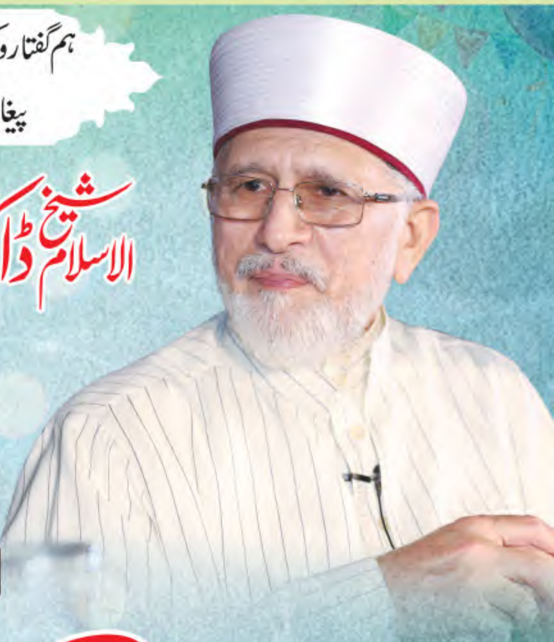

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو

74 ویں سالگرہ

کے موقع پر تہہ دل سے **مبارک باد** پیش کرتے ہیں۔

آپ کی علمی و فکری خدمات نے امت کو جس بصیرت سے نوازا، وہ بے مثال ہے۔ آپ کی علمی، فکری اور روحانی قیادت نے امت کو اتحاد و اخوت کا درس دیا۔ آپ کی شخصیت ہر طبقہ زندگی کے لئے رہنمائی کا مینار ہے۔

اللہ تعالیٰ، شیخ الاسلام کی علمی و روحانی رہنمائی کے ذریعے ہمیں اس دنیا و آخرت میں کامیابی دے اور ان کی تعلیمات کی روشنی سے ہمارے دلوں کو منور کرے۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل نارتھ اٹلی (زون 1+زون 2)

Happy BIRTHDAY

to our beloved

Shaykh ul Islam

DR MUHAMMAD TAHIR-UL-QADRI

MAY YOU BE BLESSED FOR MANY YEARS TO COME AND CONTINUE YOUR GUIDANCE UPON FELLOW PEOPLE

Minhaj ul Quran international South Africa

جہاں میں حق کی جو لو جلا دی گئی
فکر و عمل کی جو راہ بنا دی گئی

شیخ الاسلام کی فکر کا ہے یہ کمال
دلوں کو روشنی کی رہ دکھا دی گئی

ہم امتِ مسلمہ کی علمی، فکری اور اخلاقی راہنمائی میں مصروفِ عمل مفکرِ اسلام، مفسرِ قرآن

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو

74 ویں سالگرہ

کے پرمسرت موقع پر

تہہ دل سے **مبارکباد** پیش کرتے ہیں

شیخ الاسلام کی تعلیمات پوری دنیا میں امن، محبت اور اخوت کا پیغام عام کر رہی ہے۔ آپ کی بصیرت امت کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ آپ کی علمی بصیرت اور ہمہ جہتی خدمات امت کے لیے سرمایہ افتخار ہیں۔

Shahid Malik

Media Head
Minhaj European Council

کہیں پہ حکمتِ قرآں سے دل جلاتے ہیں
کہیں محبت و الفت کے گُل کھلاتے ہیں
شیخ الاسلام کی ذات ہے رحمتِ خدا
وہ ہر طرف شعور کے چراغ جلاتے ہیں

ہم مصطفوی مشن کے عظیم قائد، سرمایہ و فخرِ ملت،
اعتدال و توازن پر مبنی ایک مضبوط آواز

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو

74 ویں سالگرہ کے پُرسعید موقع پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں

آپ کی بے مثال جدوجہد اور بے لوث ہمہ جہتی خدمات پر ہم آپ کے شکر گزار اور احسان مند ہیں۔ شیخ الاسلام کی شخصیت میں تصوف کی گہرائی، فقہ کی پختگی اور تحقیق کی وسعت نمایاں ہے۔ آپ نے اسلامی تعلیمات کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا۔

یا اللہ! ہمیں اپنے شیخ کی علم و حکمت کے جواہر سے سیراب فرما اور اس مصطفوی مشن میں استقامت اور ثابت قدمی کے ساتھ ان کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرما۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل سویڈن

ہو اور دلیل کے ساتھ سب کو مطمئن کیا ہو کہ ان حالات میں مساجد میں باجماعت نماز کا حکم قائم نہیں رہتا۔ شیخ الاسلام نے کثیر احادیث سے استدلال کر کے پوری امت کی رہنمائی فرمائی۔ یہ احادیث کی عصری توضیح کی شاندار مثال ہے۔ اس کے بعد بڑے بڑے علمانے انہی دلائل کے سہارے بات کی۔

٭ فقہ الحدیث کے حوالے سے منعقد ہونے والے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے آپ کے دروس اور لیکچرز، احادیث کے معانی و مطالب کا ایک نیا جہاں ہمارے اوپر منکشف کرتے ہیں۔ اُن لیکچرز کے ذریعے آپ نے امتِ مسلمہ کے ہاں مروّجہ عقائد و اعمال کی علمی اور فنی بنیادیں فراہم کی ہیں اور اسلاف کے طرزِ حیات اور اُن کے اسوہ و کردار کو احادیث کے موافق اور مطابق ثابت کیا ہے۔

٭ اسی طرح فقہ الحدیث کے تناظر میں آپ نے مختلف موضوعات پر متعدد یادگاری اور تاریخی حیثیت کے حامل لیکچرز بھی امت کو عطا کیے ہیں اور آپ کی کتب کا ایک ایک جملہ ہمارے اوپر فقہ الحدیث کے نئے جہاں اور نئے افق روشن کرتا چلا جاتا ہے۔

۳۔ ذخیرۂ حدیث کی ترتیبِ نو

علم الحدیث کے تناظر میں تیسرا بڑا چیلنج جس کا قابلِ رشک جواب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے دیا ہے، وہ ذخیرۂ حدیث کی ترتیبِ نو ہے۔ شیخ الاسلام مدظلہ نے علوم حدیث پر اپنے کام کو مختلف اصناف کے حوالے سے پھیلایا ہے۔ کچھ ذخیرہ حدیث کو وہ ''اربعینات'' کے نام سے جمع کر کے امت تک پہنچاتے ہیں۔ عقائد و اعمال اور اخلاق کے حوالے سے بڑے سے بڑا کوئی ایک موضوع بھی ایسا نہیں ہے جس کو شیخ الاسلام مدظلہ کے قلم نے ذخیرۂ حدیث میں سے ''اربعین'' کی شکل و صورت نہ دی ہو۔ جس موضوع پر بھی احادیث کو ڈھونڈنا چاہیں، اُس پر ایک منفرد اسلوب کے ساتھ آپ کی تالیف شدہ ''اربعینات'' اپنے قارئین کا استقبال کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ یہ ''اربعینات'' اپنی تعداد میں مسلسل اضافے کے عدد سے گزر رہی ہیں۔ اگر ان ''اربعینات'' کی بنیادی تقسیم کریں تو یہ اربعینات؛ عرفانِ الٰہی، قرآنیات، ایمانیات، اعتقادیات، عبادات، فضائلِ نبوی ﷺ، مناقبِ صحابہ، مناقبِ اہل بیت، مناقبِ اولیاء اللہ و صالحین اور فکریات و عصریات کے بڑے بڑے عناوین کے تحت ہیں۔

اس کے علاوہ دیگر موضوعات پر تقریباً 300 کتب ہیں، جو نئے موضوعات پر ذخیرہ حدیث کا درجہ رکھتی ہیں۔ الموسوعۃ القادریہ 8 جلدوں میں اصولِ حدیث پر اس دور کا سب سے بڑا اجتہادی و فنی نوعیت کا کام ہے۔

اس وقت علمِ حدیث میں اپنی نوعیت کا بڑا ہی منفرد اور بہت ہی عظیم الشان پراجیکٹ 40 ضخیم جلدوں پر مشتمل انسائیکلوپیڈیا آف حدیث تیار ہو کر جلد منظر عام پر آرہا ہے، جسے تمام علمی اور فنی بنیادوں پر تیار کیا جارہا ہے۔ اس میں علوم الحدیث کی تمام مباحث کو پیش نظر رکھا جارہا ہے اور ائمہ حدیث کے نقدِ حدیث کے تمام اصولوں اور ضابطوں کو اختیار کیا جارہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کو تصحیح و تنقیح کے اصولِ حدیث کے اطلاقی پہلوؤں سے گزارا جارہا ہے تاکہ اہلِ علم کے ہاں اس کی قبولیت ہو اور عامۃ الناس کے ہاں اُس کی مقبولیت ہو اور تمام میزانِ نقد سے آراستہ و پیراستہ ہو۔ یقینا جہاں یہ اس 21 ویں صدی کا عظیم الشان اور تاریخ ساز کام ہے، وہیں یہ پوری تاریخِ علمِ حدیث کا بھی ایک انوکھا اور منفرد کام ہے۔

۴۔ تخریجِ حدیث

تخریجِ حدیث سے مراد یہ ہے کہ ہر وہ حدیث جسے بیان کیا جارہا ہے، اُس کے حوالے میں ان تمام کتبِ حدیث کا ذکر کیا جائے جن کتب میں وہ حدیث موجود ہے۔ اُن احادیث کو اصل کتب کی طرف منسوب کیا جائے جن میں وہ بیان ہوئی ہیں اور اُن کے درجہ صحت و ضعف کو بھی پرکھا جائے اور صحت کے اعتبار سے اُن کے استنادی معیار کی صحیح اور درست نشاندہی بھی کی جائے۔ یہ سارا جامع مفہوم تخریجِ حدیث کہلاتا ہے۔

علمِ حدیث کے حوالے سے عصرِ حاضر میں شیخ الاسلام کے سامنے ایک چیلنج تخریجِ حدیث کا تھا۔ بغیر سند کے کتب میں حدیث کا اندراج، یا اشارتاً ایک آدھ کتاب کا ذکر عام تھا۔ یہ بات شیخ اسلام نے بروقت جانچ لی کہ فتنوں سے پُر اس ماحول میں اگر حدیث کو اس کے صحیح تصور اور جملہ امہات الکتب جن میں وہ حدیث آئی ہے، اس کے ساتھ بیان کرنے کی روش نہ ڈالی گئی تو لوگ اس کو وہ اہمیت نہ دیں گے جو اس کی اصل میں ہے۔ اس وجہ سے روزِ اول سے ہی آپ نے اس پہلو کا خاص اہتمام کیا۔

شیخ الاسلام کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے اپنے خطبات اور اپنی کتب میں تخریجِ حدیث کا کاملاً اہتمام فرمایا ہے۔ علم کے اعلیٰ معیارِ ثقاہت کو قائم کرنے کے لیے اس حد تک اہتمام میں اوّلیت کا اعزاز شیخ الاسلام کو حاصل ہے۔ جب تخریج کے جدید ذرائع انٹرنیٹ، سوفٹ ویئر، مکتبہ شاملہ وغیرہ اور دیگر کا دور دور تک نام بھی سننے کو میسر نہ تھا، اس وقت شیخ الاسلام نے اپنے لیکچرز اور کتب میں ایک ایک حدیث کی صحت اور اُس کی استنادی حیثیت پر بات کی اور ایک ایک حدیث کے متعدد حوالہ جات معتبر اور مستند کتب سے ذکر کیے۔ اس انداز و اسلوب نے جہاں اُن کے اچھوتے و منفرد طرزِ استدلال و استنباط

کو بھی علمی اور تحقیقی قوت فراہم کی وہاں اُن کے مؤقف کو مستند بنانے میں بھی مدد و اعانت فراہم کی۔ اُن کے ہزاروں لیکچرز اور سیکڑوں کتب فنِ تخریج کے جملہ اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے حوالہ جات کے ساتھ محقّقہ نظر آتی ہیں بلکہ یہ کہنا بھی بے جا نہ ہو گا کہ وہ تحقیق و حوالہ جات کی کثرت میں تمام عصری مصنفین اور مؤلفینِ تحقیقات سے ممتاز اور منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔

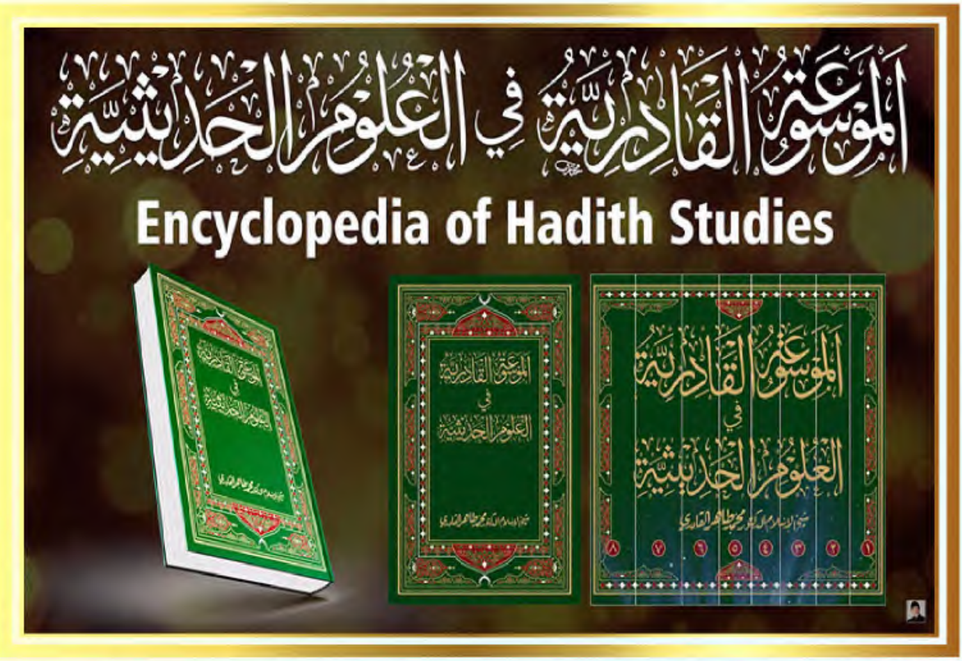

شیخ الاسلام کا سب سے بڑا کمال اور اُن کا سب سے بڑا حوالہ یہ ہے اُن کی ہر بات دلیل کے ساتھ ہے اور ہر قول حوالے کے ساتھ ہے۔ وہ اپنی بات کو دلیل کی قوت سے دوسروں پر حجت بناتے ہیں، اپنے مؤقف کو ہمیشہ برہان سے مزیّن کرتے ہیں اور اپنے قاری اور سامع کو درجہ ایقان میں لاتے ہیں۔ علماء و مدرسین، محققین و مبلغین اور مصنفین و مؤلفین کی مجلس میں اُن کی علمی و تحقیقی طبع زاد اپنے کمال کی حدوں کو چھوتی نظر آتی ہیں۔

۵۔ ابلاغِ حدیث کے ذریعے محبت اہل بیت اطہارؑ کا احیاء

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری فرماتے ہیں کہ ’’فی زمانہ حُبِّ اہلِ بیت خارجیت کی زد میں آچکی ہے۔ لوگ اخلاقی طور پر اتنے کمزور ہو چکے ہیں کہ وہ شیعہ کہلائے جانے کی تہمت کے خوف سے ذکرِ امام حسین علیہ السلام کی مجالس کا اہتمام کرتے ہوئے ڈرتے ہیں اور ان مجالس کے اہتمام میں لیت و لعل سے

کام لیتے ہیں۔ اَہلِ بیتِ اَطہار علیہم السلام کی محبت کو صرف شیعیت کے ساتھ خاص کرنا تہمت ہے، اس لیے کہ اَہلِ بیتِ اَطہار علیہم السلام کی محبت ہر مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے۔ یہ صرف کسی ایک مسلک کی پہچان نہیں بلکہ ہر مسلمان کی اُخروی نجات اور حفاظتِ ایمان کا ذریعہ ہے۔

اُمت میں ایسے فتنے برپا کرنے والے، جھوٹے فتوے لگانے والے، شر انگیزی کرنے والے، لوگوں کے عقائد کو طرح طرح کے حملوں سے منتشر کرنے والے اور راہِ حق سے ہٹانے والے لوگ ہمیشہ دنیا میں رہے ہیں۔ خارجی فکر تو تسلسل سے ہر صدی میں موجود رہی ہے۔ آج جن لوگوں نے مسلمانوں اور اُمتِ مسلمہ کے خلاف ہتھیار اُٹھا رکھے ہیں، وہ یہی خارجی ہیں جنہوں نے امن کی راہ چھوڑ دی ہے۔ یہ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محبتِ اَہلِ بیتِ اَطہار علیہم السلام کے خلاف ایک محاذ ہے۔ یہ خارجی فکر اَہلِ سنت و جماعت کو فقط حُبّ صحابہ رضی اللہ عنہم تک محصور کر رہی ہے جب کہ حُبِّ اَہلِ بیت علیہم السلام اور حُبّ صحابہ رضی اللہ عنہم دونوں کو جمع کرنا اَہلِ سنت و جماعت کے ہاں ایمان تھا اور ہے۔ دونوں کو جمع رکھنا ہی اَہلِ سنت کا امتیاز اور تشخص تھا اور ہے۔‘‘

> حجۃ المحدثین شیخ الاسلام
> ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے
> دین کی ہیئتَ اصلیہ کی حفاظت
> کے لئے قابلِ رشک جدوجہد
> کی بالخصوص علم الحدیث کی
> شاندار خدمت انجام دی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اس پُر فتن اور غیر متوازن دور میں حُبِّ اَہلِ بیتِ اَطہار علیہم السلام کی ترویج میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَہلِ بیتِ نسب (وہ رشتے دار جو نسب کی وجہ سے بنتے ہیں، مثلاً چچا، پھوپھی وغیرہم)، اَہلِ بیتِ مسکن (وہ رشتے دار جو گھر کے اندر آباد ہوتے ہیں، مثلاً اَزواجِ مطہرات) اور اَہلِ بیتِ ولادت (اس سے مراد بیٹے، بیٹیاں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اَولادِ اَطہار شامل ہے) کے فضائل کے بارے میں سیکڑوں پُر مغز خطابات کیے اور متعدد کتب تحریر کی ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا وجود اس امت اور پوری انسانیت کے لیے خیر، برکت اور منبع علم و عرفان ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے فیوضات سے ہمیں حصہ وافر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری کا تصورِ اجتہاد

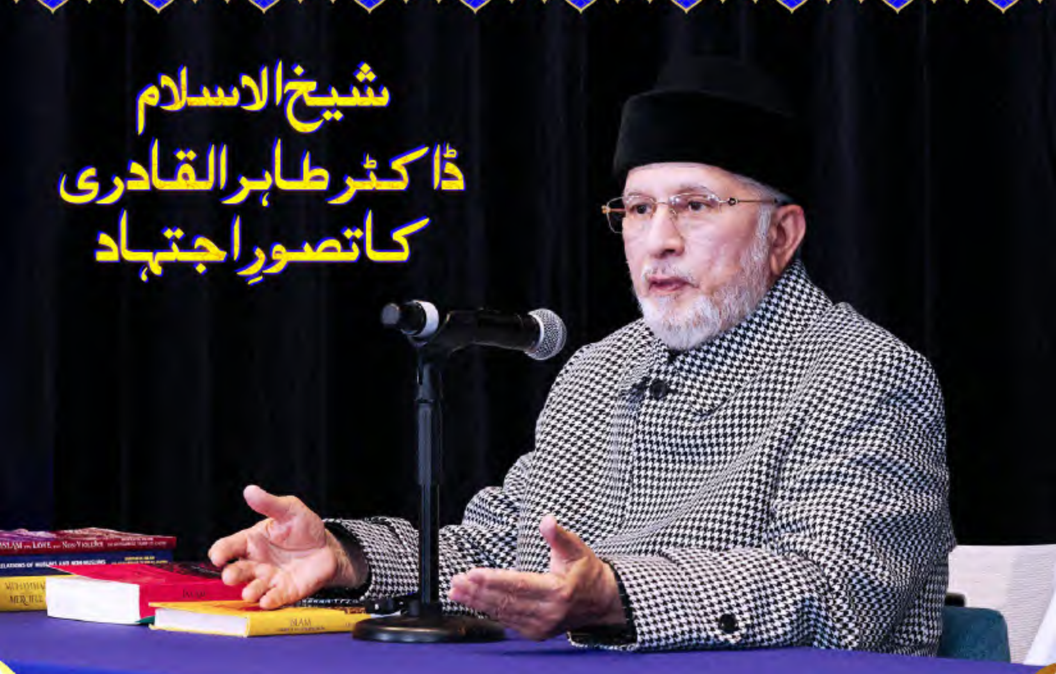

ڈاکٹر محمد افضل قادری
سینئر ریسرچ اسکالر فریدِ ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ لاہور

حیاتِ انسانی جمود و تعطل نہیں بلکہ تحرّک و تغیّر اور تبدّل کا نام ہے۔ تغیراتِ زمانہ زندہ اور بیدار اقوام کے لیے مہمیز کا کام کرتے ہیں۔ اسلامی قوانین ہر زمانے کے بدلتے ہوئے حالات و عادات اور اَحوال و ظروف کے مطابق اِنسانوں کی راہ نمائی کرتے ہیں۔ ان قوانین میں اللہ تعالیٰ نے اتنی وسعت اور لچک رکھی ہے کہ ان میں ہر دور کے تقاضوں کے مطابق ڈھلنے کی صلاحیت موجود ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ مصلحتِ عامہ اسلامی قوانین کی روح اور بنیاد ہے۔ اِس بنیادی اُصول سے مراد یہ ہے کہ نفوسِ انسانی کے متعلق اللہ تعالیٰ کی اس عنایت کو جان لیا جائے، جس کے پیشِ نظر انسانوں کے اخلاق و اعمال کی اصلاح و تہذیب اور ان کی زندگی کے جائز معاملات کے لیے نرمی، وسعت اور سہولت کی فراہمی ہے۔ فقہ اسلامی کے تمام قوانین اور قواعد و ضوابط کی اصل بنیاد یہی حکمت و مصلحت ہے۔ ان مصالح کے حصول کے لیے لازم ہے کہ بدلتے ہوئے حالات میں قانون کی تبدیلی کے باب میں

قرآن و حدیث، آثارِ صحابہ، اَقوالِ تابعین و تبع تابعین اور مجتہدینِ اُمت کی آراء سے اِجتہادی طریق پر استفادہ کیا جائے۔

اجتہاد کے لفظی معنی بہت زیادہ کوشش کرنے کے ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اجتہاد کی تعریف کرتے ہوئے اپنی کتاب ''اجتہاد اور اس کا دائرہ کار'' میں لکھتے ہیں:

''قرآن و سنت اور اِجماع کی روشنی میں مقررہ شرائط کے مطابق اِستنباط و استخراج کے طریقے پر شرعی اَحکام اور قوانین کی تشکیل، تجدید، تفصیل، توسیع اور تنفیذ کے لیے ماہرانہ علمی کاوش کو اِجتہاد کہتے ہیں۔'' (اجتہاد اور اس کا دائرہ کار، ص: ۱۰)

عملاً اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شرعی حکم جو بظاہر اپنی ابتدائی صورت میں قابلِ عمل نہ رہے، اس کو دوبارہ قابلِ عمل بنانے کی کوشش کرنا۔ عہد نبوی میں اجتہاد کا استشہاد اس واقعہ سے کیا جاتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب یمن کا گورنر بنا کر بھیجنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: كيف تقضي إذا عرض لك قضاء

''جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے گا تو تم کیسے فیصلہ کرو گے؟''

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کی کتاب کے موافق فیصلہ کروں گا، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ کی کتاب میں تم نہ پا سکو؟ تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ کی سنت کے موافق فیصلہ کروں گا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر سنت رسول اور کتاب اللہ دونوں میں نہ پاؤ تو پھر کیا کرو گے؟'' انہوں نے عرض کیا:

اجتهد رايي ولا آلو ''پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا''

اس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینے پر اپنا دستِ شفقت رکھتے ہوئے ان کے جواب کو سراہا اور فرمایا:

الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله لما يرضی رسول الله۔ (سنن ابوداود، باب اجتہاد الرای فی القضاء، رقم: ۳۵۹۲)

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جو اللہ کے رسول کو راضی اور خوش کرتی ہے''

اجتہاد کی فضیلت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مجتہد کے متعلق فرمایا:

إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَصَابَ، فَلَه أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَاءَ فَلَهُ أَجْرٌ۔ (صحیح بخاری، باب اجرالحاکم اذااجتہد فاصاب اواخطا،٦: ٢٦٧٦، رقم: ٦٩١٩)

''جب کوئی فیصلہ کرنے والا فیصلہ دینے میں صحیح اجتہاد کرے تو اس کے لئے دو اجر ہیں ، اور اگر اس نے اجتہاد میں غلطی کی تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔''

یادرہے کہ اجتہاد کا مقام اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو درج ذیل شرائط کا حامل ہو:

ا۔وہ مقاصدِ شریعت کو مکمل طور پر سمجھتا ہو۔

٢۔وہ مصادرِ شریعت سے استنباطِ احکام کی مکمل استطاعت رکھتا ہو۔

٣۔ایک مجتہد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ معاشرے کے رسوم و رواج، حالاتِ زمانہ اور ضروریاتِ معاشرہ وغیرہ کو بھی جانتا ہو۔اجتہاد کے لیے عرف و عادت اور لوگوں کی عادات سے شناسائی بھی بہت ضروری ہے۔

شرائطِ اجتہاد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قاضیان عظام اور مفتیان کرام لوگوں کی عادات سے آشنا ہوں۔کیوں کہ بہت سے اَحکام تغیرِ زمانہ کے باعث لوگوں کے رسم و رواج کی تبدیلی سے یا کسی نئ پیش آمدہ ضرورت کی وجہ سے یا اس دور کے لوگوں کی زندگی میں فساد انگیزی کے سبب تبدیل ہو جاتے ہیں۔علامہ امین احسن اصلاحی ''اسلامی قانون کی تدوین'' بڑی اہم بات تحریر کرتے ہیں کہ:

''ایک ذی علم اور ذی شعور مسلمان کے لیے صرف یہی ضروری نہیں ہے کہ وہ نئے پیش آنے والے حالات و واقعات کے بارے میں اسلام کا حکم معلوم کرنے کی کوشش کرے، بلکہ اس پر شریعت کی طرف سے یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ جن پچھلے اجتہادات پر عمل پیرا ہے ان کا بھی برابر جائزہ لیتا رہے کہ کس حد تک اسلام کے اصل ماخذ قانون(کتاب و سنت)سے موافقت رکھتے ہیں۔اس کے بغیر حیاتِ ایمانی کے اصل سرچشموں یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمان کا تعلق نہایت کمزور ہوجاتا ہے۔'' (اسلامی قانون کی تدوین، ص:٦١)

اجتہاد کی بابت غلط فہمی

دوسری اور تیسری صدی ہجری کے بعد مسلمانوں میں بعض اسباب سے ایک غلط تصور قائم ہو گیاکہ قرآن و سنت سے براہِ راست طور پر اجتہادو استنباط ابتدائی دور کے فقہاء نے

تکمیلی طور پر انجام دے دیا ہے، لہذا اب براہِ راست نصوص سے احکامِ اخذ کرنے کی ضرورت نہیں۔آج کے مسلمانوں کے لیے کرنے کا کام یہ ہے کہ وہ ان فقہاء کی کتابوں کو پڑھیں اور ان پر غور کر کے بعد کے زمانوں کے لئے شرعی احکام معلوم کرتے رہیں۔

یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے جسے دور کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ حقیقت میں اجتہاد زندگی کی ایک ضرورت ہے۔اس کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔اجتہاد علمی اعتبار سے تخلیقی طرز فکر(creative thinking) کا دوسرا نام ہے۔ اجتہاد دراصل تطبیقِ نو (reapplication)کا نام ہے۔جس کا دائرہ زندگی کے ہر شعبہ کو محیط ہے۔

شیخ الاسلام اور تصورِ اجتہاد کے نادر گوشے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے جہاں متعدد علمی میادین میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے اور کئی علمی اشکالات، التباسات اور غلط فہمیوں کو دور کرنے میں اہم کردار ادا کیا، وہاں آپ نے اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں تصورِ اجتہاد کو بھی بخوبی واضح کرتے ہوئے اس حوالے سے غلط فہمیوں کا ازالہ فرمایا۔ذیل میں تصورِ اجتہاد کے حوالے سے شیخ الاسلام کی فکر کے نادر گوشوں کو بیان کیا جاتا ہے:

(ا) قانون سازی میں اِجتہاد کا مقام

قانون سازی کے تمام عمل میں اِجتہاد کو مرکزی اور بنیادی حیثیت حاصل ہے کیونکہ قانونِ اسلامی کی بالعموم دو حیثیتیں ہوتی ہیں:

ا۔ ہیئت اصلیہ(Actual Spirit)

۲۔ ہیئت کذائیہ(Structural Form)

قانون سازی کے عمل میں ''اِجتہاد'' کی اہمیت پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری ''اجتہاد اور اس کا دائرہ کار'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''قوانینِ شریعت کی ہیئتِ اصلیہ انسانی زندگی کے تحرّک اور ارتقاء کی ضمانت مہیا کرتی ہے جب کہ ہیئتِ کذائیہ کا مقصد ان میں نظم و ضبط اور ربط و اِنقیاد پیدا کرنا ہے۔جب تقاضے اور مؤثرات بدل جائیں اور ان کے باعث انسانی زندگی کے احوال میں بھی تغیر رونما ہو جائے تو قانون کی اصل غایت اور روح کو برقرار رکھنے بلکہ اس کی افادیت اور اثر انگیزی کو بحال رکھنے کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ اس کی ہیئت کذائیہ کا از سرِ نو جائزہ لیا جائے تاکہ قانون کے نظم و نسق کا پہلو زندگی کے تحرک و

ارتقاء کے پہلو سے متصادم نہ ہونے پائے۔کیونکہ ان کے باہمی تضاد اور تناقض سے نہ صرف انسانی زندگی کا تحرّک جمود میں بدل جاتا ہے بلکہ مطلوبہ ضبط و اِنقیاد کا حصول بھی نا ممکن ہو جاتاہے۔اس فریضے کی ادائیگی قانون سازی کے عمل میں ''اِجتہاد'' کے ذریعے ہوتی ہے۔(اجتہاد اور اس کا دائرہ کار، ص:۱۰)

اسی اجتہادی بصیرت سے قوانینِ شریعت کو ہر دور کے بدلتے ہوئے حالات میں تازگی اور مؤثر نفاذ کی ضمانت میسر آتی ہے۔مزید برآں اسی سے وہ فی الواقع نتیجہ خیز بنتے ہیں اور اسی کی بدولت ان کی ابدیت و آفاقیت بھی قائم رہتی ہے۔

(۲) قرآن و سنت کے اَحکام کی تعبیرِ نو بھی اِجتہاد ہے

قیاس و اِستنباط کے علاوہ قرآن و سنت کے اَحکام کی تعبیر نو بھی اگر خود قرآن و سنت ہی کی دیگر نصوص پر مشتمل نہ ہو تو بذاتِ خود اِجتہاد کہلائے گی۔اس امر کی صراحت کرتے ہوئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری رقم طراز ہیں:

''کیوں کہ تعبیر فی الحقیقت کسی حکم کے مفہوم کے تعین کا نام ہے۔اِسی کو تفسیر بھی کہتے ہیں۔ اگر کسی قرآنی حکم کے مفہوم کا تعین اور تشخص یعنی اس کی تعبیر و تفسیر خود قرآن ہی سے میسر آجائے تو یہ بھی فی نفسہٖ نصِ قرآنی ہوگی، جیسا کہ تفسیر القرآن بالقرآن کا انداز ہوتا ہے۔یہی حال ''تفسیر بالسنۃ'' کے انداز کا ہے۔البتہ جب قرآن و سنت کے کسی حکم کی تعبیر خود قرآن و سنت سے میسر نہ آئے اور علماء علومِ شریعت کی روح اور احوالِ واقعی کی حقیقت سے باخبر ہو کر اسے متعین کریں اور اس کے اطلاق و انطباق کا تشخص کریں تو یہ کام فی نفسہٖ اِجتہاد ہے۔''

> قرآن وسُنت اور اِجماع کی روشنی میں مقررہ شرائط کے مطابق استنباط واستخراج کے طریقے پر شرعی احکام اور قوانین کی تشکیل کیلئے ماہرانہ علمی کاوش کواجتہاد کہتے ہیں

مذکورہ بات کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ اِجتہاد کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ اِجتہاد قیاسی: اسے قیاس شرعی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۲۔ اِجتہادِ اِستصلاحی: جو اِجتہاد مصالح پر مبنی ہو، مثلاً استحسان و استصلاح وغیرہ۔

۳۔ اِجتہادِ بیانی: جدید علمی، فکری اور عصری ضروریات کی تکمیل کے لیے کتاب و سنت کی نصوص کے قواعد کے مطابق تعبیرِ نو کا نام ''اِجتہادِ بیانی'' ہے۔ یہ تعبیر کبھی عبارۃ النص سے، کبھی اشارۃ النص سے، کبھی دلالۃ النص سے اور کبھی اِقتضاء النص سے متعین ہوتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کتاب و سنت کی تعبیر کو اِجتہاد قرار دینا یا نہ دینا—جیسا کہ بعض علماء و فقہاء نے اس امر پر اختلاف کیا ہے— محض نزاعِ لفظی ہے کیونکہ تعبیرِ نصوص کے جواز اور ضرورت کے سب قائل ہیں۔ اب اس عمل کو اِجتہاد کا نام دیا جائے یا کسی اور شے کا، اس کی روح اور افادیت بہر صورت قائم رہتی ہے اور یہی اصل مدعاے اِجتہاد ہے۔

(۳) اکابر ائمہ کے اِجتہاد سے اِختلاف کب جائز ہے؟

ائمہ اَربعہ کے اِجتہاد سے اِختلاف کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام نہایت معتدل اور مبنی بر خیر موقف دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''اب ائمہ اَربعہ کی رائے کے خلاف کوئی ایسا اِجتہاد نہیں ہونا چاہیے جس کی بنیاد پر کسی نئے فقہی مذہب کے معرض وجود میں آنے کے اِمکانات ہوں، کیونکہ ایسے نئے اِجتہادات سے اُمت مسلمہ میں فکری تفرقہ و اِنتشار کی کئی راہیں کھلیں گی۔ لہٰذا مسلمانوں کی علمی و فکری سلامتی اسی میں ہے کہ وہ ائمہ اَربعہ میں سے ہی کسی کے اِجتہاد کی پیروی کرتے ہوئے پہلے سے موجود فقہی مذاہب میں سے کسی کے ساتھ اُصولی طور پر منسلک رہیں تاکہ عصرِ حاضر کے اہلِ علم کی فقہی تحقیق اور قانونی اِجتہاد بجائے آزادانہ رائے زنی کے ایک ضابطے اور اُصول کی پابند رہے۔ جدید اِجتہادی تحقیقات کی راہ میں یہ مسلکِ اِعتدال ہی علماء کے نتائجِ فکر کی صحت و سلامتی کا ضامن ہو سکتا ہے۔ ہمارے نزدیک اسی تصور کا نام تقلید ہے۔ تقلید ائمہ اَربعہ کے وضع کردہ اُصولوں کی پیروی میں تقاضائے وقت کے تحت نئے اِجتہادات کا دروازہ بند کرنے کا نام نہیں۔ یہ تو فکری جمود اور تعطل ہوگا جو نتیجتاً اُمتِ مسلمہ کی علمی موت کا باعث بھی ہو سکتا ہے۔''

(اجتہاد اور اس کا دائرہ کار، ص: ۱۳)

ائمہ اَربعہ کے اِجتہادات کو دو اقسام یعنی اَساسی اور ذیلی اِجتہاد میں تقسیم کرتے ہوئے شیخ الاسلام تحریر فرماتے ہیں:

''اساسی اِجتہاد سے ہماری مراد ایسا اِجتہاد ہے جس نے فقہی تحقیق کا بنیادی ضابطہ تشکیل دیا۔ مثلاً: شریعت کے مصادر و مآخذ کا تعین، ان کی ترتیب اور ایک دوسرے پر ترجیح کے اُصول، ان کی تعریفات و تفصیلات، آیاتِ قرآن کی فقہی توضیحات کے اُصول و اَسالیب، قرآنِ مجید اور احادیث و آثار سے اِستنباطِ اَحکام کے طریقے، احادیث و روایات کے رد و قبول کے معیارات، تبدل اَحکام کی شرائط و ضوابط وغیرہ۔ جب کہ ذیلی اجتہاد سے مراد وہ اِجتہادات ہیں جن کا تعلق اساسی اُصولوں کے تفصیلی اطلاق کے ساتھ ہے اور مخصوص احوالِ زمانہ اور تقاضائے حالات میں اِنطباقی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کا تعلق خاص طور پر ان اَدوار کی حکمتوں اور مصلحتوں سے تھا جو اُصولوں کی تشکیل کے بجائے اخذِ نتائج سے متعلق ہیں یا صرف تعبیر و تشریح اور اِستنباط و استخراج سے، ایسے اِجتہادات ذیلی نوعیت کے ہیں۔''

> حضور نبی اکرمؐ نے حضرت معاذ کو جب یمن کا گورنر بنا کر بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اگر سُنت اور کتاب اللہ میں موافقت نہ پاؤ تو کیسے فیصلہ کرو گے؟ آپؓ نے جواب دیا اجتہاد کروں گا

شیخ الاسلام کے مطابق ائمہ اَربعہ کے اساسی اِجتہاد کی پیروی کرتے ہوئے ذیلی اِجتہادات میں اگر کوئی اختلاف ناگزیر ہو تو اس کے روا رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ آپ ایسے اجتہاد کی بابت اصولی راہنمائی دیتے ہوئے ''اجتہاد اور اس کا دائرہ کار'' میں درج کرتے ہیں:

ا۔ جو اِجتہادی مسائل خاص طور پر ائمہ اَربعہ کے زمانے کے رسم و رواج پر مبنی تھے اور ان اِجتہادات کی علت اس دور کے مخصوص تقاضے، حکمتیں اور مصلحتیں تھیں تو عصرِ حاضر کے بدلے ہوئے حالات میں ان مخصوص اِجتہادات سے اختلاف ہمارے نزدیک فی الحقیقت سرے سے اختلاف ہی نہیں ہے۔ اگر نئی شرعی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے ائمہ اَربعہ ہی کے وضع کردہ اسلوب اِجتہاد کے مطابق نیا اِجتہاد کیا جائے جو

ان سے ظاہرًا مختلف ہو تو حقیقتاً یہ ان کے مخالف نہیں بلکہ ان کے مطابق اور موافق ہوگا اور یہ اِجتہاد روحِ تقلید کے منافی تصور نہ ہوگا۔

۲۔ جو مسائل ائمہ اَربعہ کے دور میں موجود نہ تھے یا اس زمانے میں ان کا ادراک بوجوہ ممکن نہ تھا۔ مثلاً: عصرِ حاضر کے کئی سیاسی، قانونی، اقتصادی، معاشی، معاشرتی اور آئینی و بین الاقوامی معاملات جو خالصتاً اِس دور کی پیچیدگیوں کی پیداوار ہیں۔ اس لیے انہوں نے ان پر کوئی اِجتہاد نہ کیا اور اگر ان کے مماثل بعض مسائل میں اِجتہاد کیا بھی ہو تو وہ مسائل بھی بوجوہ موجودہ معاملات سے مختلف تھے۔ لہٰذا ایسے مسائل میں اِجتہادِ نو ہرگز ممنوع نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اسے ائمہ اَربعہ سے اختلاف تصور کیا جاسکتا ہے۔

> مجتہد کیلئے ضروری ہے کہ وہ
> مقاصدِ شریعت سے مکمل طور پر
> آگاہ، مصادرِ شریعت سے
> استنباطِ احکام کی مکمل استطاعت
> رکھتا ہو اور معاشرتی ضروریات
> و رسوم و رواج سے آگاہ ہو

۳۔ ائمہ اَربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرتے ہوئے اُصولِ تلفیق کے تحت دوسرے اِمام کا اِجتہاد بھی حسبِ ضرورت اپنایا جانا چاہیے۔ عصرِ حاضر کی فقہی زندگی میں اس اُصول کے اطلاق سے اَحکامِ شریعت کے نفاذ اور اجتماعی زندگی میں وحدت کے فروغ کے لیے راہ بخوبی ہموار ہوسکتی ہے۔ اس کی کئی مثالیں مجتہدین کی تحقیقات میں ملتی ہیں۔ یہ وسعتِ نظر خود تصورِ تقلید میں ہی مضمر ہے۔ اسے بھی اپنے فقہی مذہب کے اِجتہاد کے خلاف تصور نہیں کرنا چاہیے۔ علامہ ابن عابدین شامی (۱۸۳۶ء) اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (۱۸۲۳ء) نے اِسی اَمر کی تصریح کی ہے۔

مختصر یہ کہ ائمہ کرام نے ایک دوسرے سے کئی اجتہادی معاملات میں اختلاف کیا ہے۔ صحابہٴ کرام علیہم الرضوان، تابعین اور تبع تابعین میں بھی استخراجی استدلال سے حل طلب کئی معاملات میں اختلافِ رائے پایا جاتا تھا۔ وہ سبھی راہِ ہدایت پر گامزن تھے اور ان سب کی حتی الامکان کوشش ہوتی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر سکیں اور راست بازرہیں۔ اسی کی بنیاد پر ہر دور کے علماء مختلف مسائل

کے حل کے لیے مختلف ائمہ کرام کی طرف سے جاری کردہ فتاویٰ کو قبول کرتے تھے۔ وہ آزمائشوں کو درست مانتے اور غلطی و خطا کے مرتکب لوگوں کی مغفرت کے طالب رہتے تھے۔

(۴) عصرِ حاضر میں اجتماعی اجتہاد کی ناگزیریت

ایک اسلامی ریاست میں اِجتہاد کو قانون کا مرتبہ کس طرح حاصل ہوگا؟ اس حوالے سے حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

''ہمارے نزدیک عصرِ حاضر میں اسلامی ریاست کے لیے ''اِجتماعی اِجتہاد'' یعنی ''اِجتہاد الجماعۃ'' ہی قانون کی حیثیت سے قابلِ قبول ہونا چاہیے۔ کیونکہ اُمتِ مسلمہ میں موجود گروہی، مسلکی اور طبقاتی تقسیم کے باعث واقعتاً ''اِجتہاد الفرد'' یعنی ''اِنفرادی اِجتہاد'' آج ریاستی سطح پر مؤثر کردار ادا نہیں کرسکتا۔ اِجتماعی زندگی میں حالات و مسائل کے تنوعات اور پیچیدگیاں بھی اِسی اَمر کا تقاضا کرتی ہیں۔ اس اِجتہاد کو ''ریاستی اِجماع'' کا درجہ حاصل ہوگا۔ اس کا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ ہر اسلامی ریاست اپنے اپنے مخصوص حالات و مقتضیات کے مطابق جداگانہ طور پر اِجتہاد کی ''اِجماعی صورت'' اپنائے۔''

(i) ''اِجتماعی اِجتہاد'' کی عملی صورت

ایک اسلامی ریاست میں ''اِجتماعی اِجتہاد'' کی عملی صورت پذیری کیسے ہوسکتی ہے؟ اس کا حل پیش کرتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام لکھتے ہیں:

''ہر ریاست ایک ایسا قومی ادارہ تشکیل دے جو دو ایوانوں پر مشتمل ہو۔ ان میں سے ایک شورائے عام اور دوسرا شورائے خاص کہلائے گا۔ شورائے خاص صرف جید علماء و فقہاء اور مختلف عصری علوم و فنون اور معاملات کے ماہرین و متخصصین پر مشتمل ہو۔ ان میں سے بعض تناسبِ آبادی کے اعتبار سے منتخب کیے جائیں اور بعض معینہ کوٹے کے مطابق نامزد۔ جب کہ شورائے عام پورے ملک سے منتخب نمائندوں پر مشتمل ہو۔ ان نمائندوں کے لیے بھی کم از کم معیارِ تعلیم اور معیارِ اخلاق مقرر ہوتا کہ وہ قومی نمائندے صاحبِ عدالت اور اَہلِ رائے ہونے کی شرائط پوری کر سکیں۔ یہ دونوں ایوان باہمی مشاورت سے آئین و قوانین ریاست کی تشکیل و توضیح کے لیے اِجتہاد کریں۔''

(ii) ''اِجتماعی اِجتہاد'' کی لازمی شرائط

حضرت شیخ الاسلام ''اِجتماعی اِجتہاد'' کی لازمی شرائط کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۔ قرآن و سنت کا پابند ہو اور اِجماعِ ماسبق کی روشنی میں واقع ہو۔
۲۔ ملک میں رہنے والے مسلمانوں کے اکثریتی فقہی مذہب کے بنیادی ڈھانچے کے مطابق ہو مگر حسبِ ضرورت دوسرے فقہی مذاہب کو بھی جگہ دی جاسکے۔
۳۔ اگر یہ دوایوانی مقنّنہ یا مجلسِ شوریٰ ضرورت محسوس کرے تو اہلِ علم و فکر کی کسی اور وقیع مجلس مثلاً اسلامی نظریاتی کونسل (Islamic Idealogy Council) یا دیگر ماہرین (technocrats) وغیرہ سے علمی اور فنی مشورہ طلب کرسکے۔(اجتہاد اور اس کا دائرہ کار، ص:۲۳)

مذکورہ بالا طریقے پر اہلِ علم و فکر کی بھرپور مشاورت کے نتیجے میں جو اِجتماعی اِجتہاد وجود میں آئے گا، اُسی کو اسلامی ریاست میں قانون کا درجہ حاصل ہوگا اور یہی مجلسِ شوریٰ اسلامی ریاست کی پارلیمنٹ (parliament) یا نیشنل اسمبلی اور سینٹ وغیرہ کہلائے گی۔ ہماری تحقیق کے مطابق دورِ خلافتِ راشدہ کے اکثر اِجتہادات اِسی اِجتماعی اور شورائی نوعیت کے تھے۔

۲۔ اس امر میں وسعتِ نظری موجود ہے، (تنگ نظری کی کوئی گنجائش نہیں)

۳۔ کسی ایک شے پر سخت روی کا مظاہرہ کرنا اور مخالف نقطۂ نظر کے رد کا پختہ عزم کیے رکھنا ایک بے بنیاد بات ہے۔(الانتقال بین المذاہب، شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری:۸۰)

(۵) اجتہاد کے دروازے کیوں بند ہوئے؟

حضرت شیخ لاسلام ”قرآنی فلسفہ انقلاب“ میں اجتہاد سے روگردانی کے نقصانات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اسلام کے ابتدائی دور میں ”ہیئتِ اصلیہ“ کی تشکیل کے عمل میں ارتقاء جاری رہا ہے اور نئے نئے مسائلِ حیات کا حل ملتا رہا مگر دس بارہ صدیوں کے بعد باطل استحصالی قوتوں کے سیاسی تسلط کے زیر اثر اس میں جمود طاری ہو گیا ۔امتِ مسلمہ کی فکریوں بدلی کہ اس نے اجتہاد کے سارے دروازے رفتہ رفتہ بند کر لئے۔زندگی اپنی رفتار سے آگے بڑھ رہی تھی، نئے نئے مسائل تو پیدا ہوتے رہے مگران کا شرعی حل پیش ہونا بند ہو گیا، نتیجتاً ان میں توازن بگڑ گیا اور شرعی قوانین اور تعلیمات پر عمل نے اپنے مطلوبہ نتائج کماحقہ پیدا کرنا بند کر دیئے۔ نتائج کا مشاہدہ رک گیا تو اعمال کی نتیجہ خیزی پر سے اعتماد بھی اٹھ گیا اور بے یقینی نے اس کی جگہ لے لی۔اب ظاہر ہے کہ بے یقینی سے بے عملی ہی پیدا ہونا تھا، فقط علم ہی عمل کا داعیہ بیدار کرنے کے لئے کافی نہیں ہوتا“۔(قرآنی فلسفہ انقلاب، ا: ۲۳۴)

آپ مزید فرماتے ہیں کہ ”اجتہاد طلب مسائل کو شرعی دائرے سے خارج کر دیا گیا‘ زندگی کے ہزاروں ایسے مسائل تھے جن میں قوم کو رہنمائی فراہم کرنے کی ضرورت تھی مثلاً مختلف معاشرتی

طبقات (Communities) باہم کس طرح ملیں گے؟ سیاسی، اقتصادی، عدالتی، حکومتی، بین الاقوامی، بینکاری، طبّی میدان جیسے ہزارہا ایسے مسائل تھے جن میں تحقیق کی ضرورت تھی مگر چونکہ ان مسائل میں کوئی رہنمائی کے لئے شرعی و دینی فکر سے رجوع کرنے کے لئے تیار نہ تھا کہ یہ مسائل سیکولر فکر کے تحت کر دیئے گئے تھے، نتیجتاً اُن تمام دائروں میں کوئی تحقیقی و تخلیقی کاوش نہ ہو سکی۔

اگر شرعی عدالتوں کا جامع نظام بند نہ کیا جاتا تو زندگی کے تمام مسائل شریعت کے تابع رہتے اور اجتہاد کے دروازے بھی کھلے رہتے کہ زندگی کے تمام مسائل میں شریعت کی طرف رہنمائی کے لئے رجوع کیا جاتا مگر اب یہاں تحقیق کا دائرہ محدود ہو کر رہ گیا وہ اور جو بھی تحقیق ہوئی وہ فقہ کے انتہائی محدود دائرے کے اندر ہوئی، جس کے گواہ اس دور کے فتاویٰ ہیں۔'' (قرآنی فلسفہ انقلاب، ۱:۳۱۱)

شیخ الاسلام کے مطابق ائمہ اِربعہ کے اساسی اِجتہاد کی پیروی کرتے ہوئے ذیلی اِجتہادات میں اگر کوئی اختلاف ناگزیر ہو تو اس کے روا رکھنے میں کوئی حرج نہیں

شیخ الاسلام کے نزدیک اجتہاد سے روگردانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ شریعت اور اصولِ شریعت سے نابلد لوگ، نام نہاد مفکرین ادباء، وکلاء اور دانشوروں نے اپنی مجرد رائے کو اجتہاد کا درجہ دے دیا اور ہر ایک نے اپنے اجتہاد کا دروازہ کھول لیا۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ ہوا کہ دور جدید کے مسائل کا حل تشنہ رہ گیا۔ موجودہ مسائل مثلاً بینکنگ، سود، انشورنس، جدید طبّی مسائل کی پیچیدگیاں وہ مسائل ہیں جن کے متعلق کتب فقہ ہمیں کوئی رہنمائی نہیں دیتیں۔ انہیں حل کے لئے تحقیق و اجتہاد کی ضرورت ہے۔ دور زوال سے دوچار ہونے کے بعد ہماری سیاسی، معاشی اور معاشرتی زندگی کے موثرات بدل جانے کے باوجود ہم نے اجتہاد سے صرف نظر کئے رکھا ہے۔ نتیجتاً آج زندگی اور قانون کے تقاضے ایک دوسرے سے متصادم ہو گئے ہیں۔ زندگی اپنی ضرورت کی تکمیل چاہتی ہے جبکہ قانون خلاف ورزی کی سزا چاہتا ہے خواہ وہ زندگی کی کسی اشد ضرورت ہی کی تکمیل میں کیوں نہ سرزد ہوئی ہو۔ یہ اجتہاد کے باب میں قومی و ملی فکر کے متغیر ہو جانے کا نتیجہ ہے۔

(٦) شیخ الاسلام کے نزدیک قانونِ اسلامی پر جمود کے اسباب

حضرت شیخ الاسلام قانونِ اسلامی پر جمود کے اسباب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ایک

عرصے سے اسلامی قانون پر جمود کی جو کیفیت طاری ہے ہمارے خیال میں اس کے تین اسباب ہیں:

۱۔ قدامت پرست مذہبی ذہن

۲۔ تجدّد پسند جدید ذہن ۳۔ نام نہاد مسلم حکومتیں

آپ ان تینوں کا تجزیہ و محاکمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۔ ہمارے قدامت پرست مذہبی ذہن نے (الا ماشاء اللہ) تصورِ تقلید کو فی الواقع فکری تعطل میں بدل دیا ہے اور اِجتہاد کو عملاً شجرِ ممنوعہ بنا دیا ہے۔اس لیے جو فقہی کام آج سے کئی سو سال پہلے کی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے ہوا تھا، اسے تمام تفصیلات و جزئیات سمیت ہر اعتبار سے آج کے دور کے لیے بھی من و عن کافی وشافی سمجھ لیا گیا ہے۔عام مذہبی طبقہ اسے عملاً اور واقعتاً قرآن و سنت کی طرح ہمیشہ کے لیے حتمی و قطعی سمجھتا ہے اور اس سے جزوی اختلاف یا اس میں اِجتہاد نو کو فعلِ حرام تصور کرتا ہے۔ بنا بریں اسلامی فکر نہ تو عصری مقتضیات کی رعایت کرسکتا ہے اور نہ ہی ارتقاء کی مطلوبہ منزل کی طرف بڑھ سکتاہے۔ نتیجتاً نہ صرف اسلامی قانون بلکہ دیگر فنون بھی تدریجاً جمود کا شکار ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

> قانون سازی کے تمام عمل میں اجتہاد کو مرکزی اور بنیادی حیثیت حاصل ہے، قانون اسلامی کو ہیئت اصلیہ اور ہیئت کذائیہ کی حیثیت حاصل ہے

۲۔ ہمارا تجدد پسند جدید ذہن علماء کے مذکورہ بالا عمومی رویے کے ردِ عمل کے طور پر عصری مسائل کے لیے اِجتہاد کرنا چاہتا ہے مگر اس کی حقیقت سوائے آزادانہ رائے زنی کے اور کچھ نہیں۔نہ وہ لیاقت وِاستعداد کے فقدان کی وجہ سے اِجتہاد کی علمی و عملی شرائط کو پورا کرتا ہے اور نہ انہیں پورا کرنے کی ضرورت کو تسلیم کرتا ہے۔ وہ قرآن و سنت کے علوم اور فقہی و شرعی اِجتہاد کی شرعی علمی، تحقیقی، لسانی اور مطالعاتی ضروریات سے بے خبر رہ کر بھی اپنی ذاتی رائے کو اِجتہاد کے نام پر مسلط کرنا چاہتا

ہے۔اس سے سوائے فکری اِلتباس اور نظریاتی اِنتشار کے کچھ میسر نہیں آسکتا۔چونکہ ایسا نام نہاد اِجتہادِ عالمانِ کم نظر، مسلمانوں کے لیے قابلِ قبول نہیں۔ لٰہذا اسلامی قانون جدّت و قدامت کی اس کشمکش کے باعث جمود و تعطل کا شکار ہوتا چلا جارہا ہے۔ جس طرح علماء کا طبقہ بالعموم جدید تعلیم کی اہمیت کا اندازہ نہیں کر رہا، اُسی طرح جدید تعلیم یافتہ طبقہ بھی بالعموم دینی علوم کے حصول کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ جدید و قدیم علوم کے حامل طبقات کے درمیان موجود اس ذہنی و فکری بُعد اور طبعی اِختلاف نے اُمتِ مسلمہ کو انتہائی مشکل میں ڈال دیا ہے۔یہی امر ہر سطح پر دینی فکر اور اس پر تحقیق کے میدان میں جمود کا باعث ہے۔

۳۔ تیسری وجہ ہماری نام نہاد اسلامی حکومتیں اور ان کے اہلکار ہیں جو اپنے اپنے مخصوص مفادات اور غلامانہ ذہنیت کے باعث اس بُعد اور فاصلے کو ختم کرنے کے لیے تعلیمی دنیا میں کوئی مؤثر انقلابی قدم نہیں اٹھاتے اور اگر جدت و قدامت کے موجودہ تضاد کے ہوتے ہوئے بھی اسلامی قانون پر طاری جمود کو توڑنے کی کوئی مؤثر انقلابی اور

اِجتہادی صورت ہو سکتی ہے تو اس کی راہ میں سیاسی خود غرضیاں اور مفادات حائل ہو جاتے ہیں۔ اگر معاشرہ کسی سطح پر بھی اس نوعیت کے جمود اور تعطل کا شکار ہو جائے تو اس کا خاتمہ مؤثر انداز سے صرف حکمرانوں کی حکیمانہ، مخلصانہ اور اِنقلابی کاوشوں سے ہی ممکن ہوتا ہے، کسی طبقے کی نجی کاوشوں سے کماحقہٗ نتائج برآمد نہیں ہوتے۔ اس لیے یہ ذمہ داری بھی زیادہ تر ہیئتِ حاکمہ کی ہوتی ہے کہ وہ عمل اِجتہاد کو رواں رکھنے میں اپنا منصبی کردار ادا کرے۔(اجتہاد اوراس کا دائرہ کار، ص: ۱۷)

خلاصۂ کلام

بحث کا ماحصل یہ ہے کہ شیخ الاسلام کا تصور اجتہاد جدیدیت اور شریعت کا حسین امتزاج ہے۔ آپ کے نزدیک اجتہاد سے مراد آزادانہ رائے قائم کرنا نہیں بلکہ اسلام کے اصل مصادر یعنی قرآن و سنت پر غور کرکے قیاسی یا استنباطی طور پر شریعت کے نئے احکام معلوم کرنا ہے۔ عام مقلد فقہاء کی تقلید کرتا ہے اور مجتہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی تقلید کرے اور قرآن و حدیث کے نصوص پر غور کر کے براہِ راست احکام کا استنباط کرتا ہے۔

شیخ الاسلام کے نزدیک دورِ حاضر کے پیش آمدہ مسائل کے حل کے سلسلے میں ایک ایسی مبنی بر عقل حکمتِ عملی اپنانے کی ضرورت ہے جو ہمیں اس قابل بنا سکے کہ ہم بغیر کسی التوااور رکاوٹ کے زندگی کے پیچیدہ مسائل کو چاروں فقہی مذاہب کی مدد سے حل کر سکیں۔ علاوہ ازیں شیخ الاسلام اجتہاد کے حوالے سے اس وسیع فکر کے حامل ہیں کہ اجتہاد کی اکثر صورتوں میں حق کا پہلو اختلاف کے دونوں جانب گردش کرتا ہے۔ اجتہاد میں تنگ نظری کی گنجائش نہیں بلکہ وسعتِ نظری ہے۔ اس سلسلہ میں کسی ایک چیز پر سخت مؤقف اختیار کرنا اور مخالف کے نقطۂ نظر کو کلیتاً دو ٹوک انداز میں رد کرنا ایک بے بنیاد بات ہے۔

اسلامی اقتصادیات اور شیخ الاسلام کی فکری خدمات

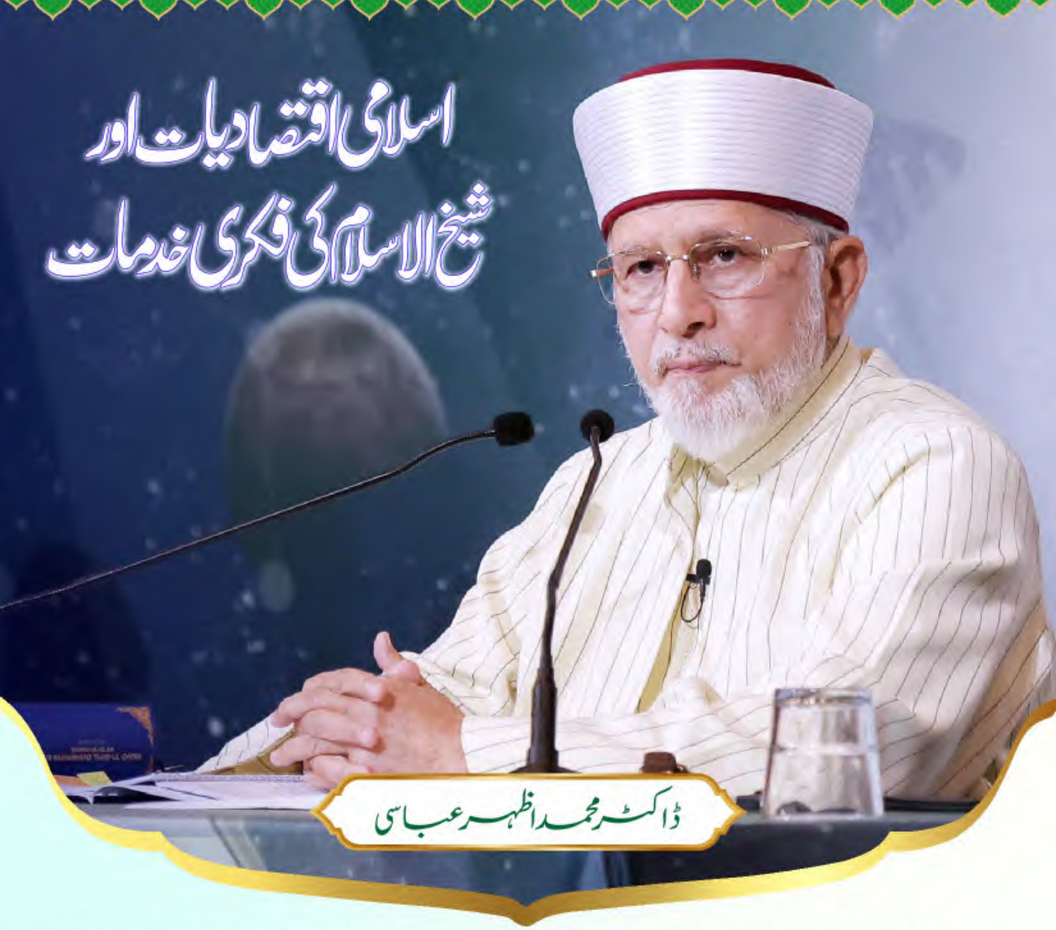

ڈاکٹر محمد اظہر عباسی

تاریخِ اقوامِ عالم سے پتہ چلتا ہے کہ انسانی تہذیب کے عروج وزوال، خوشحالی وبد حالی، امن و جنگ اور کامیابی وناکامی کی اہم وجوہات میں معاشیات واقتصادیات کے استحکام وعدم استحکام کا بڑا عمل دخل رہا ہے۔ عصرِ حاضر میں بھی وہ ممالک جو اقتصادی طور پر مستحکم ہیں، وہ ترقی یافتہ امیر یا سپر پاورز کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس اپنی اقتصادی صورت حال کے سلسلے میں عدم توجہی برتنے یا نظر انداز کرنے والے ممالک غیر ترقی یافتہ ممالک یا پسماندہ اور غریب ممالک کی فہرست میں شامل کئے جاتے ہیں۔ بدقسمتی سے ان میں اکثریت مسلمان ممالک کی ہے اور ایسے ممالک کی تعداد ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔ براعظم ایشیاء، افریقہ کے ممالک بالخصوص اور دیگر بہت سے ممالک بالعموم غربت وافلاس، بھوک اور معاشی بدحالی کا شکار ہیں۔

اسلام نے نظامِ معیشت واقتصاد کو اس قدر اہمیت دی ہے کہ قرآن پاک کی آیات میں ان اصول وضوابط کا تذکرہ ملتا ہے جنہیں بلاشبہ معاشیات کی بنیاد کہا جاسکتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں معاش کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے مختلف مقامات پر روزی کمانے اور معاشی جدوجہد کی تلقین

فرمائی ہے۔ اسی طرح احادیث نبوی ﷺ میں بھی انسان کی معاشی ضروریات کا تذکرہ کیا گیا ہے اور معاشرے میں پیدا ہونے والے معاشی مسائل کا حل بھی پیش کیا گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ہر انسان پر اپنی استعداد کے مطابق معیشت کے لئے جدوجہد کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ کیونکہ دنیا میدانِ عمل ہے۔ یہاں جمود موت کے مترادف ہے۔

چونکہ اقتصادیات انسان کی بنیادی ضرورت ہے اور یہ ضرورت ہر دور میں لازم ہوتی ہے اس لیے مسلم مفکرین نے معاشیات کے حوالے سے جو گراں قدر خدمات سرانجام دیں، تاریخ انہیں کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ مسلم مفکرین نے اپنے معاشی افکار و نظریات کی بنیاد قرآن وحدیث کے سنہری اصولوں کو بنایا اور وہ کام کر کے دکھایا جس کی مثال پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ خلافت راشدہ کی ابتداء اور خاص طور پر عہد فاروقی میں اسلام کے معاشی افکار و نظریات اپنی پوری قوت کے ساتھ قائم نظر آتے ہیں۔

وقت بدلتا گیا اور سلطنتِ اسلامیہ میں جدت کے ساتھ ساتھ مسائل بھی بدلتے اور بڑھتے گئے تو ایسی صورت حال میں در پیش مسائل کا حل بھی ضروری تھا۔ فقہائے کرام اور ماہرینِ معیشت و اقتصادیات نے اپنے اپنے طور پر گراں قدر خدمات سرانجام دیں جن کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ فقہاء کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں مختلف مسائل کی گرہیں کھولیں تاکہ ہر ایک کو مسائل کے سمجھنے میں آسانی میسر آئے۔ اسی سلسلہ میں اقتصادی افکار پر بحث و تمہید کا آغاز ہوا۔ کتاب البیوع اور فقہ المعاملات جیسے ابواب کو اپنی کتب کا حصہ بنا کر فقہاء کرام نے حل طلب مسائل کی وضاحت کی اور امتِ مسلمہ کو اسلامی فقہ کی شکل میں ایک انمول تحفہ دیا۔

ان کتب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی دور میں ایسے مالیاتی نظام موجود تھے جو تجارت، بنکاری اور کارپوریشنوں کی طرح کے اداروں پر مشتمل تھے۔ مذکورہ بالا تمام بحث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اسلامی معاشیات ہر زمانے میں جدت کی طرف گامزن رہی۔ اس کی یہی عمل پذیری اس کی اہمیت کو واضح کرتی ہے اور اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ موجودہ دور میں بھی اسلامی معاشیات کو نہ صرف فروغ دیا جائے بلکہ اس پر عمل بھی کیا جائے۔

شیخ الاسلام اور اسلامی نظامِ معیشت پر ایک تجدیدی و اجتہادی نگاہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا شمار ان چند گراں قدر ہستیوں میں ہوتا ہے جن کے نقشِ قدم پر چل کر زمانہ اپنی منزل کا تعین کرتا ہے۔ دنیا ان کی صلاحیتوں اور خدمات کی معترف ہے۔ انہوں نے یہ مقام جہدِ مسلسل اور عزم و ہمت سے حاصل کیا جس کی مثال ان کی مصروف ترین زندگی ہے۔ شیخ الاسلام

کا شمار ان عظیم ہستیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی زندگی کو نہ صرف دینی اور روحانی خدمات کے لیے وقف کیا بلکہ اسلامی معاشیات اور اقتصادیات کے میدان میں بھی قابل ذکر خدمات انجام دیں۔

آج کل امت مسلمہ بالعموم اور پاکستان بالخصوص معاشی اور اقتصادی بحرانوں کا شکار ہے، جس کی وجہ سے غربت، بے روزگاری، مہنگائی اور عدمِ مساوات جیسے مسائل بڑھتے جا رہے ہیں۔ دنیا بھر میں مسلمانوں کو معاشی طور پر پسماندگی کا سامنا ہے اور پاکستان میں یہ مسائل زیادہ شدت اختیار کر چکے ہیں۔ شیخ الاسلام نے ان معاشی چیلنجز کا گہرا جائزہ لیا اور ان کے حل کے لیے نہ صرف اسلامی معاشی اصولوں کو اجاگر کیا بلکہ عملی تدابیر بھی فراہم کیں۔ انہوں نے بلاسود بینکاری، اسلامی مالیات اور معاشی عدل کے اصولوں پر مبنی ایک جامع معاشی ماڈل پیش کیا، جس کے ذریعے پاکستان اور مسلم دنیا میں اقتصادی ترقی اور فلاح کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اپنے علمی کاموں اور تحقیق کے ذریعے یہ ثابت کیا کہ اسلامی اقتصادیات نہ صرف معاشی بحرانوں کا حل پیش کرتی ہے بلکہ یہ انسانیت کے لیے پائیدار اور عدل و مساوات پر مبنی نظام کی تشکیل کے لیے ایک بہترین راہنمائی فراہم کرتی ہے۔ شیخ الاسلام نے اقتصادیات اور معاشیات کے موضوع پر درج ذیل کتب تحریر کیں:

۱۔ معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل

۲۔ بلاسود بینکاری کا عبوری خاکہ

۳۔ بلاسود بینکاری اور اسلامی معیشت

۴۔ بجلی مہنگی کیوں؟ IPPS کا معاملہ کیا ہے؟

۵۔ اقتصادیات اسلام (تشکیل جدید)

۶۔ اسلام کا تصورِ ملکیت

۷۔ اسلام اور کفالتِ عامہ

۸۔ اسلامی نظامِ معیشت کے بنیادی اصول

۹۔ قواعد الاقتصاد فی الاسلام

۱۰۔ الاقتصاد الاربوی و نظام المصرفی الاسلامی

یہ کتب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی فکر اور ان کے اسلامی معاشی نظام کے بارے میں جامع نقطہ نظر کو پیش کرتی ہیں۔ ان کا مقصد معاشی انصاف اور اسلامی اصولوں کی بنیاد پر ایک پائیدار معاشی نظام کا قیام ہے۔ ان تالیفات کے علاوہ آپ نے اقتصادیات کے موضوع پر مختلف مقامات اور

مواقع پر لیکچرز بھی ارشاد فرمائے۔ ان علمی فن پاروں میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اقتصادیات کے اہم پہلوؤں پر گہری سوچ و فکر سے کام لیتے ہوئے نادر تصورات متعارف کروائے جو اس موضوع پر تحقیق و تجسس کرنے والوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔

ذیل میں معاشیات پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے متعارف کروائے گئے چند تصورات کا اجمالی جائزہ درج کیا جارہا ہے:

(۱) اسلام اور کفالتِ عامہ

اسلام اپنے مزاج میں اجتماعیت کا دین ہے۔ یہی سبب ہے کہ اسلام نے جہاں بھی احکام یا ہدایات عطا کی ہیں وہاں فرد کے بجائے اجتماع کو مخاطب کیا گیا ہے اور انفرادی مفاد پر اجتماعی مفاد کو ترجیح دی ہے۔ کسی بھی نظامِ فکر و عمل میں اجتماعیت کی روح اسی وقت محفوظ و مامون رہ سکتی ہے جب اس میں امدادِ باہمی، تعاون اور ایک دوسرے کے حقوق کے احترام کی واضح تعلیمات موجود ہوں۔ اسلام کی عطا کردہ تعلیمات میں یہ روح ہمیں بڑے واضح طور پر رُوبہ عمل نظر آتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو ہر خیر پر مبنی عمل میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

دراصل اسلام کے اجتماعی ڈھانچے کے اندر افراد کے باہمی ربط اور آپس کے معاملات طے کرنے کا پورا ضابطۂ عمل موجود ہے۔ جہاں زندگی کے دوسرے میادین اور شعبہ جات میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون، ربط و ضبط کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ وہیں زندگی کے معاشی پہلو کے حوالے سے بھی اسی اسلوب کو اختیار کرنے کا حکم ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اپنی تصنیف ''اسلام اور کفالت عامہ'' میں اسلام کے اجتماعی نظام میں امداد باہمی اور کفالت عامہ کی انہی تفصیلات کا احاطہ کیا ہے۔ اس حوالے سے آپ فرماتے ہیں:

''اسلام نے نہ صرف انفرادی سطح پر کفالتِ عامہ کی تلقین و حوصلہ افزائی کی بلکہ اجتماعی سطح پر بھی اسے ایک نظام کے طور پر متعارف کروایا۔ جس کی سیرت نبوی ﷺ میں عملی تصویر مواخاتِ مدینہ کی صورت میں ملتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو ہجرتِ مدینہ منورہ کے بعد سب سے پہلے جو مسئلہ درپیش تھا، وہ مہاجرین کی رہائش و خوراک کا تھا۔ کیونکہ مہاجرین اپنی ہر طرح کی منقولہ و غیر منقولہ جائیدادیں مکہ مکرمہ میں چھوڑ کر مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے تھے۔ ریاستِ مدینہ کے پاس اس قدر وسائل نہیں تھے کہ ان مہاجرین کی آبادکاری، رہائش اور دیگر ضروریات کا انتظام کیا جاتا۔ آپ ﷺ نے اس کے حل کے لیے اہلِ مدینہ یعنی انصار اور مہاجرین کے درمیان رشتۂ مواخات قائم فرما کر اس مسئلے کو نہ صرف مستقل حل کر دیا بلکہ ایک اسلامی ریاست میں اجتماعی سطح پر کفالت عامہ کے تصور کو بھی عملاً واضح کر دیا۔''

افرادِ معاشرہ کے مابین معاشرتی، سیاسی، دفاعی، قانونی، اخلاقی، معاشی اور علمی میادین میں کہاں کہاں تعاون کے امکانات موجود ہیں اور کہاں کہاں افراد معاشرہ کو ایک دوسرے کا دست و بازو بنتے ہوئے اپنے وسائل اور ذرائع کی نفع بخشی کے دائرے کو دوسرے معاشرہ تک پہنچانا چاہیے۔ ان سب جہات کو تفصیلی انداز میں شیخ الاسلام نے بیان فرمایا ہے۔

مسلم مفکرین نے ہر دور میں معاشیات کے حوالے سے گراں قدر علمی و فکری خدمات انجام دیں، شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے فی زمانہ اس اہم تحقیقی کام کو آگے بڑھایا

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اس حوالے سے واضح کیا کہ ریاست اسلامی معاشرے کا ذمہ دار ادارہ ہے، اسے کسی صورت بھی معاشرتی ذمہ داریوں سے مبرا قرار نہیں دیا جاسکتا۔ وہ بنیادی حقوق جو بطور ایک شہری کے ریاست کے ہر فرد کو میسر ہیں، جن میں حقِ خوراک، حقِ لباس، حقِ رہائش، حقِ معاش، حقِ تعلیم، حقِ علاج، اور حقِ انصاف شامل ہیں ان حقوق کی فراہمی کے لیے ایسا نظام وضع کرنا جس میں ریاست کے ہر فرد کو یہ حقوق بلا روک ٹوک میسر ہوں اور وہ ان حقوق کے تحفظ و فراہمی سے مستفیض ہو رہا ہو، یہ سب ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

اسلامی ریاست میں نہ صرف بنیادی ضروریات کی فراہمی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ بلکہ حضور نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اگر معاشرے کے ضرورت مند اور مستحق افراد کو مالی کفالت کی ضرورت ہو تو ریاست اس کا بھی اہتمام کرے تاکہ افرادِ معاشرہ معاشی مجبوریوں کے شکنجوں سے نجات حاصل کر سکیں اور اپنے قدموں پر کھڑا ہو کر معاشی تخلیق کے عمل کو شروع کر سکیں۔

الغرض شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا پیش کردہ تصورِ کفالتِ عامہ نہ صرف چند امتیازی جہات کا احاطہ کرتا ہے بلکہ دور جدید میں ایک ایسی فلاحی ریاست کے قیام کے لیے بھی رہنمائی دیتا ہے۔ جس میں تمام افراد کے نہ صرف تمام حقوق محفوظ ہوں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ریاست کی طرف سے بھی ایک ایسا نظام میسر ہو جس میں افراد معاشرہ اور ریاست کے شہری ایک دوسرے کے ساتھ تقویٰ پر مبنی ہر معاملے میں تعاون کر رہے ہوں۔۔۔ اثم اور عدوان کے فروغ کا سد باب کر رہے

ہوں۔۔۔اور اجتماعی سطح پر ریاست کفالت عامہ کے لیے نظام کے تحت افراد معاشرہ کے بنیادی حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے ان تمام اسباب اور موانعات کا تدارک کر رہی ہو جو افرادِ معاشرہ اور ریاست کے شہریوں کے حقوق کی فراہمی میں تعطل کا باعث بنتے ہوں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے معاشی کفالت کا وہ تصور پیش کیا جسے قرآن نے آج سے چودہ سو سال پہلے پیش کیا اور حضور نبی اکرم ﷺ نے قرآن کی عملی تعبیر پیش کرتے ہوئے اسے اپنی زندگی میں عملاً نافذ کر کے دکھایا اور آپ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے خلفائے راشدین نے بھی اسے اس قدر فروغ دیا کہ ان کے دور میں کوئی شخص معاشی طور پر بدحال نہ رہا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ آج کے حکمران بھی اسوہ حسنہ کی روشنی میں اسلام کے معاشی نظام کو عملاً نافذ کریں تو کوئی امر مانع نہیں کہ ہم پھر سے اپنا کھویا ہوا وقار دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا یہ تصور معاشی نظام کے حوالے سے عظیم شاہ کار کی حیثیت رکھتا ہے۔ متذکرہ بالا بیان کردہ افکار کی روشنی میں اسلام کے معاشی نظام کے خدو خال واضح ہو جاتے ہیں۔ جس سے یہ حقیقت نمایاں ہو جاتی ہے کہ دنیا کے دیگر نظام ہائے معیشت کے مقابل صرف اسلام ہی ایک مثالی اور فلاحی معاشرے کی ضمانت فراہم کر سکتا ہے۔

(۲) معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل

معاشی مسئلہ انسانی زندگی کا بنیادی مسئلہ ہے جو وسائل کی کمی اور ضروریات کی لامحدودیت کے درمیان پیدا ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ اس وقت زیادہ سنگین ہو جاتا ہے جب معاشی وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم اور ان کا غیر دانشمندانہ استعمال کیا جائے۔ معاشی ناانصافی کی بدولت معاشرے میں طبقاتی کشمکش جنم لیتی ہے اور اس سے معاشرے کا حسن عیب میں بدل جاتا ہے معاشی عدل سے مراد صرف و پیدائش اور تقسیم و تبادلہ دولت کے دائرہ میں توازن و تناسب کا پایا جانا ہے تاکہ معاشی سرگرمیاں صحت مند خطوط پر رواں دواں رہیں اور افراد معاشرہ اپنی معاشی ضرورت باوقار طریقہ سے حاصل کر سکیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری کے مطابق اسلامی نظام معیشت ہی ایسا نظام ہے جو کہ معاشی عدل کی تعلیم دیتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

’’اسلام کی آفاقی تعلیمات میں معاشی مسئلہ کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے اور اسلامی معاشرے میں معیشت کو ترجیح بنیادوں پر استوار کیا گیا ہے۔ اسلام استحصال کی ہر شکل کا مخالف ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ فرد کا استحصال زیادہ تر اس کی معاشی ضروریات کی آڑ ہی میں ہوتا رہا ہے۔ سود کی لعنت نے فرد کے معاشی استحصال کو جنم دیا اور اس کی سوچ سے لے کر اس کی نسلوں کے مستقبل تک کو گروی رکھ دیا گیا۔

اعتدال اور توازن اسلامی معاشرے کا حسن ہے اور یہ حسن اسلام کے تصورِ معیشت میں بھی اپنی جملہ رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ اسلام کا تصورِ معیشت انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ اقتدار اعلیٰ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور انسان زمین پر اس کا خلیفہ ہے۔ اسلام میں ہر سطح پر جوابدہی کے احساس کو زندہ و تابندہ رکھا گیا ہے اور امانت کے تصور کو عملی جامہ پہنایا گیا ہے کہ ہر چیز کا مالک اللہ ہے۔ انسان کو ان اشیاء پر محض حقِ تصرف حاصل ہے اور وہ بھی محدود مدت کے لیے۔ اسلام کے نظامِ معیشت میں استحصال کی ہر شکل کے خاتمے کے لیے عملی اقدامات کئے گئے ہیں اور ایک فلاحی ریاست کے تمام بنیادی لوازمات کا اہتمام کیا گیا ہے۔''

اسی تصور کے پیشِ نظر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اپنی کتاب ''معاشی مسئلہ اور اسکا اسلامی حل'' میں معاشی مسئلہ کے حل کے لیے حکم انفاق کی چند قانونی صورتیں پیش کیں۔ جن میں قانون زکوۃ، قانون عشر، قانون نفقات، قانون صدقات، قانون وصیت، قانون وراثت، قانون ضیافت، قانون کفالت، قانون مشارکت، قانون وقف اور قانون اجرت شامل ہیں۔ اس کتاب کے آخر میں آپ نے معاشی انقلاب لانے کے لیے سرکاری سطح پر بھی اقدامات کرنے کے حوالے سے چند اعلیٰ تجاویز پیش کی ہیں۔

(۳) اسلام کا تصورِ ملکیت

کسی بھی نظامِ معیشت میں مال اور ملکیت کا تصور مرکزی اہمیت کا حامل ہوتا ہے کیونکہ اس سے کسی بھی معاشی نظام کے خدوخال تشکیل پاتے ہیں۔ اسلام نے اللہ تعالیٰ کے لیے ہر نوعیت کے اقتدارِ اعلیٰ کا تصور دیتے ہوئے زمین پر انسان کو اللہ کا خلیفہ اور
نائب قرار دیا ہے۔ معیشت کے میدان میں امانت کا تصور عطا کرتے ہوئے تعلیم دی گئی ہے کہ ہر چیز کا مالک اللہ ہے اور انسان کو اموالِ معیشت پر محض نیابتی طور پر حقِ تصرف حاصل ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ قواعد و ضوابط اور اصولوں کی روشنی میں ہی اس حق کو استعمال کر سکتا ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اپنی کتاب ''اسلام کا تصور ملکیت'' میں اسلام کے تصور مال اور تصور ملکیت کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ :

''انسان کے پاس جو مال و املاک ہیں، ان کا اصل مالک اللہ ہے۔ انسان محض اللہ کا نائب ہونے کے ناطے ان املاک میں تصرف کا مجاز ہے۔ لیکن اس کا تصرف اور رویہ مالکِ حقیقی کی ہدایات اور اوامر و نواہی کے تحت ہوگا۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ انسان کے مال پر مالکانہ حقوق مطلق نہیں بلکہ محدود اور مقید ہیں۔ جو اس کو اللہ ہی کے دیے ہوئے مال کا امین ہونے کا شرف بخشتے ہیں۔ اللہ کا نائب اور اللہ کے دیے

ہوئے مال کا امین ہونے کی حیثیت سے انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ مالکِ حقیقی کے احکامات بجا لائے۔مالکانہ تصرف کے باب میں خود کو آزاد سمجھنا اور ہدایاتِ خداوندی سے اجتناب و انحراف کرنا صریح گمراہی ہے۔''

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:''ظاہر ہے کہ نیکی اور بھلائی کے ساتھ حاصل کیا ہوا مال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور عزت واحترام کے حصول کا سبب بنتا ہے،اخروی نجات کے ساتھ ساتھ معاشرتی اور معاشی خوشحالی کے حصول کو ممکن بناتا ہے جبکہ اس کے برعکس غیر اسلامی طریقوں سے کمایا ہوا مال بدی، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی، آخرت میں عذاب، دنیاوی ابتلاء، اختلاف، باہمی عناد اور جنگ و قتال کا باعث بنتا ہے۔اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مال کو زندگی کا مقصد اور منزل نہیں سمجھنا چاہیے۔''

اسلام انفرادی اور اجتماعی حق ملکیت کو تسلیم کرتا ہے لیکن اس میں نظم وضبط اور اس کے غلط استعمال کو روکنے کی غرض سے چند حدود و قیود لگاتا ہے۔ خصوصی طور پر اگر کسی معاشرہ میں معاشی ناہمواری اس حد تک بڑھ جائے کہ غرباء کا استحصال شروع ہو جائے اور ان کے لیے زندگی گزارنا دوبھر ہو جائے تو اسلامی ریاست کے صاحبانِ اقتدار کو حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اسلامی اصولوں پر عمل کرتے ہوئے تحدیدِ ملکیت کریں۔ اسلامی حکومت اصحابِ ثروت کو اس امر پر مجبور کر سکتی ہے کہ وہ شریعت کے عائد کردہ حقوق ادا نہ کرنے کی صورت میں مقرر حد سے زیادہ ملکیت نہ رکھیں۔

(۴) بلاسود بینکاری کا اسلامی تصور

سُود کو ختم کرنے کے بارے میں اسلامی مشاورتی کونسل نے پہلی سفارشات ۱۹۶۹ء میں پیش کی تھیں، لیکن ان پر کبھی عمل درآمد نہ ہو سکا۔ اس رپورٹ کے آٹھ سال بعد ستمبر ۱۹۷۷ء میں جنرل محمد ضیاء الحق نے 'اسلامی نظریاتی کونسل' سے رجوع کیا۔ سُود کے خاتمے کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل نے علما، بنک ماہرین اور اقتصادی ماہرین سے طویل مباحث اور عالمی سطح پر اس مسئلے کی پیچیدگیوں کے گہرے مطالعے کے بعد اپنی دوسری رپورٹ کو حتمی شکل دی اور ۲۵ جون ۱۹۸۰ء کو یہ رپورٹ جنرل ضیاء کو پیش کر دی گئی۔ ۱۹۸۰ء کے اواخر میں اسٹیٹ بنک آف پاکستان نے تمام تجارتی بنکوں کو یہ حکم جاری کیا کہ ''۱۹۸۱ء سے وہ اپنے تمام معاملات غیر سودی بنیادوں پر قائم کرنے کے پابند ہوں گے۔ لیکن سودی نظام ختم نہ ہوا کیونکہ کوئی متبادل اسلامی ماڈل موجود نہ تھا۔ چنانچہ ۱۹۸۵ میں حکومت کی طرف سے وزارت مال نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری سے رابطہ کیا اور تعاون ورہنمائی کی درخواست کی جسے آپ نے بخوشی قبول کیا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اس اہم اور نازک مسئلے کو اپنے طور پر حل کرنے کا بیڑا اٹھایا اور سود سے پاک اسلامی نظامِ بنکاری کا عملی خاکہ پیش کر کے نہ صرف اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے اور اسلام کے خلاف ناپاک سازشوں کا جال بچھانے والے لادین عناصر کو مناسب جواب دیا بلکہ علماء کے وقار کو بحال کر کے انہیں اعتماد اور اعتبار کی دولت سے بھی نوازا۔ اس نظام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ نظام محض کسی فلسفے یا تھیوری پر ہی نہیں بلکہ یہ ایک عملی فارمولا ہے جس پر خلوص نیت سے عمل کیا جائے تو خوشحالی و آسودگی ہمارا مقدر بن سکتی ہے۔

شیخ الاسلام نے اپنی تحقیق سے ثابت کیا کہ اسلامی اقتصادیات معاشی بحرانوں کا حل پیش کرنے کے ساتھ ساتھ انسانیت کے لئے عدل و مساوات پر مبنی نظام مہیا کرتی ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اپنی کتابوں ''بلاسود بنکاری کا (عبوری خاکہ)'' اور ''بلا سود بینکاری اور اسلامی معیشت'' میں نہ صرف سودی بنکاری کو معاشی استحصال کی بدترین شکل قرار دیا بلکہ اسلامی نظام بینکاری کے بنیادی اجزاء کا عملی ڈھانچہ بھی پیش کیا۔ آپ نے اپنی کتب میں قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت کیا کہ بلاسود بنکاری نظام میں ہی ملک و قوم کی فلاح جبکہ سودی نظام میں ہلاکت و تباہی ہے۔ شیخ الاسلام نے اپنی تصانیف میں بلاسود بنکاری کا جو نظام پیش کیا، اس سے نہ صرف ماہرین کو سوچ و بچار کے لئے نئے زاویے میسر آئے بلکہ عوام الناس کے اذہان میں اسلام کے قابلِ عمل ہونے کے یقین کو مزید پختگی حاصل ہوئی۔ اس حوالے سے شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

بلاسود بینکاری کے نظام کو رواج دینے کے لیے ہمیں حقیقت پسندانہ بنیادوں پر اپنے ملک میں رائج ٹیکس کے نظام (System of taxation) کا از سرِ نو جائزہ لینا ہوگا۔ اس کی شرح کو پھر سے یوں متعین اور مرتب کرنا ہوگا کہ تمام محصولات (Taxes) کی ادائیگی قانون کے مطابق ہر ایک کے لئے عملاً ممکن ہو سکے۔ اس میں اس بات کی عملی ضمانت ہو کہ کالے دھن (Black money) اور ادائیگی محصولات سے گریز (Evasion) کا رجحان واقعتاً ختم ہو سکے۔ یہ صورتِ حال حکومت اور صنعت و تجارت پیشہ طبقات کے درمیان باہمی اعتماد اور ذہنی ہم آہنگی کے بغیر ممکن نہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ تمام کاروبار و تجارت کرنے والوں کے لیے شرائط و مقتضیات کو فراخدلانہ طور پر سامنے

رکھا جائے اور اس نظام کے اس واقعاتی مشاہدے کی روشنی میں تنظیم نو کی جائے تاکہ مختلف اور متضاد حسابات (Accounts) تیار کرنے کے بجائے ہر شخص کامل اطمینان سے اپنے حقیقی اور واقعی نفع و نقصان (Profit & loss) کی تفصیلات منظر عام پر لا سکے۔

اس کی بنیاد پر ہی بینک اپنی بیشتر سرمایہ کاری حقیقی مشارکہ کے اصولوں پر کرنے کے قابل ہو سکے گا۔ اس میں نہ صرف سرمایہ کار کو اپنے جملہ جائز حقوق کے تحفظ کی ضمانت ملے گی بلکہ نظامِ مشارکہ کی بنا پر تقسیمِ دولت کا بھی ایک وسیع دائرہ قائم ہو گا۔ بنکاری کو صحیح اسلامی خطوط پر چلانے کے لیے بنکاری (Banking) اور محصولات (Taxes) کے دونوں نظاموں کو ایک ہی تناظر میں رکھ کر انھیں ایک دوسرے کے ساتھ منسلک کرنا ہو گا۔ انھیں ایک دوسرے سے جدا تصور کرتے ہوئے ہم منزلِ مقصود کو حاصل نہیں کر سکتے۔''

خلاصۂ کلام

اقتصادیاتِ اسلام پر شیخ الاسلام کے جملہ تصورات کو جاننے کے لیے اُن کی عظیم تصنیف ''اقتصادیاتِ اسلام'' کا مطالعہ نہایت فائدہ مند رہے گا۔ اس کتاب میں اقتصادیات کے اہم پہلوؤں پر گہری سوچ و فکر سے کام لیتے ہوئے انھوں نے نادر تصورات متعارف کروائے۔ آپ نے اس تصنیف میں معاشیات کے جن اہم موضوعات پر کام کیا ان میں چند درج ذیل ہیں:

۱۔ اسلامی معاشیات کی اساس و ارتقاء
۲۔ اسلامی معیشت کے اصول و ضوابط ۳۔ اسلام کا تصورِ مال
۴۔ انفاق فی سبیل اللہ ۵۔ اسلام کا تصورِ ملکیت
۶۔ اسلامی معیشت میں امداد باہمی اور کفالتِ عامہ کا نظام
۷۔ زمین، زراعت اور مزارعت
۸۔ تجارت، شراکت اور مضاربت
۹۔ صنعت، لیبر پالیسی اور اسلامی معاشی نظام کی تنفیذ

شیخ الاسلام نے اس کتاب میں اسلامی نظامِ معیشت کے عملی نفاذ کے نہ ہونے کے سبب کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا:

”کوئی بھی تصور، نظریہ یا اصول اگر تنفیذ کے عمل سے قاصر ہے تو اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ اسلام کا خاصہ یہ ہے کہ اگر وہ کوئی ہدایت، اصول و ضوابط یا احکام پیش کرتا ہے تو اس کے تنفیذی یا اطلاقی پہلو (Applied side) کو نظر انداز نہیں کرتا۔ معاشی میدان میں بھی اس کا رویہ یہی ہے۔ اسلامی معاشی تصورات قانونی شکل میں موجود ہیں لیکن مرورِ زمانہ کے ساتھ اقدار و روایات بدل گئیں۔ قومی زندگی کے اخلاقی، روحانی اور مذہبی شعبہ جات میں جو زوال آیا اس نے عامۃ الناس کو فرائض و واجبات کا ہی تارک بنا دیا۔ لوگ عزیمت کی بجائے رخصت کی راہ کو ترجیح دینے لگے۔ جب فرائض و واجبات پر عمل ہی عنقا ہوا تو سنن و مستحبات پر عمل صرف کتابوں میں تذکرے کی حد تک رہ گیا۔

وہ تمام اعمال جو عہدِ رسالت مآب ﷺ اور عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہمیں نظر آتے ہیں، وہ ایک مثالی اسلامی معاشرے کی ثقافتی ہیئت کا لازمی عنصر تھے۔ ان اعمال کی اس اساسی اہمیت کے پیش نظر انہیں محض نفلی یا استحبابی نہیں سمجھا جا سکتا۔ مگر عصر حاضر کے مسلمانوں نے انہیں نفلی و استحبابی اعمال گردانتے ہوئے ان پر عمل درآمد کو اہمیت دینا کم کر دیا۔ اندریں حالات ایک مثالی اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے ایسے احکام کو وجوب و لزوم کا درجہ دیئے بغیر محض ترغیب و تحریص کے انداز میں ان کی تبلیغ کرنا گویا فی الواقع لوگوں کو ان احکام پر صریحاً عمل نہ کرنے کی اجازت اور رخصت دینا ہے۔

جب پوری تبلیغی مساعی کے باوجود فرائض ادا نہ ہو رہے ہوں تو نفلی تعلیمات سے زندگی میں کیسے تبدیلی لائی جا سکتی ہے؟ چونکہ مذکورہ بالا احکام پر عمل درآمد خود عہدِ رسالت مآب ﷺ اور عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں وجوب و لزوم کے انداز میں ہوتا رہا ہے تو دورِ حاضر میں بھی ان احکام کی تنفیذی حیثیت پر

اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان وجوبی و نفلی احکامات کی نظری و عملی تقسیم ہونی چاہئے جس کا نمونہ ہمیں اسوۂ رسول ﷺ اور اسوۂ صحابہ میں صاف طور پر نظر آتا ہے۔ تب ہی قرآن و سنت کے جملہ احکام پر عمل درآمد کی راہ ہموار ہو سکے گی۔''

معاشی مسئلہ اور اُس کا اسلامی حل، بلاسود بینکاری اور اسلامی معیشت، اقتصادیات اسلام، اسلام کا تصورِ ملکیت، کفالت عامہ، نظام معیشت شیخ الاسلام کی اہم کُتب ہیں

اسلامی نظامِ معیشت و اقتصاد کے تصورات پر مبنی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی جمیع کتب میں آپ کی تبحرِ علمی، اجتہادی بصیرت اور حقیقی مہارت کا خاص رنگ جھلکتا ہے۔ یہ کتب بلاشبہ آپ کی وسیع النظری، اعلی قابلیت، حقیقت پسندی اور اقتصادی تعلیماتِ اسلامیہ کے ساتھ گہرے تعلق کی آئینہ دار ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی زندگی ہمہ جہت خدمات کا حسین مرقع ہے، جن میں دینی، علمی، فکری، روحانی اور معاشی میدانوں میں ان کی بے مثال جدوجہد شامل ہے۔ اسلامی اقتصادیات کے اصولوں کی تشریح، عملی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کے معاشی مسائل کے حل کے لیے ان کی کاوشیں یقیناً رہتی دنیا تک یاد رکھی جائیں گی۔ شیخ الاسلام کی یہ خدمات نہ صرف ان کے وسیع علمی شغف کی عکاس ہیں بلکہ امتِ مسلمہ کے لیے روشنی کا مینار بھی ہیں۔

آج جب ہم ان کی 74 ویں سالگرہ منا رہے ہیں تو یہ موقع ہمیں اس بات کی یاددہانی کراتا ہے کہ ہم ان کے علمی ورثے کی نہ صرف قدر کریں بلکہ اس پر عمل پیرا ہو کر اسلامی اقتصادیات کو عملی جامہ بھی پہنائیں۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت شیخ الاسلام کو صحت و سلامتی، عمرِ خضر اور اپنی رضا و قربت سے نوازے۔ ان کی خدمات کو مزید وسعت دے تاکہ ان کی رہنمائی میں امتِ مسلمہ ترقی، خوشحالی اور امن کے راستے پر گامزن ہو سکے۔ اللہ کریم ہمیں اور ہماری اولادوں کو ان کے عالمگیر مشن کا مخلص خدمت گزار بنائے اور ہماری اس نوکری کو اپنی بارگاہِ بے کس پناہ میں قبول فرمائے۔

دعا ہے کہ ان کا وجود دنیا میں علم، محبت اور اصلاح کے چراغ روشن کرتا رہے اور ان کی کاوشیں ہماری زندگیوں میں عملی تبدیلی کا ذریعہ بنیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی کو مزید برکتوں اور کامیابیوں سے نوازے اور ان کے علمی و روحانی فیضان کو تادیر جاری و ساری رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

فروغِ علم کے پیکر، بہارِ امن کے امین　　شیخ الاسلام کا ہر قدم ہے سراپا یقین

ہم امتِ مسلمہ کو اسلامی ذخیرۂ علم و حکمت سے روشناس کروانے والی عظیم المرتبت شخصیت مجددِ رواں صدی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو

74 ویں سالگرہ

پر دل کی عمیق گہرائیوں سے **مبارکباد** پیش کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ شیخ الاسلام کو صحت و تندرستی کی بے پایاں نعمت سے نوازے اور علم و حکمت کے مزید خزانے عطا فرمائے تاکہ ان کی تعلیمات سے امن و محبت کی روشنی کی نئی کرنیں ہر سو اجالا کرتی رہیں۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل THE NETHERLANDS

اس عہد میں ہے دین کے ماتھے کا وہ جھومر　　اسلام کی خاتم کا نگینہ مرا قائد

ہم اسلام کی آفاقی تعلیمات اور امن و آشتی کے فروغ کے لیے لازوال کردار ادا کرنے

پر جرأت و استقامت اور علم و حلم کے پیکر

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو 74 ویں

سالگرہ

پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

آپ نے اپنی فکری بصیرت اور روحانی رہنمائی سے دنیا بھر میں امن، اخوت و رواداری کا پیغام دیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی کو اپنی بے شمار رحمتوں سے آراستہ فرمائے اور آپ کے ہر لفظ میں اپنی ہدایت کا عظیم نور عطا فرمائے۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل آئرلینڈ

دلوں کے داغ مٹانے کی بات کرتے ہیں — جہاں کو عشق سکھانے کی بات کرتے ہیں
شیخ الاسلام ہیں وہ رہبرِ زمانہ — جو فکرِ نو جگانے کی بات کرتے ہیں

ہم اصلاحِ احوالِ امت، تجدیدِ دین اور احیائے اسلام کے مصطفوی مشن کے لیے کوشاں

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو

74 ویں سالگرہ کے موقع پر دعاؤں اور محبتوں کے ساتھ مبارک باد پیش کرتے ہیں

شیخ الاسلام کی علمی و تحقیقی خدمات نے جدید اور قدیم علوم کو ہم آہنگ کیا۔ آپ کی شخصیت محبت، امن اور باہمی رواداری کی علامت ہے۔

آپ کی فکر انگیز قیادت اور عالمگیر خدمات پر آپ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ آپ کا چراغِ علم و عرفان ہمیشہ روشن رہے۔

منہاج سکالرز فورم UK

اسلاموفوبیا اور شیخ الاسلام کا فکری کردار

علامہ محمد اقبال فانی
صدر منہاج سکالرز فورم یورپ

دنیا تہذیبی کشمکش کی آماجگاہ ہے، کرہِ اَرض پر کئی ملل اُبھریں، زیر وزبر ہوئیں اور مٹ گئیں۔ اسلام اور مغرب کے مابین فکری و تہذیبی، سیاسی و ثقافتی، معاشی و قانونی اور سماجی و مذہبی کشمکش کی تاریخ بہت طویل ہے، اس کی وجہ باہمی خوف و انتشار، عدمِ اعتماد، افہام و تفہیم کا فقدان اور استعماری قوتوں کے کچھ سیاسی و معاشی مفادات ہیں۔ مغربی دنیا میں اسلام کے بارے میں دو سطحوں پر غلط فہمیاں پیدا ہوئیں:

۱۔ مسلمانوں کی سطح پر ۲۔ غیر مسلموں کی سطح

ذیل میں ان دونوں حوالوں سے وضاحت درج کی جاتی ہے:

۱۔ دہشت گردی شدت پسندی کا نتیجہ ہے اور شدت پسندی تنگ نظری اور عدمِ برداشت سے جنم لیتی ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ تنگ نظر شدت پسند ہی دہشت گردی کا بنیادی سبب ہیں تو یہ غلط نہ ہوگا۔ تنگ نظر اپنے محدود سفلی مقاصد کے لیے اسلام کو بطور ڈھال استعمال کرتے ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اسلامی اَقدار و تصورات کو اپنے محدود و مکروہ عزائم کے لیے استعمال کرنے کا آغاز خوارج نے قرونِ اولیٰ میں کر دیا تھا، وہ اپنی انتہا پسندانہ اور دہشتگردانہ سوچ کو عینِ اسلام قرار دے کر مولائے کائنات علی

شیرِ خدا علیہ السلام سمیت دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتے اور ان کے خلاف تلوار اٹھانے کو عینِ اسلام اور جہاد قرار دیتے تھے۔

ان ہی کے تسلسل میں بد قسمتی سے گذشتہ اڑھائی دہائیوں میں فتنہ و فساد، قتل و غارت گری اور خود کش دھماکوں میں بے گناہ لوگوں کو لقمہ اجل بنانے والے جدید خوارج کے مکروہ عفریت نے بلا تفریقِ رنگ و نسل و مذہب وملت دنیا کے امن کو تباہ کرنا شروع کیا اور اس قتل و غارت گری کو اسلام کے تصورِ جہاد سے منتھی کرتے ہوئے نعرہ تکبیر بلند کر کے لوگوں کے گلے کاٹنے، سروں کے فٹ بال بنانے اور گردن زدنی کی فلمیں بنا کر دنیا میں پھیلانے لگے جس سے اسلام کے خلاف پوری دنیا میں اضطراب کی لہر پھیل گئی۔ کئی سادہ لوح نوجوان اس قتل و غارت گری کو جہاد سمجھ کر اس کی طرف راغب ہونے لگے۔ مغربی معاشروں میں دین کے بارے میں زیادہ معلومات نہ ہونے کی وجہ سے کئی نوجوان دہشت گردوں کی ان کاروائیوں کو اسلام سمجھ کر ان کی حمایتی بننے لگے۔

ان حالات میں خاموشی جرم تھی، اس لیے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی نے مسلمان نوجوانوں کو براہِ راست قرآن وسنت سے دلائل دے کر ان کے دل و دماغ سے تنگ نظری پر مبنی شدت پسندانہ نظریات کو نکال کر، ان کی جگہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا کردہ دینِ متین کی حقیقی تعلیمات کو اجاگر کیا۔ منہاج القرآن انٹرنیشنل کے پلیٹ فارمز سے یورپ میں ہونے والے الہدایہ اور النصیحہ کیمپس اسی سلسلے کی کڑیاں تھیں۔

۲۔ مغربی دنیا میں اسلام کے بارے میں مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں کی سطح پر بھی غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔ مغربی تہذیب لبرلزم، سیکولرزم، سوشلزم اور ہیومنزم جیسے نظریات پر قائم ہے، اس لیے عوامِ مغرب کی اسلام کی بارے میں غلط فہمیوں کی سطحیں بھی مختلف ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ عام مغربی عوام تو مستشرقین اور میڈیا کے پروپیگنڈا کی وجہ سے غلط فہمیوں کا شکار ہے، جبکہ صاحبانِ حل و عقد دہشتگردی کے خلاف جنگ کے نام پر اسلامی عقیدہ و تہذیب کو کچلنے کے لیے سرگرم عمل ہیں، تو یہ غلط نہ ہو گا۔ انتہاؤں کا وجود کہاں نہیں ہوتا؟ بگڑے ہوئے لوگ ہر معاشرے میں پائے جاتے ہیں، ان کا رویہ پورے معاشرے کا عکاس نہیں ہوتا لیکن اگر انہیں کسی معاشرے کے بارے میں فیصلہ کرنے کی بنیاد بنا لیا جائے تو حقائق مسخ ہو جاتے ہیں۔

اس لیے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے مغربی دنیا کو امتِ دعوت سمجھتے ہوئے، کچھ نا سمجھوں کے اِسلام کے خلاف حملوں کا مقابلہ تعلیم و تعلم، علم دوستی اور منطق و دلیل کو فروغ دے کر

گیارہ ستمبر کی مصیبت ٹوٹنے سے تقریباً ایک دہائی پہلے شروع کر دیا تھا۔ اس ضمن میں شیخ الاسلام کے خطابات کے چند موضوعات کی ایک جھلک حسبِ ذیل ہے:

بالخصوص نائن الیون (11 / 9) کے دنیا پر بہت گہرے اور وسیع اثرات مرتب ہوئے، پوری دنیا میں مسلمانوں کے خلاف تفریق اور اسلاموفوبیا ابھر کر سامنے آیا۔ مختلف ممالک میں وار آن ٹیرر (War on Terror) کے نام پر جتنی بھی قانون سازی کی گئی اس کا ہدف اسلام اور مسلمان تھے۔ ایک خوف کی فضا پیدا کر کے اسلام اور مسلمانوں پر انگلیاں اٹھائی گئیں، اسے اسلام اور مغرب کی جنگ بنا کر خوب میڈیا ٹرائل کیا گیا۔ اس جنگ کا اثر انفرادی سطح پر بھی ہوا اور اجتماعی پر بھی، مسلمانوں پر بھی اور غیر مسلموں پر بھی، عوام پر بھی اور خواص پر بھی۔

اندریں حالات جب مغربی میڈیا کھل کر اسلام کے خلاف زہر اگلنے لگا تو ان نامساعد حالات میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی نے مغرب کے سامنے اسلامی تعلیمات کا مقدمہ صحیح انداز میں پیش کرنے اور تعلیماتِ اسلام پر جو گرد ڈالی جا رہی تھی، اسے جھاڑ کر تعلیماتِ دین کا ستھرا، شفاف اور واضح چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور تمام مغربی ممالک میں کئی سالوں کی مسلسل کوشش کے بعد یہ باور کروانے میں کامیاب ہو گئے کہ اسلام دین رحمت و سلامتی ہے۔ مثلاً:

Lec. #	Topic	Place	Date
N-6	What is Islam? A comparative study.	US	05 Apr 1986
N-7	What is Islam? Lecture to Danish Non-Muslims.	Denmark	13 Apr 1986
N-12	Reality of Islam.	US	03 Sep 1987
N-14	Love of Allah.	US	03 Sep 1987
N-16	Two levels of Islamic justice & Benevolence.	Canada	06 Sep 1987
N-18	How should Islam be presented?	Washington	11 Sep 1987
N-48	Meanings of Islam.	Durban, SA	10 Jun 1994
N-185	Islam is religion of Peace and equality.	Westville, SA	10 Jun 1994
N-56	Interfaith dialogue	Hong Kong	23 Oct 1994
N-116	What Islam is (in the light of its origin)	Japan	Oct 1994
N-64	Human Rights, Interfaith dialogue, Jews, Christians & Muslim Scholars.	Toronto, Canada	26 July 1997
N-69	International Peace Conference	Oslo, Norway	13 Aug 1999

☆ واشنگٹن ڈی سی، امریکہ کے معروف تھنک ٹینک United States Institute of Peace (USIP) میں ''اسلام کے تصور جہاد'' پر خصوصی خطاب کیا، جس میں جہاد کی مختلف اقسام اور ان کے مقاصد کو واضح کیا۔

☆ جارج ٹاؤن یونیورسٹی میں ''تصورِ جہاد اور اسلام'' کے موضوع پر آپ نے خطاب کیا، جس میں جہاد اور دہشت گردی کے مابین فرق کو واضح کیا اور اسلام کے امن پسند پیغام کو اجاگر کیا۔

☆ مختلف بین الاقوامی سیمینارز میں اسلام اور مغرب کے درمیان تعلقات، تنوع، اور انضمام کے موضوعات پر آپ کے لیکچرز کو عالمی سطح پر سراہا گیا ہے۔ ورلڈ اکنامک فورم میں آپ نے ''دہشت گردی کی حقیقت'' کے موضوع پر خطاب کیا، جس میں اسلام کے حقیقی پیغام کو پیش کیا اور دہشت گردی کے خلاف شرعی مؤقف کو واضح کیا۔

☆ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے گزشتہ ساڑھے چار دہائیوں سے انتہا پسندی، تنگ نظری، فرقہ واریت اور دہشت گردی کے خلاف علمی و فکری میدانوں میں بھرپور جد وجہد کی ہے۔ اِنتہا پسندی اور دہشت گردی کے خلاف ناقابلِ تردید دلائل و براہین پر مشتمل آپ کا تاریخی مبسوط فتوی 2010ء سے کتابی شکل میں دست یاب ہے۔ یہ فتویٰ اُردو، انگریزی، نارویجن، ڈینش، جرمن، فرنچ، اسپینش اور ہندی کے علاوہ بھی کئی زبانوں میں شائع ہو چکا ہے۔ کئی ممالک میں دہشت گردی کے خلاف حکومتی پالیسی سازاداروں نے آپ کے فتوی اور کتب سے رہنما دستاویزات کے طور پر استفادہ کیا ہے۔ اس فتوے میں قرآن، حدیث، اور فقہ کی روشنی میں 600 سے زائد دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

☆ آپ نے یونیورسٹیز، کالجز اور سیکڑوں عوامی مراکز پر مغربی دنیا کے دانشوروں، پالیسی سازوں اور عوامی نمائندوں کے سامنے یہ واضح کیا کہ اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کے لیے جو دین پسند فرمایا اس کا نام "اسلام'' رکھا، یعنی ''دائمی امن وسکون اور لازوال سلامتی کا دین''۔ یہ امتیاز دنیا کے کسی مذہب کو حاصل نہیں۔ اسلام سراپا امن ورحمت اور سراپا سلامتی ہے۔ اسلام کے معنی ''سلامتی'' کے ہیں۔ اسلام نے مضبوط بنیادوں پر امن وسکون کے ایک نئے باب کا آغاز کیا اور پوری علمی واخلاقی قوت اور فکری بلندی کے ساتھ اس کو وسعت دینے کی کوشش کی۔ آج دنیا میں امن وامان کا جو رجحان پایا جاتا ہے اور ہر طبقہ اپنے اپنے طور پر کسی گہوارۂ سکون کی تلاش میں ہے، یہ بڑی حد تک اسلامی تعلیمات کی دین ہے۔ دنیا میں صرف اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو امن اور سلامتی کی ضمانت دیتا ہے اور ہر سطح پر دہشت گردی اور تخریب کاری کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ اس کی

نگاہ میں بنی نوع انسان کا ہر فرد بلا تفریقِ مذہب و ملت احترام کا مستحق ہے۔ آج بھی اسلام کی آفاقی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو دنیا امن کا گھوارہ بن سکتی ہے۔

شیخ الاسلام نے اسلام کی آفاقی تعلیمات کا برملا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ نبی رحمت ﷺ کی حیاتِ طیبہ، صبر و برداشت، عفوو درگذر اور رواداری سے عبارت ہے۔ دینِ اسلام زندگی کے ہر شعبہ ہماری مکمل راہنمائی کرتا ہے۔ اسلام نے ہمیشہ محبت واخوت اور اعتدال و توازن کا درس دیا ہے جبکہ انتہا پسندی اور دہشت گردی ایک وحشیانہ فعل ہے اور اسلام کے تہذیبی نظام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ یہ دین کی حقیقی تعلیمات، اسلام کے پیغام امن و سلامتی اور پیغمبرِ رحمت، محسن انسانیت ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے بالکل منافی ہے۔ اسلام اذیت پسندی اور فساد انگیزی کا روادار نہیں بلکہ تقدیسِ انسانی کا داعی ہے، اس لیے ہر قسم کے ظلم و بربریت، فتنہ انگیزی، خون ریزی اور دہشت گردی حتیٰ کہ کسی کے بارے میں بد ظنی اور جھوٹی افواہوں سے بھی سختی سے منع کرتا ہے اور ان اقدامات کو جارحانہ اور وحشیانہ عمل قرار دیتا ہے۔

شیخ الاسلام نے دنیا کے سامنے واضح کیا کہ اسلام ہی اپنے دامن میں انسانیت کی فلاح و بہبود کا مکمل نظام سمائے ہوئے ہے۔ اسلام کو سمجھنا ہے تو کلامِ الٰہی قرآن مجید اور سنت و سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں سمجھیں۔ قرآن و سنت ہی اسلام کا صحیح و مستند مأخذ ہیں۔ اگر کسی متشدد، تنگ نظر، شدت پسند یا دہشت گرد کے اقوال وافعال کی روشنی میں اسلام کی تشریحات کی جائیں گی یا اسلام کو سمجھنے کی کوشش کی جائے گی تو یہ یقیناً ظلم اور نا قابلِ قبول رویہ ہوگا۔

الغرض بین الاقوامی برادری نے بالخصوص اور مغرب میں مقیم مسلمانوں نے بالعموم آپ کی احترامِ انسانیت اور بقائے باہمی کے لیے کی گئی کاوشوں کو نہ صرف قبول کیا بلکہ اس کا بھرپور اظہار بھی کیا۔ برطانوی پارلیمنٹ کے ہاؤس آف کامنز کی ڈیفنس کمیٹی نے اپنے سیشن 2002-2003ء کی چھٹی رپورٹ میں بیان کیا:

Dr Qadri claimed that any terrorist act is against the basic precepts of Islam and that it does not allow aggression, oppression and barbarism in any event. And that there is a faction in the Islamic world whose interpretations of Islam are extremist in nature. Their handling of political, social and cultural matters reflect

the extremist trend in their thinking. He stated that this extremist class believes that Islam is inconsistent with democracy and any association with democracy is forbidden.

(Dr Muhammad Tahir-ul-Qadri, "Extremism : Causes and Cures", The Nation, December 14, 2001)

''ڈاکٹر طاہر القادری کا موقف یہ ہے کہ دہشت گردانہ کارروائی بنیادی اسلامی تصورات کے خلاف ہے۔ اسلام کسی صورت میں جارحیت، ظلم و زیادتی اور بربریت کی اجازت نہیں دیتا۔ مسلم دنیا میں ایک گروہ ایسے لوگوں کا ہے جن کی اسلام کے بارے میں تشریحات و توضیحات انتہا پسندانہ نوعیت کی ہیں۔ سیاسی، معاشرتی اور ثقافتی معاملات میں ان کا طرزِ عمل ان کی انتہا پسندانہ سوچ کا آئینہ دار ہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ یہ انتہا پسندانہ جماعت اس امر پر یقین رکھتی ہے کہ اسلام کا جمہوریت سے کوئی تعلق و سروکار نہیں اور جمہوریت کے ساتھ کسی بھی قسم کا تعلق حرام ہے۔''

امریکہ میں تعلیمی نصاب میں شامل کتاب'' Think World Religions'' میں اُسامہ بن لادن کا بیانیہ دے کر اُسے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے اَمن بیانیہ کے ذریعے ردّ کیا گیا ہے۔اس طرح امریکہ نے نصابی کتاب میں شیخ الاسلام کی ریاستی سطح کی کاوش کا اِقرار کیا ہے۔

حرفِ آخر

مغربی دنیا میں بین المذاہب ہم آہنگی پیدا کرنے اور اسلام کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیاں دور کرنے کے لیے آپ نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ معاشرتی وحدت (Integration) کے فروغ کے لیے اسلامی تعلیمات کے عملی نمونے پیش کیے۔ انہوں نے ریاستِ مدینہ کی'' میثاق مدینہ'' جیسی مثالوں کو اجاگر کیا، جو کثیر الثقافتی معاشروں میں ہم آہنگی کی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔

۲۔ رویوں میں تعصب، جارحیت، انتہاپسندی اور تشدد کے خاتمے کے لیے پوری دنیا میں اَن تھک محنت کی۔ اس سلسلہ میں مختلف ممالک میں منعقد ہونے والے الہدایہ کیمپ اور ان کے موضوعات کو دیکھا جاسکتا ہے۔

۳۔ اسلام کی اعتدال، توازن، وسعت اور برداشت پر مبنی تعلیمات کو مشرق سے مغرب تک متعارف کروایا اور ان کو فروغ دیا۔

۴۔ اِسلام اور بالخصوص نبی رحمت ﷺ کی ذاتِ گرامی پر وارد کیے جانے والے اعتراضات کا جواب پیش کیا اور آقا کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے مثالیں دے کر یہ واضح کیا ہے انسانیت آج بھی امن ور حمت کے لیے سرکارِ دو عالم ﷺ کے عطا کردہ فہم و فراست کی محتاج ہے۔

۵۔ انسانی معاشروں میں وسیع البنیاد اور ہمہ جہت سوچ کو فروغ دیا اور یہ شعور اجاگر کیا کہ اسلامی معاشرت کی اعلیٰ اقدار کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ مسلمان معاشرتی رویوں میں دوسروں کے لیے پسندیدہ بن سکیں اور ایک پر امن Multicultural سوسائٹی تشکیل پائے۔

۶۔ مختلف الافکار اَقوام کی سوچ کو bridge up کیا اور بین المذاہب مکالمے (Interfaith Dialogue) کو فروغ دیا تاکہ مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان امن اور ہم آہنگی پیدا ہو۔

۷۔ دنیا کو تہذیبی تصادم سے بچانے کے لیے اپنی علمی، مذہبی اور سماجی خدمات کے ذریعے ایک نمایاں کردار ادا کیا اور ساری دنیا پر یہ واضح کیا کہ صرف مذاہب اور تہذیبوں کا احترام کرتے ہوئے ہم ایک دوسرے کے قریب آ سکتے ہیں اور تہذیبی تصادم کی بجائے باہمی تعاون اور رواداری کی فضا پیدا کی جا سکتی ہے۔

۸۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے باہمی تعلقات کا حقیقی اِسلامی تصور پیش کیا۔

۹۔ فروغِ اَمن اور اِنسدادِ دہشت گردی کا اِسلامی نصاب پیش کیا۔

۱۰۔ پوری دنیا میں امن کانفرنسز منعقد کیں۔ مسلمانوں کو اپنی تعمیرِ ذات اور عملی دعوت پر توجہ دینے کی تلقین کی ہے۔ مسلمانوں کو اس چیز پر مائل کیا کہ وہ اپنی شخصیت میں پر کشش اور اعتدال پسند رویے پیدا کریں تاکہ معاشرتی وحدت (Integration) کو فروغ دیا جا سکے اور تعصبات ختم ہوں۔

۱۱۔ دینِ اسلام کے پُرامن، معتدل اور مبنی بر رحمت تصور کو مسلمانوں اور غیر مسلموں کے ذہنوں میں اجاگر کیا اور پوری انسانیت کے لیے اسلام کی تعلیماتِ محبت کو ہر سطح پر متعارف کروایا۔

۱۲۔ آپ نے قیامِ امن کے مناظرانہ طریقِ دعوت کا رد فرماتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ شدت پسندی، تعصبات، باہمی نفرت اور دہشت گردی کے خاتمے کیلئے نفرتوں اور انتہا پسندی کو تقویت دینے والے لٹریچر پر پابندی عائد کی جائے۔

مصطفوی معاشرہ کی تشکیل
شیخ الاسلام کا ویژن

انجینئر محمد رفیق نجم
نائب ناظمِ اعلیٰ MQI

جب انسان اپنی بنیادی ضروریات کے حصول کے لیے دوسرے انسانوں کے ساتھ مل کر رہتا ہے تو معاشرہ معرضِ وجود میں آتا ہے۔ جب معاشرہ کسی خاص علاقے کی رسم و رواج کے ساتھ جڑ جاتا ہے تو پھر معاشرے کی شناخت علاقائی سطح کے ساتھ ہونا شروع ہو جاتی ہے اور علاقائی مفادات کے تحفظ کے لیے بھی لوگ مل کر تگ و دو کرتے ہیں۔ تب معاشرہ، ہندوستانی معاشرہ، مشرقی معاشرہ، مغربی معاشرہ کے ناموں سے موسوم ہو جاتا ہے۔

کم و بیش تمام معاشروں کی شناخت ان کی معاشرتی اقدار ہوتی ہیں اور معاشرے کی بنیاد مشترکہ مفادات ہوتے ہیں۔ معاشرے کا ہر فرد اپنا حقوق کے حصول کے لیے اس معاشرے سے جڑا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جب ہم مصطفوی معاشرے کی بات کرتے ہیں تو اس کی بنیاد (Foundation) حصولِ حقوق پر نہیں بلکہ ادائیگی فرائض پر ہے۔ مصطفوی معاشرے کی بنیاد نظریہ پر ہے۔ اس نظریہ کے اشتراک کی بنیاد پر رنگ، نسل، زبان، قبیلہ، ذات برادری، علاقہ اور وطن کی کوئی قید نہیں ہے۔ ان قیود سے ماوراء صرف اور صرف نظریاتی بنیادوں پر قائم ہونے والا معاشرہ مصطفوی معاشرہ کہلاتا ہے۔

مصطفوی معاشرے کی بنیاد تاجدار کائنات ﷺ نے 13 سالہ مکی جدوجہد کے بعد سرزمین مدینۃ المنورہ میں رکھی۔ مدینۃ المنورہ میں قائم ہونے والے معاشرے کی بنیاد تین ستون تھے:

۱۔ مسجد ۲۔ مواخات ۳۔ بقائے باہمی معاہدات

مصطفوی معاشرے کی تشکیل کے وقت جو چیلنجز درپیش تھے ان سے نبرد آزما ہونے اور نئے معاشرے کی تشکیل جو آفاقی ہونے کے ساتھ ساتھ ہر زمانے، ہر علاقے کے لیے قابلِ قبول بھی ہو، اس کے لیے تاجدار انبیاء ﷺ نے سب سے پہلے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی۔ پھر ایمان والوں کے مابین مواخات کروائی اور اس کے بعد مدینہ میں بسنے والے دیگر مذاہب کے ساتھ معاہدات کیے جو بقائے باہمی کے لیے ضروری تھے۔ ان امور سے نبی کریم ﷺ کی اس حکمتِ عملی کا پتہ چلتا ہے جس کے ذریعہ محدود افرادی قوت، محدود وسائل اور ناموافق حالات میں بھی اپنی منزل کا حصول ممکن ہو جاتا ہے۔

آج امتِ مسلمہ کی حالت بالعموم اور پاکستانی معاشرے کی حالت بالخصوص ہمارے سامنے ہے۔ اس معاشرے کو مصطفوی معاشرے کی اقدار میں ڈھالنے کے لیے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی علمی و فکری خدمات کا جائزہ درج ذیل سطور میں بیان کیا جارہا ہے:

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری عصرِ حاضر کے مجدد ہیں۔ جن کی خدمات ہمہ جہتی ہیں اور زمانہ ان کی خدمات کا معترف ہے۔ انھوں نے مصطفوی معاشرے کی تشکیل کے لیے بھی خدمات سرانجام دی ہیں۔ انھوں نے معاشرے کی زوال پذیر اقدار کو بدل کر نئے معاشرہ کی تشکیل کی مساعی بھی کی ہیں تاکہ یہ معاشرہ صرف قول کے لحاظ سے ہی نہیں بلکہ عملی اقدار کے لحاظ سے بھی مصطفوی دکھائی دے۔ وطنِ عزیز اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا، جس کی بنیاد ہی یہ تھی کہ مسلم قوم معاشرتی، معاشی، اخلاقی، تعلیمی اور تہذیبی لحاظ سے الگ تھلگ اقدار کی حامل ہے اور وہ اقدار ہی اسے دنیا کی اقوام میں منفرد مقام عطا کرتی ہیں۔

مصطفوی معاشرے کی تشکیل کا لائحہ عمل

شیخ الاسلام نے مصطفوی معاشرے کی تشکیل کے لیے 7 ''میم'' کا تصور دیا ہے جو درج ذیل ہیں:

۱۔ ماں ۲۔ مسکن ۳۔ مکتب ۴۔ مسجد
۵۔ معلم ۶۔ میڈیا ۷۔ مواخات

ذیل میں شیخ الاسلام کی اس منفرد فکر کی وضاحت ملاحظہ ہو:

ا۔ماں

معاشرے کی بنیادی اکائی فرد ہوتا ہے۔فرد اگر تربیت یافتہ اور باشعور ہوگا تو معاشرہ بھی باشعور ہوگا۔ معاشرے کی سب سے پہلی اکائی جس فرد سے شروع ہوتی ہے، وہ ماں ہے۔ ہمارے معاشرے میں خواتین کو کتنی عزت دی جاتی ہے اور بالخصوص بیوی جو کل کی ماں ہے، اس کی عزت اور پھر جب وہ بیٹی ہے، تب اس کی تعلیم و تربیت پر کس قدر فوکس کیا جاتا ہے، یہ حقیقت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔

عورت جو ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کے مقدس رشتوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ان چاروں رشتوں کی اہمیت کو خوب اجاگر کیا ہے۔ شیخ الاسلام نے بیٹی سے پیار، اس کی تعلیم اور تربیت کی ضرورت و اہمیت کو باقاعدہ اپنی تحاریر اور تقاریر کا مستقل موضوع بنایا ہے۔انھوں نے بیٹیوں سے محبت کو تاجدار کائنات ﷺ کی سیدہ کائنات سے محبت کے انداز، طریقے اور جذبات کا ذکر کرکے اجاگر کیا ہے کہ سچا مسلمان اور راسخ العقیدہ عاشقِ رسول ﷺ وہی ہو سکتا ہے جو اپنے افعال میں اسوۂ حسنہ کا پیروکار ہے۔ بیٹی کی آمد پر سرکار دو عالم ﷺ کا اٹھ کر کھڑے ہونا، اسے اپنے جگر کا ٹکڑا کہنا، بیٹی کی عظمت کو اجاگر کرتا ہے۔

شیخ الاسلام نے اسی بیٹی کو جب ماں کے روپ میں پیش کیا ہے کہ تو فرمایا کہ تربیت یافتہ اور باشعور ماں کی گود سے ہی باشعور اور باادب اولاد جنم لیتی ہے۔آپ نے سیدنا امام عالی مقامؑ، سیدنا غوث الاعظمؒ، خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ اور اسی طرح کے اکابرینِ امت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ سارے نفوسِ قدسیہ اچھی ماں کی بدولت میسر آتے ہیں۔ ماں ہی بچے کا پہلا آئیڈیل ہوتا ہے، ماں کی عادات کا بچے کے کردار پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ ماں کے اخلاق، رویہ، عبادت، سلیقہ شعاری اور میل جول بچے کا لائف سٹائل بنتا ہے۔

شیخ الاسلام نے آج کی بیٹی جو کل کی ماں ہے، اس کی تعلیم و تربیت کے لیے شعبہ حفظ، گرلز سکول اور ویمن کالجز کا دنیا بھر میں جال بچھا دیا تاکہ مصطفوی معاشرے کی پہلی اور اہم اکائی کو مصطفوی بنا کر عملی زندگی میں اتارا جائے۔ شیخ الاسلام نے اپنے اس وژن کو اداراتی (Institutional) شکل دی ہے اور اس کے لیے مرکزی سطح سے لے کر یونٹ سطح تک بچوں کی تربیت کے لیے Eagers، وویمن ایمپاورمنٹ کے لیے Woice اور MWL کے فورم اور شعبہ جات قائم کر دیئے ہیں۔اسی طرح قوم کی بیٹی کی تربیت کی غرض سے صالحات خواتین کے اسوہ پر متعدد کتب بھی تحریر کیں۔

’’ماں‘‘ مصطفوی معاشرے کا اہم ستون ہے۔ یہ بچوں کی تربیت کے ساتھ ساتھ گھریلو نظم و نسق میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ بچوں کی اخلاقیات کا دار و مدار بھی ماں پر ہوتا ہے۔ ان تمام پہلوؤں کو

مد نظر رکھتے ہوئے شیخ الاسلام نے انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی سطح تک خواتین کی کردار سازی پر پوری لگن کے ساتھ محنت کی ہے۔ شہر اعتکاف میں ہزارہا خواتین کی شرکت انہیں معاشرے کا بہترین فرد بنانے میں معاون بنتا ہے۔ اسی طرح عالمی میلاد کانفرنس میں ہزارہا خواتین کی شرکت، انہیں عشق رسول ﷺ میں کندن بناتا ہے اور پھر اس قوت کے ساتھ وہ گھر کے باہر اجتماعی کاوشوں میں حصہ دار بنتی ہیں اور ان کے اعتماد (Confidence) میں اضافہ ہوتا ہے۔ مرکزی، زونل، ضلعی اور تحصیلی سطح پر خواتین کے لیے تربیتی کنونشن کے انعقاد نے انھیں معاشرے کا انتہائی فعال رکن بنایا ہے۔ ماں کے اس کردار کو اجاگر کرنے اور ماؤں کی اس نہج پر تعلیم و تربیت کے حوالے سے شیخ الاسلام کی ان علمی و فکری کاوشوں کے نتیجہ میں عرب و عجم اور ویسٹرن ورلڈ میں بھی مصطفوی معاشرے کی جھلک دکھائی دینا شروع ہو چکی ہے۔

۲۔ مسکن (گھر)

یہ بات مسلّم ہے کہ انسانی زندگی کے دو پہیے خاوند اور بیوی ہوتے ہیں۔ انہی سے معاشرے کا ایک اہم ستون خاندان بنتا ہے اور خاندانوں کے جمع ہونے سے معاشرہ معرضِ وجود میں آتا ہے۔ ان دو اہم عناصر کی علمی و فکری تعلیم و تربیت آج کے زمانے کی اہم ضرورت ہے کیونکہ مشرقی معاشرے میں خاوند کو مجازی خدا کا درجہ دیا جاتا ہے جبکہ بیوی پاؤں کی جوتی تصور کی جاتی ہے۔ اس افراط و تفریط کے شکار معاشرے کی اصلاح کا بیڑہ شیخ الاسلام نے اٹھایا۔ جب تک میاں اور بیوی کو اپنے اپنے حقوق و فرائض کی آگاہی نہیں ہوگی، زندگی کسی بھی طرح معتدل و متوازن ہو کر آگے نہیں بڑھ سکتی۔ مصطفوی معاشرے کی تشکیل کے لیے شیخ الاسلام نے مثالی خاندان کا تصور نبی کریم ﷺ اور امہات المومنین، مولائے کائنات اور سیدہ کائنات اور حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر اکابرین کی زندگیوں سے دیا ہے۔ شیخ الاسلام نے مصطفوی معاشرے کی تشکیل میں خاوند کے قوام ہونے کی علمی و فکری وضاحت کر کے اس کے فرائض کو اجاگر کیا ہے اور اسے کسی صورت میں مطلق العنان ہونے سے روکا ہے۔ مسکن (گھر) کا ماحول ہی بنیادی طور پر بچوں کو اپنی زندگی کا راستہ فراہم کرتا ہے۔

۳۔ مکتب

ماں کی گود کے بعد بچے کی دوسری درسگاہ اس کی مادرِ علمی یعنی اس کا سکول / مدرسہ ہوتا ہے۔ مکتب کا نصاب ہمیشہ، قومی، اخلاقی اقدار کا آئینہ دار ہونا چاہیے۔ بنیادی طور پر نصاب ہی وہ بنیادی چیز ہے جو قومی و دینی اقدار کو پروان چڑھانے کا سبب بنتا ہے۔ اگر نصاب ہی گزرے ہوئے وقتوں کا آئینہ دار ہو تو مستقبل کیسے روشن ہو سکے گا؟ موجودہ حالات کے تقاضے کیا ہیں؟ زمانے کے کیا کیا چیلنجز ہیں؟ زمانہ

قیامت کی چال چل رہا ہو اور مکتب ہاتھ پر ہاتھ رکھے منتظرِ فردا ہو تو معاشرے کی حالت کیسے سنورے گی؟ اسی مکتب سے اہلِ علم وفن امید کرتے ہیں کہ معاشرے کی مجموعی حالت کی تبدیلی مکتب کے موثر کردار سے ہی ممکن ہے۔

شومئ قسمت کہ ان مدارس میں پڑھایا جانے والا نصاب 275 سال پرانا ہے۔ معاشرے کو حقیقی معنٰی میں مصطفوی بنانے کی عملی کاوش شیخ الاسلام نے کی۔ انھوں نے مدارس کے 275 سال پرانے نصاب کی تجدید کی اور وقت کی ضرورت اور نئے چیلنجز کے پیش نظر نیا نصاب مرتب کیا۔ اس نصاب کو حکومتی اور غیر سرکاری سطح پر بہت زیادہ پذیرائی ملی۔ اس نصاب کے عملی نفاذ سے ان شاء اللہ علامہ اقبال کا شکوہ بھی دور ہو جائے گا، جس میں وہ کہتے ہیں:

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا الا الہ الا اللہ

منہاج القرآن کی تعلیمی خدمات کے پیش نظر ریاست کی طرف سے دینی تعلیم کا ایک وفاقی بورڈ نظام المدارس پاکستان کے نام سے اسے دیا گیا ہے۔ اس بورڈ کے ساتھ ملک کے طول و عرض سے ہزارہا بچوں اور بچیوں کے مدارس ملحق ہو چکے ہیں۔ ان مدارس سے فارغ التحصیل ہونے والے افراد ان شاء اللہ مصطفوی معاشرے کی تشکیل اور قیام میں عملی کردار ادا کریں گے۔ اسی طرح شیخ الاسلام نے منہاج القرآن ماڈل سکولز، منہاج گرائمر سکولز، منہاج کالجز، منہاج گرلز کالجز کا ایک وسیع نیٹ ورک ملک کے طول و عرض میں بچھایا۔ جس کی بدولت اس قوم کے بچے زیورِ تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاقی، فکری اور روحانی تربیت سے گزر کر ایک مفید شہری بن رہے ہیں۔ اس طرح ایک فقید المثال یونیورسٹی منہاج یونیورسٹی لاہور کے نام سے قائم کی، جس نے بہت کم عرصہ میں قومی اور بین الاقوامی سطح پر بہت سے اعزازات اپنے نام کیے ہیں۔ ان تمام اقدامات سے یہ پیغام دینا مقصود ہے کہ مصطفوی معاشرے کا قیام تبھی ممکن ہے جب اس کے تعلیمی ادارے اپنا مؤثر کردار ادا کر رہے ہوں۔

۴۔ مسجد

نبی کریم ﷺ نے ہجرتِ مدینہ کے بعد سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کروائی۔ یہ اس بات کا عندیہ ہے کہ مدینہ منورہ میں جس معاشرے کی تشکیل ہونے جارہی ہے، اس کی بنیاد مسجد بنے گی۔ مسجد معاشرے کی وحدت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ قرونِ اولیٰ میں مسجد اللہ کی عبادت کے لیے ہی نہیں بلکہ اس کا استعمال کثیر الجہتی ہوتا تھا۔ مسجد پارلیمنٹ بھی تھی، عدالت بھی تھی، GHQ بھی تھی اور غیر ملکی وفود سے ملاقات بھی مسجد میں کی جاتی تھی۔

جن کی فکر سے جھلکے نورِ ایمان جن کی گفتار میں پوشیدہ ہے رازِ قرآن
ہم سفیرِ امنِ عالم، دانشِ عہدِ حاضر، بین المسالک رواداری
اور بین المذاہب ہم آہنگی کے علمبردار
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو
74 ویں
سالگرہ پر مبارک باد
پیش کرتے ہیں
شیخ الاسلام کی شخصیت انسانیت کے لیے محبت، علم اور بصیرت کا استعارہ ہے۔
علامہ نفیس حسین قادری (امیر)
علامہ محمد نسیم نقشبندی (صدر)
علامہ محمد ظہیر نقشبندی (سیکرٹری جنرل)
منہاج سکالرز فورم ایشیا

جو دین کی روح کو زمانے میں لے آئے جو علم کے موتی نئی نسل کو دے آئے
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو 74 ویں سالگرہ پر
دل کی عمیق گہرائیوں سے مبارکباد
محمد جمیل چودھری (امیر) ساؤتھ کوریا
علی عمران قادری (صدر) جاپان
عبدالرسول بھٹی (سینئر نائب صدر) ملائیشیا
محمد طاہر (سیکرٹری جنرل) ہانگ کانگ
محمد حفیظ (ڈپٹی سیکرٹری جنرل) چائنہ
محمد طارق (ممبر MAC) ہانگ کانگ
محمد عمر القادری (ممبر MAC) ملائیشیا
شہزاد علی بھٹی (ممبر MAC) ساؤتھ کوریا
احمد حسن سلہری (ممبر MAC) چلی
فیصل نجیب (ناظم میڈیا MAC) ہانگ کانگ
محمد ناصر چودھری (ممبر MAC) تائیوان
معاذ اعجاز (ممبر MAC) جاپان
منہاج ایشین کونسل
Minhaj Asian Council (MAC)

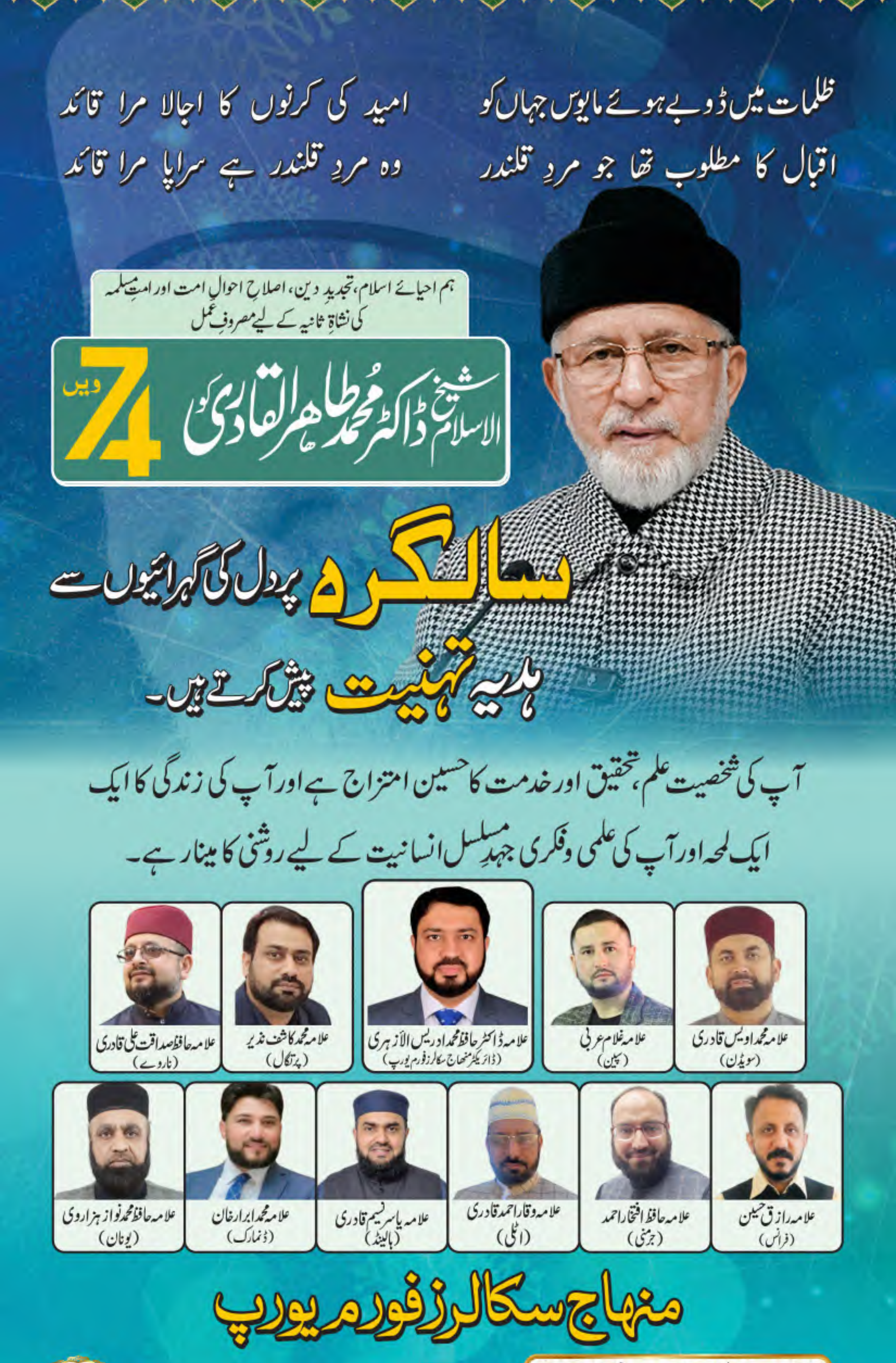
ظلمات میں ڈوبے ہوئے مایوس جہاں کو
امید کی کرنوں کا اجالا مرا قائد
اقبال کا مطلوب تھا جو مردِ قلندر
وہ مردِ قلندر ہے سراپا مرا قائد
ہم احیائے اسلام، تجدیدِ دین، اصلاحِ احوالِ امت اور امتِ مسلمہ کی نشاۃِ ثانیہ کے لیے مصروفِ عمل
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو
74 ویں
سالگرہ پر دل کی گہرائیوں سے
ہدیہ تہنیت پیش کرتے ہیں۔
آپ کی شخصیت علم، تحقیق اور خدمت کا حسین امتزاج ہے اور آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور آپ کی علمی و فکری جہدِ مسلسل انسانیت کے لیے روشنی کا مینار ہے۔
علامہ محمد اویس قادری (سویڈن)
علامہ غلام عربی (سپین)
علامہ ڈاکٹر حافظ محمد ادریس الأزہری (ڈائریکٹر منہاج سکالرز فورم یورپ)
علامہ محمد کاشف نذیر (پرتگال)
علامہ حافظ صداقت علی قادری (ناروے)
علامہ رازق حسین (فرانس)
علامہ حافظ افتخار احمد (جرمنی)
علامہ وقار احمد قادری (اٹلی)
علامہ یاسر نسیم قادری (ہالینڈ)
علامہ محمد ابرار خان (ڈنمارک)
علامہ حافظ محمد نواز ہزاروی (یونان)
منہاج سکالرز فورم یورپ

تاجدارِ کائنات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی 13 سالہ مکی جدوجہد کے بعد سرزمین مدینۃ المنورہ میں مصطفوی معاشرے کی بنیاد رکھی

تعلیماتِ اسلام کی روشنی میں مسجد معاشرتی، قبائلی، نسلی، لسانی اور علاقائی امتیازات کے خاتمے کا سبب بنتی ہے۔ امیر اور غریب، حاکم اور محکوم، گورے اور کالے کے فرق کو مٹا کر ان کو ایک ڈوری میں پرونے کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ اگر اختصار سے بات کرنی ہو تو یہ بات زیادہ موزوں ہے کہ معاشرتی سرگرمیوں کا مرکز و محور مسجد ہوتی ہے۔ دن میں 5 مرتبہ ایک دوسرے سے ملاقات کئی لحاظ سے معاشرے اور افرادِ معاشرے کے لیے مفید بنتی ہے۔

درج بالا اہمیت کے پیش نظر شیخ الاسلام نے وطنِ عزیز سمیت بیرونِ دنیا میں اسلامک سنٹرز کے قیام کا جدید تصور دیا۔ جس میں مسجد کے ساتھ کمیونٹی سنٹر، لائبریری، ڈسپنسری اور مختلف معاشرتی سرگرمیوں کے لیے ہال کے ساتھ سیکڑوں کی تعداد میں اسلامک سنٹرز کا قیام عمل میں لایا جاچکا ہے۔ ان اسلامک سنٹرز کی بدولت معاشرے کے افراد (خواتین و حضرات) کو یکساں مواقع میسر آتے ہیں کہ وہ دینی تعلیمی کے ساتھ ساتھ معاشرتی سرگرمیوں میں برابر شریک ہو کر اپنا اپنا کردار ادا کریں۔

۵۔ معلم

معلم (استاد) معاشرے کی تعمیر میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ اللہ کریم نے جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام کو دنیا میں مبعوث فرمایا، وہ تمام کے تمام معلم بن کر تشریف لائے کیونکہ انھوں نے معاشرے کی تشکیل نو فرمانا تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا ارشاد مبارک ہے: **انما بعثت معلما۔**

تعلیم و تربیت کارِ پیغمبراں ہے۔ معلم مدرسے میں ہو، مسجد میں ہو، سکولز، کالجز یا یونیورسٹیز میں ہو، افراد معاشرہ انہی کے ہاتھوں سے تراشے جاتے ہیں۔ انہی معلمین سے تعلیم و تربیت حاصل کر کے، بزنس مین، سیاست دان، علماء، مشائخ، وکلاء، جج، جرنیل، معیشت دان اور دیگر ذمہ دار افراد تشکیل پاتے ہیں۔ ہر محکمے میں ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ افسران تک کے پیچھے معلم ہوتا ہے۔ آج معاشرے کی دگرگوں حالت دیکھ کر احساس پیدا ہوتا ہے کہ اگر معلم نے اپنا صحیح اور بھرپور کردار ادا کیا ہوتا تو معاشرہ کچھ اور نقشہ پیش کرتا۔

شیخ الاسلام نے خود کو ایک مثالی معلم کے طور پر پیش کیا۔ آپ بطورِ معلم کبھی جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن میں، کبھی جامعہ پنجاب میں، کبھی مسجد میں اور کبھی دنیا کی مختلف یونیورسٹیز میں تعلیم دیتے نظر آتے ہیں۔ کبھی شہر اعتکاف میں اخلاقی اور روحانی تعلیم دیتے نظر آتے ہیں، کبھی دنیا بھر میں الھدایہ کیمپس میں ایک مثالی معلم اور مربی کے روپ میں دکھائی دیتے ہیں۔ اسی طرح مختلف ممالک کی پارلیمنٹ اور عالمی کانفرنسز میں بھی آپ اپنا یہ فرضِ منصبی ادا کرتے نظر آتے ہیں۔

مصطفوی معاشرے کی تشکیل کے لیے شیخ الاسلام نے تنظیمی نظم میں معلمین کی ایک بڑی کھیپ تیار کی ہے اور یہ سلسلہ روز بروز تنظیمی ذمہ داران کی صورت میں زون، ڈویژن، ضلع، تحصیل، یونین کونسل اور یونٹ سطح تک بڑھتا جا رہا ہے۔ ان تیار ہونے والے معلمین کی ایک خاص بات یہ ہے کہ معاشرے کے ہر طبقہ کے لیے معلم بھی اسی طبقہ زندگی سے لیا جاتا ہے۔ علماء و مشائخ، خواتین، یوتھ، طلبہ، وکلاء کے لیے الگ الگ تنظیمی ذمہ دار اپنے اپنے حلقات میں معلم کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

۶۔ میڈیا

آج کے معاشرے کو جو سب سے بڑا چیلنج در پیش ہے، وہ میڈیا ہے۔ اس میں الیکٹرانک، سوشل اور پرنٹ میڈیا سبھی شامل ہیں۔ معاشرے کی تشکیل میں میڈیا کی آج ایک مسلّمہ حیثیت ہے۔ شیخ الاسلام نے زمانے کی نبض پر ہاتھ رکھا ہوا ہے۔ وہ پیدا شدہ اور متوقع پیدا ہونے والی بیماریوں کا خوب ادراک رکھتے ہیں۔ اس لیے معاشرے کو مصطفوی معاشرے میں بدلنے کے لیے آپ نے سب سے پہلے میڈیا کا مثبت اور بہترین استعمال دینی سطح پر کیا۔ میڈیا کے مصطفوی معاشرے کی تشکیل کے لیے استعمال پر آپ کو اپنے ہم عصر علماء کی مخالفت کا بھی شدید سامنا کرنا پڑا۔ مگر آپ مصطفوی معاشرے کی تشکیل کا ایک Broad vision رکھتے ہیں۔ اس تناظر میں آپ نے کسی مخالفت کی پرواہ نہیں کی۔ اسی میڈیا کے استعمال سے مصطفوی مشن کا پیغام دیکھتے ہی دیکھتے چہار دانگ عالم میں پہنچ گیا۔ اس میڈیا کے استعمال سے وقت اور وسائل کی بچت بھی ہوئی اور ایک فرد کی بجائے پوری کی پوری فیملی بہ یک وقت مستفید ہوتی

> شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
> دامت برکاتہم العالیہ
> عصرِ حاضر کے مجدد ہیں اُن کی
> ہمہ جہتی علمی خدمات کا اعتراف
> شرق و غرب میں ہو رہا ہے

ہے۔ مصطفوی معاشرے کی تشکیل کے لیے شیخ الاسلام نے مرکز سے لے کر یونٹ تک تنظیم میں ایک میڈیا ذمہ دار کا تعین لازمی قرار دے دیا۔ مرکز پر پوری نظامت قائم کی، جس کے ذمہ میڈیا کا بہترین استعمال کر کے معاشرے کی برائیوں کا تدارک اور مصطفوی معاشرے کی تشکیل نو ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ گلوبل ویلج میں بسنے والے افراد تک اسلام کا صحیح تصور اجاگر کیا جا رہا ہے۔ کم افرادی قوت کے ساتھ زیادہ سے زیادہ افراد تک رسائی ہو رہی ہے۔ اس میڈیا کی بدولت نوجوان نسل کشاں کشاں دین کی طرف راغب ہو رہی ہے۔

۷۔ مواخات (Brotherhood)

ہجرتِ مدینہ کے بعد نبی کریم ﷺ نے مسجد کی تعمیر کروائی، اس کے بعد مہاجرین اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان مواخات کروائی۔ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے مطالعہ سے 3 اصول بڑے وضاحت کے ساتھ ملتے ہیں:

۱۔ منصوبہ بندی ۲۔ ترجیحات
۳۔ حصولِ مقاصد کے لیے عملی جدوجہد

مواخات بھی اسی منصوبہ بندی کا ایک بڑا حصہ ہے۔ مواخات کے عمل پر عمیق نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مصطفوی معاشرے کی عملی تشکیل کے لیے کتنا خوبصورت عملی قدم اٹھایا۔ مواخات کے اس عمل میں مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے آنے والوں میں معاشی اور سیاسی طور پر مضبوط قبیلہ کے افراد بھی شامل تھے۔ بڑے مقصد کے حصول کے لیے یہ ضروری تھا کہ جن عصبیتوں کی بنا پر اہلِ عرب اپنے آپ کو دوسروں سے افضل و اعلیٰ سمجھتے تھے، ان عصبیتوں کو عملی طور پر ختم کر کے ایسے معاشرے کی بنیاد رکھ دی جائے جس میں رنگ، نسل، زبان، قبیلہ، علاقہ، سیاسی برتری، معاشی برتری وغیرہ سب ختم ہو جائیں۔ بقول اقبالؒ

بتانِ رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی نہ افغانی

اس عملِ مواخات کے نظائر آج بھی دنیا نہیں بھولی۔ بہت سے مورخین نے اس عمل کو بہترین منصوبہ بندی اور حکمتِ عملی کا نام دیا ہے۔ جس کی بدولت مہاجرین کی اجنبیت جاتی رہی، احساسِ محرومی نہ رہا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ انہیں کبھی ماضی کے دریچوں میں جھانک کر احساسِ ندامت تک نہ ہوا۔ رہتی دنیا تک آباد کاری، سخاوت، کشادہ دلی اور اپنے مقاصد کے حصول کے لیے ایثار و انفاق کرنے کے واقعات انصار کے مثالی کردار کے طور پر جانے جاتے ہیں۔

شیخ الاسلام نے تاجدار کائنات ﷺ کے اس عمل مبارک سے خیرات لیتے ہوئے منہاج القرآن سے وابستہ تمام افراد کو اپنی تحریر اور تقریر کے ذریعہ بھائی بھائی بن جانے کی نہ صرف تلقین کی بلکہ فرمایا کہ مصطفوی معاشرے کی تشکیل کا خواب تب تک شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا، جب تک مشن سے وابستہ افراد اپنی ذاتی شناختوں کو مشن کی شناخت میں ضم نہیں کر دیتے۔ شیخ الاسلام نے عملی طور پر بھی 16 مارچ 2003ء میں ایک عظیم ورکرز کنونشن میں مواخات کے عمل میں وابستگان کو گزارا۔ تمام وابستگان نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے فرد (رفیق) کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر مواخات کے اس عمل کا عہد کیا۔ آج دنیا کے 100 سے زائد ممالک میں بسنے والے اور مصطفوی معاشرے کی تشکیل کے لیے کاوشیں کرنے والے افراد جب آپس میں ملتے ہیں تو دیکھنے والے تعجب کا شکار ہو جاتے ہیں کہ اس نفسا نفسی کے دور میں ایسے افراد بھی زمین کو زینت بخش رہے ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اپنے بچے، بچیوں اور پوتے پوتیوں کی شادیاں تحریکی گھرانوں میں کر کے اس مواخات کو عملی فروغ دیا ہے۔ دنیا میں پھیلا ہوا تنظیمی نیٹ ورک جس میں ہزارہا خواتین و حضرات اپنے اپنے فورم پر خدمات سرانجام دے رہے ہیں، تنظیم میں اپنے سینئرز کو فالو کرنا، ان کا ادب کرنا، ان کی ہدایات پر عمل کرنا، یہ سب مواخات کے عملی مظاہر ہیں۔

سوشل میڈیا کا استعمال اور شیخ الاسلام کا نقطہ نظر

عبدالستار منہاجین

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری عصرِ حاضر کے جلیل القدر اسلامی سکالر ہیں، جو نوجوانوں کی فکری، اَخلاقی اور روحانی تربیت کیلئے عالمگیر سطح پر بھرپور خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اُن کا نقطۂ نظر نوجوان نسل کی رہنمائی اور سوشل میڈیا کے تعمیری اِستعمال کے حوالے سے نہایت متوازن اور رہنما اُصول فراہم کرتا ہے۔ شیخ الاسلام نے تحریک منہاج القرآن کو جدید تقاضوں کے مطابق ایک ہمہ جہت دعوتی اوراِشاعتی تحریک کے طور پر اُستوار کیا ہے۔ اُنہوں نے تاجدارِ کائنات ﷺ کے پیغام کو عصرِ جدید کی ضروریات کے مطابق مؤثر اور منفرد انداز میں دنیا کے سامنے پیش کرنے کی سرپرستی کی اور اسے وسعت دی۔

منہاج القرآن کو اس بات کا اِمتیاز بھی حاصل ہے کہ اس نے 1980ء کی دہائی میں اپنے تمام دعوتی، تنظیمی اور اشاعتی نظام کو کمپیوٹرائزڈ کر لیا تھا۔ یہ وقت وہ تھا جب کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا عام فہم میں کوئی تصور بھی موجود نہ تھا۔ اس کے علاوہ تحریک منہاج القرآن نے اپنی ویب سائٹ کا اِجرا بھی اُس دور میں (1994ء) کیا جب پاکستان میں اکثریت نے انٹرنیٹ کا نام بھی نہیں سنا تھا۔ یہ اِقدام تحریک کے جدت پسند اور بصیرت افروز وژن کا مظہر ہے۔

شیخ الاسلام سوشل میڈیا کو جدید دور کا ایک طاقتور ذریعہ سمجھتے ہیں، جو معلومات کے تبادلے، تعلیم و تربیت اور مثبت پیغام رسانی کیلئے استعمال ہو سکتا ہے۔ اُن کے مطابق یہ پلیٹ فارم نوجوانوں کی صلاحیتوں کو نکھارنے اور دینِ اسلام کے حقیقی پیغام کو عام کرنے کیلئے بے حد مفید ہے، بشرطیکہ اُسے درست طریقے سے استعمال کیا جائے۔

ایک عالمی پلیٹ فارم ہونے کی وجہ سے سوشل میڈیا نے دنیا کے کونے کونے میں موجود افراد کو آپس میں جوڑ دیا ہے۔ اس کے ذریعے نوجوان نہ صرف مختلف نظریات اور خیالات سے آگاہ ہو سکتے ہیں بلکہ اپنے علم و فہم میں اضافہ بھی کر سکتے ہیں۔ شیخ الاسلام کے مطابق یہ مواقع ایک نعمت ہیں لیکن ان کے ساتھ ساتھ ذمہ داری کا شعور بھی ضروری ہے۔

۱۔ سوشل میڈیا کے منفی اثرات سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں

شیخ الاسلام نے بارہا نوجوانوں کو سوشل میڈیا کے منفی اثرات سے خبردار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ غیر ضروری اور غیر اَخلاقی مواد، وقت کا ضیاع اور منفی پروپیگنڈا سوشل میڈیا کے ایسے بدنما پہلو ہیں جو نوجوانوں کی شخصیت پر منفی اثر ڈال سکتے ہیں۔ اُن کے مطابق ان خطرات سے بچنے کیلئے نوجوانوں میں دینی شعور اور اَخلاقی تربیت نہایت ضروری ہے۔

سوشل میڈیا کے غلط اِستعمال سے نوجوانوں کی جذباتی اور ذہنی صحت پر بھی گہرے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر منفی تبصرے اور سائبر بُلنگ نوجوانوں کو احساسِ کمتری اور اِضطراب میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ شیخ الاسلام اِس اَمر پر زور دیتے ہیں کہ نوجوانوں کو اپنے وقت کی قدر کرتے ہوئے ایسے مواد سے بچنا چاہیئے جو اُن کے عقائد و نظریات اور کردار پر برا اَثر ڈالے۔

۲۔ محتاط سوشل سرکل اپنائیں

سوشل میڈیا کا استعمال آج کے دور میں زندگی کا ایک اہم حصہ بن چکا ہے، لیکن یہ ایک دودھاری تلوار کی مانند ہے۔ اس کی افادیت یا نقصان کا اِنحصار اس بات پر ہے کہ ہم اسے کس طرح اور کن مقاصد کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ سوشل میڈیا کو صحبت کے تناظر میں دیکھنا، اس کی طاقت کو سمجھنے کا ایک موثر زاویہ فراہم کرتا ہے، کیونکہ صحبت انسان کے کردار، خیالات اور عادات پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری فرماتے ہیں کہ اپنے سوشل سرکل کو غیر ضروری حد تک پھیلا لینے اور انجان لوگوں کے ساتھ دوستیاں لگا کر زندگی کے مقصد کو داؤ پر لگانے سے گریز کریں۔ ان کے مطابق، اچھے لوگوں کے ساتھ دوستی رکھنے سے انسان کی شخصیت میں مثبت تبدیلی آسکتی ہے، جبکہ

برے لوگوں کے ساتھ تعلقات انسان کو برائی کی طرف لے جا سکتے ہیں۔ وہ مزید فرماتے ہیں کہ سوشل میڈیا پر دوستوں کے انتخاب میں بھی حکمت اور سوچ بچار ضروری ہے۔

آج کے دور میں، جہاں سوشل میڈیا نے افراد کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا ہے، وہیں اگر اس کا استعمال غیر ذمہ داری سے کیا جائے تو یہ اَخلاقی اور روحانی تباہی کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ شیخ الاسلام نوجوانوں کو تاکید کرتے ہیں کہ وہ اپنی دوستیوں کو معیار اور مقصدیت کے پیمانے پر پرکھیں۔ ان کا ماننا ہے کہ اچھی صحبت انسان کو علم، اخلاق اور روحانیت میں ترقی دے سکتی ہے۔

مزید برآں، وہ والدین اور اساتذہ پر زور دیتے ہیں کہ وہ نوجوانوں کی دوستیوں اور تعلقات پر نظر رکھیں اور انہیں ایسے لوگوں کے ساتھ وقت گزارنے کی ترغیب دیں جو ان کے کردار کو سنوارنے میں مددگار ثابت ہوں۔ ان کے مطابق "ایک اچھا دوست انسان کی زندگی کو سنوار سکتا ہے، جبکہ ایک برا دوست اسے بربادی کی طرف لے جا سکتا ہے۔" شیخ الاسلام کے یہ الفاظ نوجوانوں کو نہ صرف اپنے تعلقات پر غور کرنے کی ترغیب دیتے ہیں بلکہ ان کے اندر ایک مثبت تبدیلی کا جذبہ بھی پیدا کرتے ہیں۔

۳۔ صحبت کے اثرات سے بچنا ممکن نہیں

اگر ہم سوشل میڈیا پر اچھی صحبت اختیار کریں، جیسے علمی، اخلاقی اور مثبت خیالات رکھنے والے افراد یا گروپس کو فالو کریں، تو اس کے نتیجے میں ہماری شخصیت پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔ مثال کے طور پر تعلیمی مواد، دینی رہنمائی اور مثبت سوچ کے حامل افراد سے متاثر ہو کر ہم اپنے علم میں اضافہ اور شخصیت کی تعمیر کر سکتے ہیں۔ اچھی صحبت ہمیں زندگی کے مسائل کا حل، امید اور خود اعتمادی فراہم کرتی ہے۔ اچھی صحبت کے ذریعے ہم اپنے وقت کا بہتر استعمال کرتے ہوئے نئی چیزیں سیکھ سکتے ہیں، جیسے لکھنا، پڑھنا، یا کوئی ہنر سیکھنا۔

دوسری طرف، اگر ہم سوشل میڈیا پر بری صحبت اختیار کریں، یعنی منفی، غیر اخلاقی، یا نقصان دہ مواد دیکھیں، تو اس کے اثرات ہماری شخصیت پر بھی پڑیں گے۔ جیسا کہ غیر ضروری یا فضول مواد دیکھنے سے ہمارا قیمتی وقت ضائع ہو سکتا ہے۔ ایسے افراد یا گروپس کے ساتھ وقت گزارنا جو جھوٹ، نفرت یا غیر اخلاقی رویوں کو فروغ دیتے ہوں، ہماری سوچ کو منفی بنا سکتا ہے۔ بری صحبت سے متاثر ہو کر غیر اخلاقی عادات یا رویے اپنانے کا خطرہ ہوتا ہے، جس سے ہم اپنی اقدار اور اصولوں سے دور ہو سکتے ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اپنے دروس و خطابات میں اکثر فرماتے ہیں کہ انسان فطری طور پر اپنی صحبت سے متاثر ہوتا ہے، چاہے وہ حقیقی زندگی میں ہو یا سوشل میڈیا پر۔ یہ ممکن نہیں کہ ہم بری

صحبت اختیار کریں اوراس کے اثرات سے خود کو محفوظ رکھ سکیں۔ اگر ہم ایسے افراد یا مواد کے قریب رہیں جو بد تمیزی، گالم گلوچ، یا نفرت آمیز باتیں کرتے ہوں، تو رفتہ رفتہ ہم بھی ایسے رویے اپنا سکتے ہیں۔ غیر اخلاقی یا گمراہ کن مواد بار بار دیکھنے سے ہمارے خیالات اور جذبات پر اس کا اثر لازمی ہوگا، چاہے ہم شعوری طور پر اسے رد کرنے کی کوشش کریں۔

سوشل میڈیا ایک طاقتور ذریعہ ہے جو ہمیں علم، رہنمائی اور تفریح فراہم کر سکتا ہے، لیکن اس کے منفی اثرات سے بچنے کیلئے ہمیں محتاط رہنا ہوگا۔ اچھی صحبت کے انتخاب سے ہم اپنی شخصیت کو سنوار سکتے ہیں اور بری صحبت سے بچنے کیلئے ہمیں اپنے وقت اور انتخاب پر غور کرنا ہوگا۔ یہ ذمہ داری ہماری اپنی ہے کہ ہم اپنی صحبت کو مثبت رکھیں تاکہ ہم خود بھی مثبت اور کامیاب زندگی گزار سکیں۔

۴۔ سوشل میڈیا کے مثبت اِستعمال کی ترغیب

شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری نوجوانوں کو سوشل میڈیا کے مثبت اِستعمال کی تلقین کرتے ہیں۔ وہ انہیں تعلیم، تحقیق اور اصلاحِ معاشرہ کیلئے ان پلیٹ فارمز کا اِستعمال کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ ان کے زیرِ سایہ تحریکِ منہاج القرآن نے سوشل میڈیا کو فروغِ علم، امن اور محبت کے پیغام کو عام کرنے کیلئے مؤثر طریقے سے اِستعمال کر رہی ہے۔

شیخ الاسلام کے مطابق نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ سوشل میڈیا پر ایسے مواد کو شیئر کریں جو علم و آگاہی میں اِضافہ کرے اور دوسروں کیلئے نفع بخش ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ سوشل میڈیا کو امن و آشتی اور علمِ دین کے فروغ کیلئے استعمال کرنا چاہیے۔ اُن کے نزدیک سوشل میڈیا ایک ایسا عالمی پلیٹ فارم ہے جس کے ذریعے قرآن و سنت کی تعلیمات کو پوری دنیا میں پھیلایا جا سکتا ہے۔ نہ صرف لوگوں کو نیکی کی طرف دعوت دی جا سکتی ہے، اِسلامی تعلیمات کو آسان اور عام فہم انداز میں پیش کیا جا سکتا ہے بلکہ لوگوں کو دینی وسماجی مسائل کا حل بھی فراہم کیا جا سکتا ہے۔ اُن کا یہ بھی ماننا ہے کہ دینِ اسلام کی ترویج و اِشاعت کیلئے دینی تعلیمات کو جدید تقاضوں کے مطابق پیش کرنے کیلئے سوشل میڈیا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

شیخ الاسلام کی یہ بات سوشل میڈیا کے موجودہ دور کے حوالے سے نہایت اہم اور قابلِ غور ہے۔ ان کا یہ پیغام نہ صرف دین کی حقیقی روح کو سمجھنے کی دعوت دیتا ہے بلکہ موجودہ دور میں سوشل میڈیا کے مثبت اور منفی استعمال کے اثرات کو بھی واضح کرتا ہے۔

۵۔ سوشل میڈیا پر تفرقہ بازی سے اِجتناب کی تلقین

شیخ الاسلام کے نزدیک سوشل میڈیا کو امن اور بھائی چارے کے فروغ کیلئے استعمال کیا جانا چاہیئے۔ سوشل میڈیا کو اس طرح استعمال کیا جائے کہ وہ فرقہ واریت یا نفرت کے بجائے محبت، رواداری اور ایک دوسرے کے احترام کا درس دے۔ مختلف مکاتبِ فکر کے درمیان ہم آہنگی پیدا کی جائے۔ باہمی اِختلافات کو علم اور دلیل کے ذریعے ختم کرنے کی کوشش کی جانی چاہیئے۔

شیخ الاسلام اس بات پر زور دیتے ہیں کہ سوشل میڈیا کو تفرقہ بازی کیلئے استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہیئے۔ کچھ لوگ سوشل میڈیا پر مختلف مسالک یا عقائد کے خلاف نفرت انگیز مواد پھیلاتے ہیں، جس سے مسلمانوں میں اختلافات بڑھتے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ نیز سوشل میڈیا پر نفرت آمیز بیانات یا جھوٹی معلومات پھیلانے سے فساد کا ماحول پیدا ہوتا ہے، جو اسلام کی اصل تعلیمات کے خلاف ہے۔ اسلام محبت، بھائی چارے اور امن کا مذہب ہے۔ تفرقہ بازی اور نفرت پھیلانا نہ صرف گناہ ہے بلکہ امتِ مسلمہ کو کمزور کرنے کا سبب بنتا ہے۔

۶۔ سوشل میڈیا پر دین کے نام پر دنیاوی مفادات کے حصول سے اجتناب

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری ان لوگوں کی مذمت کرتے ہیں جو سوشل میڈیا پر اِشتہارات کی کمائی کیلئے دین کا نام استعمال کرتے ہیں اور مذہبی دنگا فساد پیدا کرتے ہیں۔ سوشل میڈیا پر ہمیں کچھ افراد یا گروہ اپنی ویڈیوز، لائیو سیشنز، یا دیگر مواد کے ذریعے زیادہ سے زیادہ ویوز اور لائیکس حاصل کرنے کی کوشش کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ جذباتی یا متنازع بیانات دیتے ہیں تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ ان کے مواد کو دیکھیں۔ ان کا مقصد دین کی خدمت نہیں بلکہ اپنی کمائی بڑھانا ہوتا ہے۔ ایسے لوگ دین کے حقیقی پیغام کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں، جس سے نہ صرف غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں بلکہ بسااوقات وہ اِسلامی تعلیمات کا حلیہ ہی بگاڑ دیتے ہیں۔

شیخ الاسلام اس بیانئے پر زور دیتے ہیں کہ سوشل میڈیا کو ہمیشہ ایک مثبت ذریعے کے طور پر استعمال کیا جائے۔ اس کے ذریعے اِسلام کی تعلیمات کو فروغ دیا جائے۔ امن، محبت اور بھائی چارے کا پیغام عام کیا جائے۔ تفرقہ بازی، نفرت انگیزی اور دنیاوی مفادات کیلئے دین کو استعمال کرنے سے بچا جائے۔ اگر سوشل میڈیا کو اس نیت اور اخلاص کے ساتھ استعمال کیا جائے تو یہ

دین کی خدمت کا ایک مؤثر ذریعہ بن سکتا ہے اور دنیا میں اسلام کی اصل تعلیمات کو پہنچانے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

۷۔ سوشل میڈیا پر اسلام کے مثبت چہرہ کی عکاسی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نوجوانوں کی رہنمائی کیلئے سوشل میڈیا کے ذریعے اسلام کی تعلیمات اور مثبت پہلوؤں کو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں جہاں سوشل میڈیا نے دنیا کو ایک گلوبل ویلیج بنادیا ہے، وہاں اسلام کی حقیقی تعلیمات اور اس کا پرامن چہرہ پیش کرنے کیلئے یہ ایک طاقتور ذریعہ بن چکا ہے۔ شیخ الاسلام سوشل میڈیا کو اِسلام کی حقیقی تعلیمات کے تعارف کیلئے استعمال کرنے پر زور دیتے ہیں۔ اُن کے نزدیک اسلام ایک امن پسند، محبت اور بھائی چارے کا دین ہے اور دنیا کو یہ سمجھانے کیلئے سوشل میڈیا ایک بہترین مؤثر پلیٹ فارم ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ قرآن و سنت کی تعلیمات کو واضح اور مثبت انداز میں پیش کریں، غیر مسلموں کے سوالات اور شبہات کو دلیل اور حکمت سے دُور کریں اور عدل، مساوات، رواداری اور خدمتِ خلق جیسے اِسلام کے اُصولوں کو اجاگر کریں۔

دنیا میں بہت سے غیر مسلم اسلام کے بارے میں غلط فہمیوں یا پروپیگنڈا کی وجہ سے نفرت کا رویہ رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو سوشل میڈیا کی مدد سے محبت، اَخلاق اور حکمت کے ساتھ حقیقی اِسلام کا تعارف کروایا جاسکتا ہے۔ اسلام کے بارے میں پائی جانے والی منفی باتوں کو علمی اور منطقی دلائل سے رد کیا جاسکتا ہے۔ سوشل میڈیا پر ایسے تاریخی واقعات اور مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جو اسلام کی امن پسندانہ تعلیمات کو ثابت کرتی ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا اخلاق اور غیر مسلموں کے ساتھ ان کے حسنِ سلوک کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح اسلامی تاریخ میں بین المذاہب رواداری کی دیگر بہت سی مثالوں کو بھی اُجاگر کیا جاسکتا ہے۔

۸۔ سوشل میڈیا: والدین اور اساتذہ کا کردار

شیخ الاسلام اِس بات پر بھی زور دیتے ہیں کہ والدین اور اساتذہ کو چاہئے کہ وہ نوجوانوں کی رہنمائی کریں اور اُنہیں سوشل میڈیا کے مثبت اور منفی پہلوؤں سے آگاہ کریں۔ والدین کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کریں اور اُنہیں ایسا ماحول فراہم کریں جس میں وہ اِعتماد کے ساتھ اپنے خیالات کا اِظہار کر سکیں۔ اساتذہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ طلبہ کو تعلیمی مواد کے حصول کیلئے سوشل میڈیا کے مثبت اِستعمال کی ترغیب دیں اور اس کے ساتھ ساتھ اُن کی اَخلاقی تربیت پر بھی خصوصی توجہ دیں۔

۹۔ سوشل میڈیا پر شیخ الاسلام کے عملی اِقدامات

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے زیرِ قیادت منہاج القرآن کی طرف سے ڈیجیٹل میڈیا کے ذریعے قرآنی علوم، حدیث، فقہ اور اَخلاقی تربیت پر مبنی مواد کو دنیا بھر میں پہنچایا جارہا ہے۔ نیز نوجوانوں کیلئے خصوصی ورکشاپس اور سیمینارز کا اِنعقاد بھی کیا جاتا رہتا ہے، جن میں اُنہیں سوشل میڈیا کے مثبت اِستعمال کے اُصول سکھائے جاتے ہیں۔ منہاج القرآن نے مختلف زبانوں میں اِسلامی تعلیمات پر مبنی ویڈیوز، آرٹیکلز اور ڈیجیٹل کورسز تیار کر رکھے ہیں، جو دنیا کے مختلف حصوں میں موجود نوجوانوں کیلئے آن لائن دستیاب ہیں۔ یہ مواد نوجوانوں کو دین کے بنیادی اُصولوں سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کی اَخلاقی اور روحانی تربیت میں بھی مددگار ثابت ہو رہا ہے۔ ذیل میں اس کے چند مظاہر ملاحظہ ہوں:

(۱) لٹریچر کی فراہمی

شیخ الاسلام کے وژن کی بدولت ہزارہا خطابات (www.minhaj.tv)، سیکڑوں تصانیف (www.minhajbooks.com)، گزشتہ تین دہائیوں سے مجلہ جات (www.minhaj.info) اور درجن بھر موبائل ایپس (www.minhaj.org) وغیرہ آن لائن دستیاب ہیں۔

(۲) تعلیمی خدمات

منہاج القرآن انٹرنیشنل کے تعلیمی اِدارے منہاج یونیورسٹی لاہور، کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز، منہاج کالج برائے خواتین، تحفیظ القرآن کالج، اِی لرننگ، منہاج القرآن ویمن لیگ، نظامت تربیت، ایجوکیشن اینڈ پروفیشنل ڈویلپمنٹ کے تحت سارا سال مختلف تعلیمی و تدریسی کورسز آن لائن جاری رہتے ہیں۔

(۳)سالانہ ایونٹس

نوجوانوں کی دینی اور اخلاقی تربیت کیلئے سالانہ بنیادوں پر مختلف ایونٹس منعقد کئے جاتے ہیں، جنہیں سوشل میڈیا کے ذریعے عالمی سطح پر نشر کیا جاتا ہے۔ان ایونٹس کا مقصد نوجوانوں کو دینِ اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرانا اور اُن کے دلوں میں ایمان، اخوت اور خدمتِ خلق کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔سالانہ پروگرامز کچھ اس طرح ہیں:

(i)انٹرنیشنل میلاد کانفرنس

یہ کانفرنس ہر سال 11 اور 12 ربیع الاول کی درمیانی شب منعقد کی جاتی ہے، جس میں لاکھوں لوگ شرکت کرتے ہیں۔اسے یوٹیوب اور فیس بک جیسے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر براہِ راست نشر کیا جاتا ہے تاکہ دنیا بھر کے نوجوان اس کا حصہ بن سکیں۔

(ii)شہرِ اعتکاف

منہاج القرآن کے زیرِ اہتمام ہر سال رمضان المبارک کے آخری عشرے میں شہرِ اعتکاف بسایا جاتا ہے، جس میں ہزاروں مرد و خواتین معتکف ہوتے ہیں۔اس شہرِ اعتکاف میں منعقد ہونے والی جملہ علمی، فکری اور روحانی سرگرمیاں یوٹیوب، فیس بک اور سوشل میڈیا کے تمام پلیٹ فارمز کے ذریعے براہ راست نشر کی جاتی ہیں اور آن لائن لاکھوں لوگ،اصلاحِ احوال و اعمال کی اس روحانی بستی سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

(iii)روحانی محافل

رمضان المبارک، شبِ برات اور دیگر مقدس راتوں میں خصوصی عبادات، ذکر اور دروس منعقد کئے جاتے ہیں۔ان محافل کو سوشل میڈیا پر نشر کیا جاتا ہے تاکہ نوجوان روحانیت اور عبادت کے قریب ہو سکیں۔

(iv)علمی و فکری سیمینارز

منہاج القرآن اور اس کے ذیلی فورمز کے ذریعے مختلف دینی و قومی ایام اور مختلف قومی مسائل پر اسلام اور جدید دور کے تقاضوں پر سیمینارز منعقد کئے جاتے ہیں، جن میں نوجوانوں کو انتہا پسندی سے بچانے، مثبت سوچ اپنانے اور دینی و عصری تعلیم کو ہم آہنگ کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔یہ تمام سیمینارز بھی آن لائن نشر کیے جاتے ہیں جن کے ذریعے نوجوان نسل کو ہدایت و رہنمائی کا ایک وافر سامان میسر آتا ہے۔

(v) نوجوانوں کیلئے تربیتی کیمپ اور یوتھ کانفرنسز

ہر سال مختلف تربیتی کیمپ منعقد کئے جاتے ہیں، جن میں نوجوانوں کو دینی، اخلاقی اور قائدانہ صلاحیتوں کی تربیت دی جاتی ہے۔ ان کیمپوں کی جھلکیاں اور ریکارڈنگز سوشل میڈیا پر شیئر کی جاتی ہیں۔

(vi) منہاج سمر اسکول اور تربیتی کورسز

گرمیوں کی تعطیلات میں نوجوانوں کیلئے قرآنی تعلیمات، سیرت النبی ﷺ اور دیگر دینی موضوعات پر مختصر کورسز منعقد کئے جاتے ہیں، جنہیں سوشل میڈیا پر فراہم کیا جاتا ہے تاکہ زمان و مکاں کی قید کے بغیر ہر ایک ان سے استفادہ کر سکے۔

(۴) سوشل میڈیا اور بیداریٔ شعور کی مہم

تحریک منہاج القرآن نے دورِ جدید کے تیز ترین سمجھے جانے والے ذرائع یعنی سوشل میڈیا کو دعوتِ دین اور فروغِ تحریک کے مقصد کیلئے استعمال کیا ہے۔ مرکزی سوشل میڈیا ٹیم فیس بک، یوٹیوب، ٹوِٹر، ساؤنڈ کلاوڈ، وٹس ایپ، انسٹاگرام، پِنٹرسٹ، ویمیو، ڈیلی موشن اور فلِکر سمیت ہمہ قسم سوشل میڈیا پر بنے تحریک اور قائدین تحریک کے آفیشل اکاونٹس پر باقاعدہ اپ ڈیٹس دیتی ہے۔

تحریک منہاج القرآن نے سوشل میڈیا کے ذریعے مختلف مہمات کا آغاز کیا ہے، جو نوجوانوں میں شعور بیدار کرنے کیلئے مخصوص ہیں۔ اُن مہمات میں ''علم اور امن کا پیغام''، ''نفرت کے خلاف محبت'' اور ''وقت کی اہمیت'' جیسے موضوعات شامل ہیں۔ اِن مہمات کے ذریعے لاکھوں نوجوانوں کو اُن کے کردار، عقائد اور معاشرتی ذمہ داریوں کے بارے میں رہنمائی فراہم کی گئی ہے۔

خلاصۂ کلام

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا نقطۂ نظر نوجوانوں کو سوشل میڈیا کے منفی اثرات سے بچانے اور اُس کے مثبت اِستعمال کی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اُن کے تعمیری خیالات اور عملی اِقدامات نے نوجوانوں کو ایک نیا شعور دیا ہے، جو اُنہیں اپنے وقت اور صلاحیتوں کو درست سمت میں اِستعمال کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ شیخ الاسلام کی کاوشوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ سوشل میڈیا صرف اچھی تفریح کا ذریعہ نہیں بلکہ یہ نوجوانوں کے کردار اور علم کو سنوارنے کا ایک اہم وسیلہ بھی ہے۔ اُن کی رہنمائی نوجوانوں کو ایک بہتر معاشرہ تشکیل دینے کیلئے تیار کرتی ہے، جہاں وہ اپنے علم، اَخلاق اور صلاحیتوں کو مثبت اَنداز میں بروئے کار لا سکیں۔

جن کی سوچ کے جواہر سے کتابیں جگمگائیں   جن کی فکر کی ضیاؤں سے جہان منور ہو
ہم احیائے اسلام، تجدیدِ دین اور اصلاحِ احوال کے عظیم نقیب
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو 74 ویں سالگرہ
کے پُرسعید موقع پر مبارکباد پیش کرتے ہیں
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہر اقدام کو کامیابی، ترقی اور فلاح کی راہوں پر گامزن فرمائے۔
عبدالرسول بھٹی
(صدر MQI ملائیشیا)
ڈاکٹر قمر الزمان
(سیکرٹری جنرل MQI ملائیشیا)
امجد رضا
(جنرل سیکرٹری MQI ملائیشیا)
محمد اقبال جنجوعہ
(MQI شاہ عالم ملائیشیا)
محمد عمر القادری
(ویلفیئر MQI ملائیشیا)
منہاج القرآن انٹرنیشنل۔ملائیشیا

ملت کے مقدر کا ستارا مرا قائد   مثلِ مہِ تاباں ہے چمکتا مرا قائد
ہم داعیِ اتحادِ امت، محبتوں کے پیامبر، سفیرِ امن
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو 74 ویں سالگرہ پر
MQI ہانگ کانگ اور جملہ تنظیمات و رفقاء کی طرف سے
مبارک باد پیش کرتے ہیں
اللہ تعالیٰ آپ کو عمرِ خضر عطا فرمائے اور
آپ کے علم و عمل کی روشنی سے ہر دل روشن و منور ہو
منہاج القرآن انٹرنیشنل ہانگ کانگ
چودھری محمد نجیب۔صدر

جہاں میں حق کی جو لو جلا دی گئی
شیخ الاسلام کی فکر کا ہے یہ کمال

فکر و عمل کی جو راہ بنا دی گئی
دلوں کو روشنی کی رہ دکھا دی گئی

ہم نابغۂ عصر، مفکر اسلام،
سفیر امن، مجدّد رواں صدی

شیخ الاسلام

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو

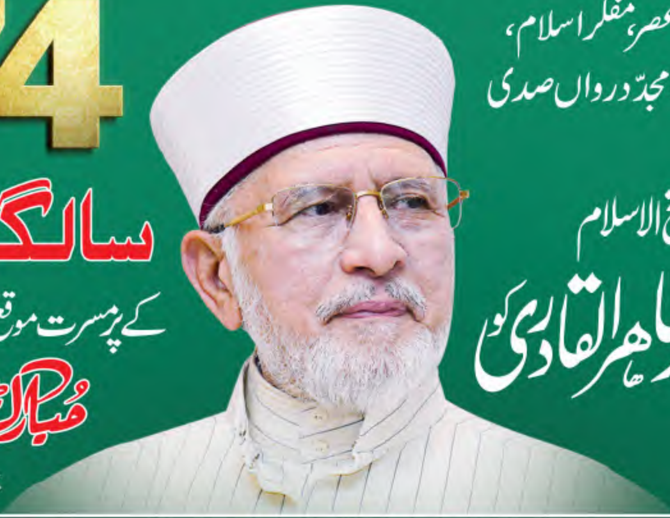

74 ویں

سالگرہ

کے پرمسرت موقع پر تہہ دل سے

مبارک باد

پیش کرتے ہیں

شیخ الاسلام کی تعلیمات پوری دنیا میں امن، محبت اور اخوت کا پیغام عام کر رہی ہے۔
آپ کی بصیرت امت کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔
اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجا لاتے ہیں کہ جس نے ہمیں اس عظیم قائد کی رفاقت عطا کی۔ دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے قائد کو عمرِ خضر عطا فرمائے۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل کینیڈا

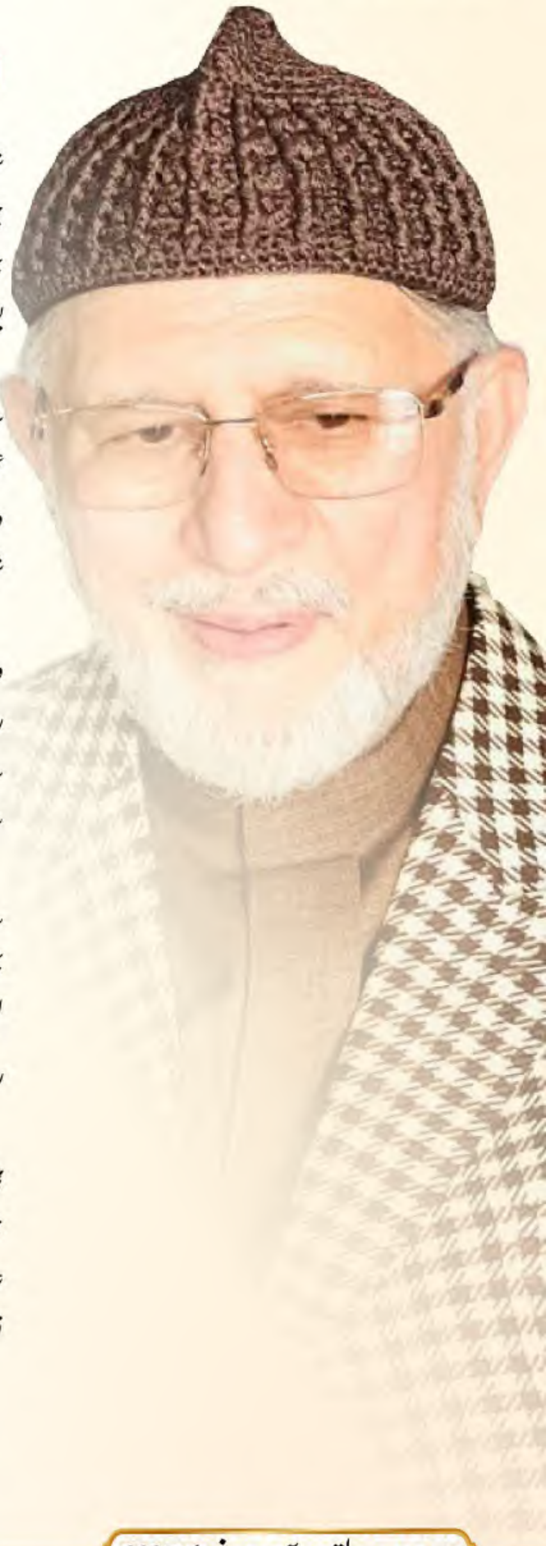

اُٹھو دوستو آج خوشیاں منائیں

شبِ منتظر ہے اُٹھو جھومیں گائیں
چراغوں سے آنگن گھروں کے سجائیں
بہر سو گلابوں کی کلیاں بچھائیں
یوں قائد کا جشنِ ولادت منائیں
اُٹھو دوستو آج خوشیاں منائیں

ستاروں کی بستی میں اک چاند اُبھرا
عجب شان سے ماں کی گودی میں اُترا
دعائے پدر سے وہ اس طور چمکا
شبِ تار میں جیسے نوری شعائیں
اُٹھو دوستو آج خوشیاں منائیں

وراثت میں علم و قلم لے کے آئے
رموزِ شریعت سے پردے اُٹھائے
سیاست میں اسلام کی روح لائے
سعادت کی شب ہے مقدر جگائیں
اُٹھو دوستو آج خوشیاں منائیں

سلامت رہے اُن کا سایہ سروں پر
حکومت رہے اُن کی قائم دلوں پر
لٹکتی رہے تیغ دہشت گروں پر
رہیں پَرفشاں امن کی فاختائیں
اُٹھو دوستو آج خوشیاں منائیں

ہیں طاہرؔ ہمارے اجلّ شیخِ دوراں
جلَو میں ہے اک لشکرِ سرفروشاں
عدو جس کی ہیبت سے الطافؔ لرزاں
تقاضائے عہدِ محبت نبھائیں
اُٹھو دوستو آج خوشیاں منائیں

(سید الطاف حسین شاہ)

آتے ہیں غیب سے مضامین خیال میں

شیخ الاسلام کی تحقیق و تالیفات

محمد اقبال چشتی

دانشِ عصرِ حاضر، سفیرِ امن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری (اَطَالَ اللہُ عُمَرَہٗ) وہ عظیم المرتبت شخصیت ہیں جنہوں نے لاکھوں انسانوں کے تخیلات کو علمی و روحانی توانائی عطا کرنے کے ساتھ بند دریچوں کو کھولا اور لوگوں کو حیات و کائنات کا نیا عرفان عطا کیا۔ امتدادِ زمانہ میں جہاں مادیت کی گرد نے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لیا، وہیں پر آپ کے علمی و نظریاتی شذرات نے لوگوں کو حضور نبی اکرم ﷺ کے درِ اقدس سے منسلک و متصل کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ کی گفتگو میں پھولوں کی نکہت، مہتاب کی طلعت، صبح کی نزہت پائی جاتی ہے جو اَحباب و اَغیار کو یکساں متاثر کرتی ہے۔ آپ کے مستودع و مستقر علمی میں اتنی وسعت ہے کہ آپ کئی گھنٹے اہلِ علم کے سامنے خطاب کرنے کا ملکہ رکھتے ہیں جس کے شواہد آپ کے مختلف خطابات کی سیریز کی صورت میں ملتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں 15 دسمبر 2024ء کو آپ نے درسِ ختم بخاری کے دوران ہزاروں سامعین کے سامنے تقریباً 4 گھنٹے بلا کسی تعطّل کے خطاب کیا اور رات گئے تک مختلف اَماکن و بلاد سے تشریف لانے والے اہلِ علم منہمک ہو کر آپ کا خطاب سماعت کرتے رہے۔

آپ نے اپنے خطاب کے دوران فرمایا کہ میں حنفی المذہب ہوں اور رفع یدین نہیں کرتا لیکن میرا یہ عقیدہ ہے کہ جنت میں رفع یدین کرنے والوں کے بھی حلقات ہوں گے۔ اس جملے پر سامعین نے

آپ کو کلماتِ تحسین کہے۔ یہ اُن کی علمی وسعت ہے کہ ہر مسلک و مذہب والا شخص اُن کے خطابات کو مسلک و مذہب سے بالا ہو کر سنتا ہے۔

آپ کی تصنیفات و تالیفات اور آپ کے اسلوبِ تحریر نے لوگوں کو دینی و روحانی اَقدار سے شناسائی عطا کی اور اُنہیں اس کا عملی پیکر بنایا۔ جہاں اسلام دشمن ایجنڈے اور پروپیگنڈے نے ''اسلامی تعلیمات'' کو رِدائے غبارِ تشکیک میں لپیٹنے کی سعی نامشکور کی، وہیں پر آپ نے اُن باطل نظریات کا علمی و فکری دلائل سے قلع قمع کیا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری ایک عظیم علمی، فکری اور دینی شخصیت ہیں جن کی تحریروں نے عالمی سطح پر مذہبی، سماجی اور سیاسی مسائل پر اثرانداز ہونے والی ایک نئی سوچ کی بنیاد رکھی۔ ان کا اسلوب تحریر نہ صرف علمی لحاظ سے بلند ہے بلکہ اسے عوامی سطح پر بھی بہت پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔ شیخ الاسلام کی تحریریں نہ صرف اسلامی عقائد اور فقہ کی گہرائیوں کو بیان کرتی ہیں بلکہ معاشرتی، اخلاقی اور سیاسی مسائل پر بھی روشنی ڈالتی ہیں۔ ان کا اسلوبِ تحریر ان کے علمی مقام، فکری بصیرت اور روحانیت کی عکاسی کرتا ہے، جس نے لاکھوں افراد کو اپنے فکر کی طرف راغب کیا۔

شیخ الاسلام کے اسلوبِ تحریر کی خصوصیات

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا اسلوبِ تحریر سادہ، دلکش اور اثرانگیز ہے۔ ان کا مقصد ہمیشہ یہ رہا ہے کہ پیچیدہ علمی مسائل کو عوام کی سمجھ کے قابل بنایا جائے تاکہ عام لوگ بھی دینی علوم سے استفادہ کر سکیں۔ ان کی تحریروں میں درج ذیل خصوصیات نمایاں طور پر دیکھنے کو ملتی ہیں:

(۱) سادگی اور وضاحت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا اسلوب تحریر غیر پیچیدہ، سادہ اور عام فہم زبان پر مشتمل ہوتا ہے۔ وہ اپنی تحریر کو آسان اور دلکش انداز میں پیش کرتے ہیں تاکہ ہر سطح کے قارئین ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ ان کی تحریروں میں کوئی پیچیدگی یا علمی اصطلاحات کی بھرمار نہیں ہوتی کہ عام قارئین کو پڑھنے میں دشواری پیش آئے۔ اس طرح وہ ایک طرف تو علمی گہرائی فراہم کرتے ہیں تو دوسری طرف عام لوگوں کے لیے ان کی تحریریں سمجھنا اور دل میں اتارنا آسان ہوتا ہے۔

(۲) دلائل اور استدلال کا استعمال

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اپنی تحریروں میں ہمیشہ دلائل اور مستند مصادر سے استدلال کرتے ہیں۔ وہ قرآن و سنت کے دلائل کے ذریعے اپنی باتوں کو ثابت کرتے ہیں۔ وہ بڑی مہارت سے

قرآن و حدیث کے متنوّع اقتباسات اور فقہی دلائل کو شامل کرتے ہیں، جو اُن کی تحریروں کو علمی اور مستند بناتے ہیں۔ اس کے علاوہ، وہ مختلف اسلامی مکاتبِ فکر کا بھی احترام کرتے ہوئے ان کی تصانیف و تالیفات سے حوالہ جات و دلائل اپنے بیانات میں شامل کرکے توازن کو برقرار رکھتے ہیں۔

(۳) موضوعات کا تنوّع

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تحریریں مختلف موضوعات پر مبنی ہوتی ہیں۔ وہ صرف دینی علوم تک محدود نہیں رہتے، بلکہ ان کی تحریروں میں معاشرت، اخلاقیات، سیاسیات، معاشیات، عمرانیات، سائنس و فلسفہ اور جدید دور کے چیلنجز پر بھی سیر حاصل بحث پائی جاتی ہے۔ اس طرح ان کا اسلوبِ تحریر نہ صرف دینی مسائل کو حل کرنے میں مدد فراہم کرتا ہے بلکہ معاشرتی اصلاحات اور سماجی مسائل کی طرف بھی قارئین کو متوجہ کرتا ہے۔ ان کی تحریریں مسلمانوں کے اندر اصلاحی سوچ پیدا کرنے کے لیے ایک معاون وسیلہ ہیں۔

(۴) تالیفات میں تسلسل اور تنوع

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تالیفات و تصانیف میں ایک خاص تسلسل اور تنوع پایا جاتا ہے۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر ایک ہزار سے زائد کتب لکھیں جن میں سے 660 کتب مختلف زبانوں میں چھپ کر منظرِ عام پر آچکی ہیں، جن میں فقہ، حدیث، عقیدہ، فلسفہ، اصول حدیث، اصول فقہ، علوم القرآن، سیرت النبی ﷺ اور دیگر اہم معاشرتی و معاشی موضوعات پر کتب شامل ہیں۔ شیخ الاسلام کی کتب اور تحریروں کو نہ صرف علمی و ادبی حلقوں میں پذیرائی حاصل ہے بلکہ عوام الناس بھی ان میں دلچسپی رکھتی ہے کہ انھیں باحوالہ ثقہ اور مستند بات میسر آئی ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی کتابیں صرف علم کا ذخیرہ نہیں، بلکہ ان میں ایک گہرا روحانی اور اخلاقی پیغام بھی چھپا ہوتا ہے۔ ان کی تحریروں میں نہ صرف مسائل کا تجزیہ کیا گیا بلکہ ان کے حل کے لیے عملی رہنمائی بھی فراہم کی گئی ہے۔

(۵) عوامی شعور

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تحریری خدمات نے عوام الناس میں اسلامی اصول و مبادی اور فکر و نظر اور تعلیمات کے حوالے سے شعور بیدار کیا ہے۔ ان کا پیغام صرف مذہبی یا فقہی نہیں، بلکہ سماجی، سیاسی اور اخلاقی پہلوؤں کا بھی احاطہ کرتا ہے۔ اتحاد، امن اور محبت ان کی تحریر کا نچوڑ ہے۔

(۶) روحانیت کی عکاس

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے اسلوبِ تحریر میں ایک گہرا روحانی پیغام پایا جاتا ہے جو انسان

کو اپنی روح کی اصلاح کی طرف راغب کرتا ہے اور اسلامی روایات، اخلاقی اقدار اور دینِ اسلام کے حقیقی مفاہیم کو سمجھنے میں مؤثر ثابت ہوتا ہے۔ جہاں یہ اسلوبِ تحریر ظاہری اعمال کی درستگی اور اصلاح کا کام کرتا ہے وہیں یہ اصلاح احوالِ قلوب و ارواح پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔

(۷) آفاقی فکر

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے مسلکی تعصب، معاصر تحریکوں اور شخصیات کے متشددانہ تبصروں اور ان کی جانب سے ہونے والی غیر علمی تنقید سے ہمیشہ اپنے آپ کو منزہ و مبرّا رکھا۔ یہ عاجزانہ اور درویشانہ رنگ اور رویہ آپ کی تحریروں اور فکر کو معتبر اور آفاقی بناتا ہے۔ آپ نے ہمیشہ اَمن، محبت، اتحادِ امت اور لَا تَفَرَّقُوا کی قرآنی فکر کو عام کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے مواعظ ہر مکتبِ فکر اور طبقہ کے علماء و اَفراد سماعت کرتے اور آپ کی علمی مجالس میں شریک ہوتے ہیں۔

(۸) امن و رواداری کا فروغ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تحریریں نا صرف دینی حلقوں میں رہنمائی فراہم کرتی ہیں بلکہ غیر مسلموں اور مختلف مذاہب کے افراد کے لیے بھی اسلام کی حقیقی تصویر پیش کرتی ہیں۔آپ کی تصنیفات نے غیر مسلموں میں بھی اسلام کے بارے میں غلط فہمیاں دور کرنے اور اسلام کی حقیقی تعلیمات کو سمجھنے میں مدد فراہم کی ہے۔ان کی تحریریں مختلف ثقافتوں، تہذیبوں کو ایک دوسرے سے جوڑے رکھتی ہیں اور ان کی مشترکہ اقدار کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے امن و بھائی چارے نیز ہم آہنگی و رواداری کی فضا قائم کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔

(۹) معاشرتی و سماجی اصلاحات

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تحریریں مسلمانوں کے اندر معاشرتی اور سماجی اصلاحات کے لیے ایک وسیلہ فراہم کرتی ہیں۔ان کی تحریروں میں جہاں ایک طرف فرد کی اصلاح پر زور دیا گیا ہے، وہاں دوسری طرف مسلمانوں کو اجتماعی طور پر اپنی حالت سدھارنے کی دعوت بھی دی گئی ہے۔ان کی تحریروں میں اسلامی اَقدار کے تحت معاشرتی مسائل جیسے کہ عدلیہ کی اصلاح، خواتین کے حقوق، تعلیم اور معاشی مسائل پر بھی تفصیل سے بات کی گئی ہے۔اس کے ذریعے وہ مسلمانوں کو اسلامی معاشرتی اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

(۱۰) علمی حلقوں میں پذیرائی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تحریروں کا اَثر صرف پاکستانی معاشرے تک محدود نہیں بلکہ دنیا بھر میں پھیلا ہوا ہے۔اُن کی کتابیں اور مقالہ جات مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکے ہیں اور عالمی سطح

پر اسلامی تعلیمات کو ایک متوازن انداز میں پیش کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوبِ تحریر اتنا مستند ہے کہ ان کی کتابیں مختلف یونیورسٹیز/جامعات اور تحقیقی اداروں میں نصاب کا حصہ بن چکی ہیں۔ ان کی تحریروں میں پیش کیے گئے دلائل، فقہی تجزیے اور احادیث کی شرح علمی معیار کے مطابق ہوتی ہے، جس کے باعث ان کا کام تحقیق کے شعبے میں بھی اہمیت رکھتا ہے۔

(۱۱) فکر و نظر کی بالیدگی

شیخ الاسلام کا اسلوبِ تحریر مسلمانوں کی روحانی، نظری، علمی و فکری تربیت کا بھی اہتمام کرتا ہے۔ ان میں ایک خاص مقصد اور وژن پایا جاتا ہے جس کا محورِ امت مسلمہ کی فلاح اور اس کی علمی و فکری نمو ہے۔ ان کی تحریروں میں اسلامی علوم کی ترویج کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو عقل و فہم کے ساتھ دینِ اسلام کو اپنانے کی ترغیب دی جاتی ہے۔

(۱۲) عصرِ حاضر کے مسائل کی عکاسی

شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری نے اپنی تحریروں میں نہ صرف ماضی کی دینی اور علمی روایت کو زندہ رکھا بلکہ موجودہ دور کے تقاضوں کو بھی نظر میں رکھا۔ ان کی تحریریں عصرِ حاضر کے مسائل پر گہری نظر ڈالتی ہیں اور ان مسائل کے حل کے لیے اسلام کے اصولوں کی روشنی فراہم کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر، ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اپنی تحریروں میں عالمی معاشی بحران، دہشت گردی، فرقہ واریت اور مذہبی عدم برداشت، سیاسی و ریاستی عدمِ استحکام، قدرتی و ناگہانی آفات جیسے مسائل پر تفصیل سے بات کی ہے اور ان مسائل کا حل قرآن و سنت کے ذریعے پیش کیا ہے۔

خلاصۂ کلام

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا اسلوب تحریر ایک عمیق، مؤثر اور دل کو چھو جانے والا ہے۔ ان کی تحریریں نہ صرف علمی حیثیت رکھتی ہیں بلکہ ان میں ایک گہرا روحانی پیغام بھی ہوتا ہے جو فرد اور معاشرت کی اصلاح کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ان کا اسلوب سادگی، وضاحت اور دلائل سے بھرپور ہے جو کہ عام لوگوں کے لیے بھی فائدہ مند بھی ہے اور اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے اور مسلمانوں کو اپنی حقیقی تعلیمات پر عمل کرنے کی ترغیب دینے میں ہمیشہ پیش پیش رہا ہے۔ اس کے علاوہ، ان کا منہج معاشرتی، سیاسی اور اخلاقی اصلاحات کی جانب بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

آپ کی 74 ویں سالگرہ کے موقع پر ہم عمیقِ قلب سے دعا گو ہیں کہ آپ کے قصرِ فکر و نظر کے دریچوں میں بہاریں ہمیشہ اپنے آشیانے ترتیب دیتی رہیں اور آپ کا علمی و فکری شباب یونہی نیّر و تاباں رہے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فروغِ نعت کی تحریک اور شیخ الاسلام کی علمی کاوش

ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی
ڈائریکٹر حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت سینٹر فار ریسرچ ان نعت لٹریچر منہاج یونیورسٹی، لاہور

وطن عزیز میں فروغِ نعت کی تاریخ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کی ذات کا حوالہ دیئے بغیر مکمل ہی نہیں ہوسکتی جنھوں نے ایک طرف تسلسل سے بین الاقوامی سطح کی میلاد کانفرنسز کی بنیاد رکھ کے دراصل نعت کی اہمیت اور افادیت سے پورے عہد کو روشناس کروایا اور دوسری طرف اس بابرکت رجحان کے ذریعے نوجوان نسل کے ایمان و عقائد کی نشوونما کا بابرکت فریضہ بھی سرانجام دیا۔ اس مبارک عمل کے ذریعے ایک تسلسل سے آج تک ان نسلوں کی ذہنی و فکری تربیت اور تطہیر قلب و باطن کی ذمہ داری کو بھی کمال حسن و خوبی سے نبھایا۔ ان کے اس تربیتی اور تطہیری احسان کا دائرہ درج ذیل زاویوں سے ہمیں دعوتِ فکر دے رہا ہے:

۱۔ فروغِ نعت کا پہلا زاویہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنی نجی مجالس و محافل کے ذریعے نعت پڑھنے کی روایت کو بھی تہذیبی و ثقافتی اقدار سے متصل رکھتے ہوئے عام کیا۔ اس عمل نے نعت پڑھنے کی طرف نوجوانوں کے لیے رجحان سازی کا کردار ادا کیا۔

۲۔ فروغِ نعت کا دوسرا زاویہ یہ ہے کہ انھوں نے خود اپنے خطابات سے قبل اور دیگر اجتماعات میں سماعتِ نعت کے آداب بھی خود اپنے عمل سے پروان چڑھائے۔ جب ان کا خطاب سننے کے لیے

عشاق امڈے چلے آتے تھے تو انھوں نے اس سے قبل نعت پڑھے جانے کی روش کو بھی عام کیا اور غیر محسوس طریقے سے اس کی اہمیت و افادیت کو اہلِ محبت کے دلوں میں جا گزیں کر دیا۔ اپنے ساتھ عقیدت رکھنے والے حلقوں میں نعتیہ مجالس کی نہ صرف سرپرستی کی بلکہ اسے اپنی نگرانی میں ادب و تہذیب آشنا کیا۔ یہاں ایک طرف تو نعت کی اہمیت دینی و معاشرتی حلقوں میں اجاگر ہوئی اور دوسری طرف انھوں نے خود نعت ایسے والہانہ پن کے ساتھ سنی کہ اس کی سماعت کا رنگ بھی لوگوں کے دلوں میں نقش ہوتا چلا گیا۔ ان محافل میں ذوق و شوق کی فراوانی بھی تھی، کیف و مستی کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر بھی موجزن تھا اور آنکھوں سے برستی ہوئی اشکوں کی بے تاب جھڑیاں بھی۔

منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے ان کی سرپرستی میں پڑھی جانے والی نعتیں اور محافل روحانی جذب و کیف اور قلبی وارفتگی کے اعتبار سے مجالس اہل اللہ اور حلقات اہلِ تصوف کی روایت کی امین بنیں۔ جہاں وہ خود بھی اشکباری کی کیفیت سے سرشار ہوتے اور پوری کی پوری محفل بھی اسی مستی میں ڈوبی دکھائی دیتی۔

۳۔ فروغِ نعت کے تیسرے زاویہ میں عالمی میلاد کانفرنس کا تسلسل سے انعقاد ایک بنیادی حوالے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس پلیٹ فارم نے نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں بسنے والے اہل ایمان کے دلوں میں فروغِ نعت کے حوالے سے کلیدی کردار ادا کیا۔ مینار پاکستان پر منعقد ہونے والی عالمی میلاد کانفرنس کو اگر ارضِ وطن میں محافلِ میلاد اور نعت کے فروغ کا بنیادی ستون قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

۴۔ چوتھا اور اہم ترین زاویہ اس سارے عمل کے بعد جامعاتی سطح پر ایک ایسے ادارے کا قیام ہے جس کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی۔ انھوں نے یہاں بھی اولیت کا اعزاز پایا اور منہاج

یونیورسٹی لاہور میں حسانؓ بن ثابت سینٹر فار ریسرچ ان نعت لٹریچر جیسا تحقیقی مرکز قائم کرکے نعت خوانی، سماعتِ نعت، فروغِ نعت کے ساتھ ساتھ اب تعلیم و تربیتِ نعت کی ذمہ داری کو بھی پورا کردیا۔

کوئی بھی فن جب قبولِ عام کا درجہ حاصل کرلیتا ہے تو اس میں کچھ تربیتی امور کی ضرورت بھی دن بہ دن بڑھتی چلی جاتی ہے اور اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے انھوں نے ایک طرف فروغِ نعت کی تحریک کو مستحکم کیا اور دوسری طرف اس کی تربیتی ضرورتوں کو محسوس کرتے ہوئے ایسا تحقیقی مرکز قائم کردیا جو اب فروغِ نعت سے منسلک کثیر حلقے کی تربیت کے فرائض بطریقِ احسن سرانجام دے رہا ہے۔ یونیورسٹی کی سطح پر اس سینٹر کا قیام نعت سے وابستہ سنجیدہ حلقوں کی دیرینہ خواہش تھی جس پر تمام اہلِ نعت ان کے ممنونِ احسان ہیں۔

نعت ادب کی ترویج، اس کی تشکیل، نعت خوانی اور محافلِ نعت کا انعقاد صدیوں سے جاری ہے۔ مقامی محلوں سے لے کر تحقیقی اداروں اور جامعات تک، نعت ادب پر مختلف سطحوں پر کام ہو رہا ہے۔ پاکستان میں منہاج یونیورسٹی لاہور کو اپنی تیز رفتار ترقی اور کامیابی میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ یہ دنیا بھر کی جامعات میں منفرد حیثیت رکھتی ہے کہ یہاں نعت ادب اور تحقیق کے لیے ایک مخصوص شعبہ قائم کیا گیا ہے۔ دنیا بھر کی کئی زبانوں میں نعت ادب پر اہم کام ہوا ہے۔ تاہم نعت کو ایک منظم انداز میں ترتیب دینا ایک اہم چیلنج رہا۔ مزید یہ کہ معیاری نعت ادب کی تیاری کے حوالے سے بھی خدشات موجود رہے ہیں۔

یہ ضروری تھا کہ ایک مکمل متحرک مرکز قائم کیا جائے جو پیشہ ور افراد کو نعت کے حوالے سے گہرے مطالعے میں رہنمائی فراہم کرے اور جہاں ایمان، تحقیق، روایت اور علم کے امتزاج کو واضح طور پر دکھایا جا سکے۔

اس نعت سنٹر کے مقاصد درج ذیل ہیں:

۱۔ نعت خوانی، نعت کی تشکیل اور اس کی اصلاح کا فروغ

۲۔ نعت خوانی کی عوامی اور خصوصی سطح پر منظم تقریبات کا انعقاد

۳۔ جامعات اور تحقیقاتی اداروں میں نعت ادب پر ہونے والے کام کی ترتیب اور تدوین

۴۔ نعت ادب پر کام کرنے والے مصنفین، محققین، شعرا اور ادیبوں کی حوصلہ افزائی اور ان کے کام کو عوامی سطح پر سراہنے کے مواقع فراہم کرنا

۵۔ نعت ادب کے ڈپلومہ، ماسٹرز، ایم فل، اور پی ایچ ڈی پروگراموں کا نفاذ

۶۔ نعت ادب پر قومی اور بین الاقوامی کانفرنسوں، سیمینارز اور ورکشاپس کا انعقاد

۷۔ نعت ادب میں تحقیق اور تنقید کے معیارات کا قیام اور ترقی
۸۔ جامع نعتیہ لائبریری کا قیام
۹۔ قدیم، نایاب اور قلمی نعتیہ ادب کا جمع اور تحفظ
۱۰۔ بچوں کے لیے انگریزی زبان میں نعت کی تشکیل اور ادب پر خصوصی توجہ
۱۱۔ نعت ادب پر کام کرنے والے مصنفین، محققین اور ناقدین کے درمیان روابط اور تعلقات کا فروغ دنیا بھر کی جامعات میں نعت کے موضوع پر قائم ہونے والا یہ مرکز نعت کی تربیت کے ساتھ ساتھ اس کی علمی، فکری اور تحقیقی ضرورتوں کو پورا کرنے کی صلاحیت سے بھی مالا مال ہے جو دراصل شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے فروغِ محبتِ رسول کریم ﷺ کے وژن کا آئینہ دار ہے۔ اس ریسرچ سینٹر نے بہت کم عرصے میں دنیا بھر کے نعت سے وابستہ حلقوں کی بھرپور توجہ حاصل کر لی ہے اور اس شعبے سے وابستہ افراد اس کی ضرورت اور اہمیت کا ادراک کرتے ہوئے تیزی سے اس کے ساتھ منسلک ہو رہے ہیں۔ اس بات سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا کہ بہت جلد اس سینٹر سے منسلک ہونا فنِ نعت سے منسلک طبقات کے لیے ناگزیر ہو جائے گا۔

نعت سینٹر کی علمی سرگرمیاں

اس سینٹر نے حال ہی میں نعت کے موضوع پر تربیتی شارٹ کورسز کا اجرا کر کے شاندار کامیابی حاصل کی جس کے بعد اب اس کی اہمیت دوچند ہو گئی ہے۔ ذیل میں چند اقدامات ملاحظہ ہوں:

۱۔ ''تربیتِ نعت کورس'' کسی بھی یونیورسٹی کی سطح پر ہونے والی پہلی کاوش تھی جس میں طلبہ و طالبات کی کثیر تعداد نے شرکت کی اور انھیں پہلی بار ایک ہی جگہ مختلف اساتذہ فن سے تربیت کا موقع میسر آیا جس کے ذریعے انھیں صوتی زیر و بم سے لے کر انتخابِ کلام و حسنِ ادائیگی کے تمام بنیادی امور پر رہنمائی فراہم کی گئی۔

۲۔ اس شعبے کی ایک اور اہم انفرادیت نقابت و نظامت کی تربیت بھی ہے جس کے حوالے سے ''تربیتِ نقابت کورس'' کے ذریعے اس فن کا ذوق رکھنے والے طلبہ و طالبات کو بھرپور رہنمائی میسر آئی جس میں عملی نقابت سے تعلق رکھنے والے معروف نقبا کے ساتھ ساتھ میڈیا انڈسٹری کے نامور اینکر پرسنز اور دیگر اہم شخصیات بھی بطورِ استاد شریک ہوئیں۔

۳۔ بچوں کے لیے سکول کی تعطیلات کے دوران ''نعت سمر کیمپ'' کے آن لائن کورس نے بھی نعت کا شوق رکھنے والے بچوں کی اس ضرورت کو پورا کرنے کی طرف قدم بڑھایا ہے۔

۴۔ ”تربیتِ نعتیہ شاعری کورس“ نے شاعری سے شغف رکھنے والوں کی علمی پیاس کو بجھانے کا فریضہ سرانجام دیا۔

۵۔ اس علمی تحقیقی مرکز کے زیرِاہتمام قومی سطح کی دو نعت کانفرنسز بھی منعقد ہو چکی ہیں جس میں ملک بھر سے علمی ادبی شخصیات کے ساتھ ساتھ بیرون ممالک سے بھی محققین و محبین نعت نے شرکت کا اعزاز حاصل کیا۔

۶۔ اس ریسرچ سینٹر کا اگلا پڑاؤ اب ”ڈپلومہ ان نعت سٹڈیز“ ہے جس کا بہت جلد اجرا کیا جا رہا ہے۔ نعت کے اس سفر میں ایک سمسٹر پر مشتمل یہ ڈپلومہ اس مبارک صنف پر علم اور تحقیق کے نئے افق روشن کرنے کا سبب بنے گا۔

ایک ہی سال میں ہونے والے مذکورہ اہم کورسز اور کانفرنسز نے نعت کی تربیت کے ضمن میں ایک سنگ میل طے کیا ہے اور اب دنیا بھر سے محبانِ نعت ان میں شمولیت کے منتظر رہتے ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کی اس نعت سینٹر کے پلیٹ فارم سے منعقد ہونے والی قومی ادبی نعت کانفرنس 2023ء میں میں کی جانے والے گفتگو ان کے ہزاروں خطابات میں اپنے موضوع کی نوعیت کے اعتبار سے حددرجہ انفرادیت کی حامل ہے جس میں انھوں نے نعت کی علمی، ادبی اور تاریخی اہمیت کے حوالے سے کئی اہم نکات پر روشنی ڈالی۔ اس گفتگو میں نعتیہ شعری جمالیات کے دلآویز رنگ بھی تھے۔۔۔ اس مبارک فن کی دینی و تاریخی اہمیت و افادیت کا ذکر بھی عکس ریز تھا۔۔۔ اور اس کے آداب اور تقاضوں کی طرف متوجہ کرتا ہوا ان کا دل پذیر و دلنشیں لہجہ و آہنگ بھی جلوہ فروز تھا۔

یہ گفتگو کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکی ہے جو محبانِ نعت اور طلبہ کے لیے ایک نعمت ہے جس میں وہ تمام بنیادی باتیں شامل ہو گئی ہیں جو نعت سے تعلق رکھنے والے ہر ایک فرد کی ضرورت ہیں۔ اس اہم گفتگو کے موقع پر ملک بھر سے معتبر علمی ادبی شخصیات موجود تھیں جنھوں نے اس موضوع پر ان کی حددرجہ معلومات اور عربی، فارسی، اردو کے شعری انتخاب کو بے حد سراہا۔ خصوصاً دورانِ گفتگو عربی، فارسی اور اردو کے اہم اکابرینِ نعت کا تذکرہ اور شعری محاسن پر مختلف زاویوں سے ہونے والی فکری و فنی گفتگو نے اس کانفرنس کو یادگار بنا دیا۔

شیخ الاسلام کی دینی علمی اور تربیتی خدمات کی وسعت پذیری صدیوں تک متلاشیانِ علم کی رہنمائی کرتی رہے گی اور مدحِ رسالت مآب ﷺ کے فروغ میں مختلف زاویوں سے کی جانے والی ان کی کاوشوں پر وابستگان نعت ہمیشہ ان کے احسان مند رہیں گے۔

مراکزِ علم، ایک حیات آفریں تحفہ

علامہ محمود مسعود قادری
سینئر ڈپٹی ڈائریکٹر EPD

اسلام صرف اس دانش کو علم کہتا ہے جو قربِ الٰہی کا سبب بنے اور انسان کے اندر خوف و امید کو بڑھا دے لہذا قرآن کریم میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔ (الفاطر: ٢٨)

”بس اللہ کے بندوں میں سے اس سے وہی ڈرتے ہیں جو (ان حقائق کا بصیرت کے ساتھ) علم رکھنے والے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بے مقصد پیدا نہیں کیا انسان جب اس دنیا میں آتا ہے تو اس وقت وہ کسی بھی چیز کے بارے میں نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے آنکھ، کان، عقل اور دل وغیرہ دیے تاکہ ان اعضائے بدن سے اچھی طرح استفادہ کرتے ہوئے علم و دانش حاصل کرے۔

کسی بھی قوم کا عروج اس پر منحصر ہے کہ وہ فکر و نظر اور علم و دانش کی کس شاہراہ پر گامزن ہے۔ فلک بوس عمارتیں، دعوت نظارہ دیتی ہوئی خوبصورت اور وسیع عریض شاہراہیں، دلکش اور جاذبِ نظر مراکز تجارت یہ سب ترقی و کامرانی کے سطحی مظاہر ہیں جن سے قوم و وطن کی حقیقی عظمت و رفعت کی ترجمانی نہیں ہوتی۔ فی الحقیقت ذہنی آزادی، افکار و خیالات کی وسعت و ہمہ گیری، انسانیت دوستی پر مبنی تعلیمات اور علوم نافعہ کی اشاعت ایک فرد، معاشرہ اور قوم کی زندگی کا نوشتۂ تقدیر تیار کرتی ہیں اور

دوسری طرف اسے اقوامِ عالم میں عظمت سے روشناس کراتی ہیں۔ علم و دانش وہ متاعِ بیش بہا ہے جو فرد اور معاشرے، دونوں کی زندگی کو انقلاب آشنا کردیتی ہے، فکر کی کجی ختم ہوتی ہے، سوچنے سمجھنے کے انداز مہذب اور نشست و برخاست کے طریقے شائستہ ہو جاتے ہیں، مصروفیات و مشغولیات کا رُخ بدل جاتا ہے اور شب و روز میں حیرت انگیز تغیر رونما ہوتا ہے جس کی بنا پر ظلمتوں کا سدباب ہو جاتا ہے اور شاہراہِ زندگی روشن ہو جاتی ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے تحریک منہاج القرآن کی بنیاد اول دن سے علم اور فروغِ علم پر رکھی، آپ ہمیشہ فرماتے ہیں کہ ’’ تحریک منہاج القرآن کا طریق، طریقِ علم ہے۔‘‘ آپ کی تحاریر و تقاریر کا بیکراں سمندر اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ آج کے دور میں اگر اہلِ اسلام اوجِ ثریا پر کمند ڈالنے کا خواب شرمندہ تعبیر کرنا چاہتے ہیں تو انہیں علم کے ساتھ اپنا تعلق پختہ کرنا ہو گا۔ تحریک منہاج القرآن کے قیام کے مقاصد میں سے ایک بنیادی مقصد "ترویجِ علم اور اہتمامِ تربیت" ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر ہر فرد تک علم کو پہنچانا، علم کے کلچر کو زندہ کرنا اور ہر فردِ معاشرہ کو علم و عمل کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتے ہوئے انہیں خاندان اور معاشرے کا مفید رکن بنانا ہے۔

آج ہم ایک ایسے دورِ فتن میں سانس لے رہے ہیں، جہاں ہم علمی و عملی، اخلاقی و روحانی، سیاسی و معاشی اور سماجی و معاشرتی الغرض ہمہ گیر زوال کا نا صرف شکار ہو چکے ہیں بلکہ ہر گزرتے دن کے ساتھ زوال کی ہمہ گیریت و گہرائی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ قلوب و اذہان کے تناؤ، باہمی چپقلش اور معاشرتی رویوں کی ٹوٹ پھوٹ کی صورت میں سامنے آئی ہے۔

ایسے ماحول میں نباضِ ملتِ اسلامیہ اور مجددِ عصرِ حاضر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے امت کی نبض پر ہاتھ رکھا، مسائل کی تشخیص کی اور بتایا کہ اس وقت امتِ مسلمہ کے بالعموم اور اہلِ پاکستان کے بالخصوص تمام امراض کی وجہ جہالت ہے جبکہ تمام مسائل، مشکلات، مصائب اور امراض کا حل صرف اور صرف علم و شعور کے فروغ میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام نے دروسِ قرآن، دروسِ حدیث اور تصنیف و تالیف کی شکل میں فروغِ علم و شعور کے لیے بے بہا کام کیا۔ عملی طور پر دنیا بھر میں تعلیمی ادارے، یونیورسٹی، کالجز، سکولز، لائبریریز اور اسلامک سنٹرز کا ایک جہان آباد کیا جو کہ اپنی مثال آپ ہے۔

ملک بھر میں 25 ہزار مراکزِ علم کے قیام کا اعلان

تحریک منہاج القرآن مصطفوی معاشرے کے قیام، بنیادی تعلیم کے فروغ، اخلاقی و روحانی تربیت اور بیداریٔ شعور کے لیے ملک بھر میں سکولز، کالجز، مدارس، اکیڈمیز، مساجد اور گھروں میں مراکزِ علم

کا قیام عمل میں لا رہی ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اَفرادِ معاشرہ کی اصلاح اور اُن کی تعلیم و تربیت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے آئندہ پانچ سالوں میں ملک بھر میں 25 ہزار مراکزِ علم کے قیام کا اعلان فرمایا ہے۔ اعتکاف 2023ء کے دوران شیخ الاسلام نے مراکز علم پراجیکٹ کی اہمیت و افادیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا:

''علم نور ہے اور نور کے بغیر ماحول اور زندگی ظلمت اور تاریکی ہوتی ہے۔ ہماری زندگیوں میں جتنی بھی مشکلات، تلخیاں اور الجھنیں ہیں، ان کی ایک بڑی وجہ جہالت اور علم کا فقدان ہے۔ علم ایک صاف ستھری سوچ دیتا ہے، علم عادت کو بدلتا ہے، علم نصیب ہو جائے تو روّیے تبدیل ہوتے ہیں۔ علم ہی کے سبب زندگی افکار، خیالات اور نظریات سے عبارت ہوتی ہے اور افکار و نظریات علم ہی سے جنم لیتے ہیں۔ اگر کسی شخص کے پاس علم نہیں تو اس کے پاس کوئی فکر و نظریہ نہیں اور اگر کوئی فکر و نظریہ نہیں تو کوئی مقصد اور منزل نہیں۔ اس لئے علم کے بغیر انسان کا کوئی رویہ بہتر اور قابل تعریف نہیں ہو سکتا۔

علم انسان کے دل و دماغ میں احساس پیدا کرتا ہے اور احساس ایک ایسی چیز ہے جو شعور اور کسی چیز کے حصول کا شوق مہیا کرتا ہے۔ کسی بھی نیک کام کرنے کے لئے انسان جو عزم و ارادہ کرتا ہے، وہ اسی شعور اور شوق کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اگر ہمارے پاس علم نہیں تو ان میں سے کوئی مرحلہ ہم طے نہیں کر سکتے اور ہر چیز سے محروم ہو جاتے ہیں۔ علم ایک ایسا نور ہے جو انسان کو محبت، قدر دانی اور انسانیت کی عزت سکھاتا ہے۔ علم شعور دیتا ہے کہ انسان کیا ہے اور انسانیت کیا ہے؟ علم سے ہماری زندگیاں آسان ہوتی ہیں اور نہ صرف زندگیاں بلکہ اس سے آخرت کے امور کی انجام دہی بھی آسان ہو جاتی ہے اور دنیا و آخرت بھی حسین ہو جاتی ہے''۔

مراکزِ علم کے قیام کے مقاصد، بنیادی خصوصیات اور نصاب

تحریک منہاج القرآن کے زیرِ اہتمام قائم ہونے والے کسی بھی مرکزِ علم سے مراد ایک ایسا مرکز ہے جہاں قرآن و حدیث اور سیرت و اخلاقِ نبوی ﷺ پر مشتمل اصلاحِ اعمال و احوال کی ایسی تعلیمی جدوجہد کی جائے، جس کے نتیجے میں مصطفوی معاشرے کا قیام ممکن ہو سکے۔ ملک بھر میں قائم ہونے والے مراکزِ علم کے مقاصد درج ذیل ہیں:

۱۔ قرآن فہمی اور سنتِ رسول ﷺ پر عمل کی ترغیب دینا۔

۲۔ عقیدہ صحیحہ اور افکارِ اسلامیہ کا فہم حاصل کرنا۔

۳۔ ذاتِ مصطفیٰ ﷺ سے حبی و عشقی تعلق پختہ کر کے اس کے ذریعے آپ ﷺ کی اطاعت واتباع کا داعیہ بیدار کرنا۔

۴۔ معاشرے کو اُسوہ محمدی ﷺ کا عملی نمونہ بنانا۔

۵۔ اخلاقی و روحانی اُمور کی ترغیب اور تزکیۂ نفس کی عملی تربیت دینا۔

۶۔ افرادِ معاشرہ کی ذہنی و فکری بالیدگی کا اہتمام کرنا۔

۷۔ معاشرے میں احترامِ انسانیت اور خدمتِ خلق کے جذبات کو پروان چڑھانا۔

۸۔ بنیادی اور ناگزیر فقہی مسائل سے آگاہی دینا۔

۹۔ محض مطالبۂ حق کی بجائے فرائض کی ادائیگی کے رجحان کو فروغ دینے کے لیے حقوق و فرائض کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینا۔

۱۰۔ معاشرہ میں باہمی اخوت و بھائی چارہ کا فروغ کرنا۔

☆ **ان مراکزِ علم کی بنیادی خصوصیات یہ ہیں کہ**

۱۔ ان مراکزِ علم کے قیام کے لیے کسی ایک مخصوص جگہ پر قیام کی شرط نہیں لگائی گئی بلکہ تعلیمی اداروں، مساجد، مدارس، دفاتر اور گھروں میں جہاں بھی ساز گار ماحول اور سہولیات میسر ہوں، قائم کیے جا رہے ہیں۔

۲۔ ایک مرکز علم میں کم از کم 15 سے 20 افراد تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

۳۔ ان مراکز میں تحریک کے مرکز سے ہی فراہم کردہ نصاب پڑھایا جاتا ہے۔

۴۔ ہر مرکزِ علم پر تدریس کے فرائض مرکزی نظامت ای پی ڈی کی طرف سے تربیت یافتہ معلم ہی سرانجام دیتا ہے۔ مرکزِ علم کا منتظم اگر خود تدریس کے فرائض سرانجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس کی معلمین ٹریننگ ورکشاپ میں شرکت لازمی ہوتی ہے۔

۵۔ خواتین کے مراکزِ علم کا قیام، نگرانی، معلمات کی فراہمی اور معاونت منہاج القرآن ویمن لیگ کے ذمہ ہوتی ہے۔

۶۔ منتظم / معلم مراکزِ علم نصاب میں دی گئی عملی ورکشاپ اور سرگرمیوں کے انعقاد کو یقینی بناتا ہے۔

۷۔ یہ مراکزِ علم تحریک منہاج القرآن کے تنظیمی عہدیدار، رفقاء و وابستگان کے ساتھ ساتھ عوام الناس بھی بڑے ذوق و شوق سے قائم کر رہی ہے۔

☆ ان مراکزِ علم کا نصاب 6 ماہ پر مشتمل ہوتا ہے، جس میں کل 24 لیکچرز ہوتے ہیں۔ نصاب کے پہلے مرحلے میں درج ذیل 8 مضامین کا انتخاب کیا گیا ہے:

۱۔ تجوید و قراءت	۲۔ ترجمہ و تفسیر
۳۔ سیرت الرسول ﷺ	۴۔ فقہ
۵۔ آدابِ زندگی	۶۔ افکار
۷۔ شخصیت سازی	۸۔ مواخات

☆ نظامت ایجوکیشن اینڈ پروفیشنل ڈیولپمنٹ (EPD) کو مراکز علم کے عظیم الشان پراجیکٹ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی ذمہ داری ملی ہے جو ملک بھر کی تنظیمات کے ساتھ ملکر اس پروگرام کو کامیاب بنانے کیلئے سرگرم عمل ہے۔ نظامتِ ایجوکیشن اینڈ پروفیشنل ڈویلپمنٹ نے روایتی تعلیمی ذرائع کے ساتھ ساتھ فروغ علم کے لیے غیر روایتی ذرائع کو بھی اپنایا ہے۔ اس کے لیے بنیادی دینی علوم وفنون پر مشتمل بیسیوں کورسز ترتیب دیے گئے جن میں سے قابل ذکر؛ ڈپلومہ ان قرآن سٹڈیز، عرفان القرآن کورس، عرفان الحدیث کورس، حفظ الحدیث کورس، فنِ خطابت و نقابت کورس، عریبک لینگوئج کورس، سفر نور کورس (مضامین قرآن)، عرفان التجویدِ والقراءۃ اور اسلامک لرننگ کورس شامل ہیں۔

EPD کے ناظمین مراکزِ علم کی تنفیذ کے لیے ملک بھر کے شہروں کے دورہ جات کررہے ہیں اور تربیتی پروگرامز کے ذریعے ہزارہا لوگوں کو اس پراجیکٹ کے تعارف اور تفصیلات سے آگاہ کررہے ہیں۔ ملک بھر میں ضلعی و تحصیلی سطح پر مراکزِ علم کے قیام کے لیے تنظیمی ڈھانچے کا قیام تقریباً ستر فیصد تک مکمل کر لیا گیا ہے۔ اس مرحلے میں نائب ناظمین اعلیٰ زونز، صدور فورمز اور تنظیمات کے ذریعے ناظمینِ مراکزِ علم کی تقرری کا عمل تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔

اس وقت تک ملک بھر میں سیکڑوں مراکز علم الحمدللہ تعالیٰ فروغِ علم و شعور میں مصروفِ عمل ہیں۔ یونین کونسل (یونٹ لیول) سے لے کر تحصیل، ضلع اور پھر مرکز کی سطح تک مراکزِ علم کلاسز کی خودکار رپورٹنگ کا مربوط سافٹ ویئر موجود ہے۔ جو پورے ملک کی کلاسز کو باہم مربوط کررہا ہے۔

ملک بھر کے معلمینِ مراکزِ علم کی تیاری اور سہولت کے پیش نظر نظامت ای پی ڈی نے پندرہ روزہ مراکزِ علم آن لائن اکیڈمی کا آغاز کر رکھا ہے۔ جس کے تحت پندرہ دن تک معلمین کی رجسٹریشن کر کے معلمین کی ٹریننگ کے بعد انہیں سرٹیفکیٹ جاری کیا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام کی زیرِ سرپرستی قائم فلاحی ادارہ جات

خصوصی رپورٹ

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن ایک بین الاقوامی فلاحی تنظیم ہے۔ جو اس وقت پاکستان سمیت 40 سے زائد ممالک میں معاشرے کے پسے ہوئے طبقات کی منفعت کیلئے ہر شعبہ ہائے زندگی میں مدد و تعاون فراہم کرنے کیلئے کوشاں ہے۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن غربت، بے روزگاری، جہالت، محرومی، صحتِ عامہ کے مسائل سمیت قدرتی آفات اور بحرانوں سے نجات دلانے کیلئے عملی جدوجہد میں مصروف عمل ہے۔ امداد باہمی کے تصور کے تحت معاشرے کے خوشحال طبقے کے ساتھ مل کر متاثرہ و بدحالی میں مبتلا طبقے کے افراد میں تعاون، اخوت، عزت و احترام اور انہیں خوشحال زندگی گزارنے کے لیے اعانت فراہم کرتی ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے 17 اکتوبر 1989ء کو منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی۔ الحمدللہ دہائیوں پر محیط سفر میں منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن تعلیم، صحت، صاف پانی، روزگار، بھوک و افلاس کے خاتمے کیلئے فری اور رعایتی دستر خوانوں، آرفن کیئر ہومز سمیت دیگر فلاحِ عامہ کے میدانوں میں پوری دنیا میں نمایاں خدمات سر انجام دے رہی ہے۔ ذیل میں اس کے چند اہم نکات ملاحظہ ہوں:

۱۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن ''تعلیم سب کیلئے'' پروجیکٹ کے تحت 600 سے زائد سکولز، کالجز قائم کر چکی ہے۔ نیز ہزارہا طلبہ و طالبات کو سٹوڈنٹ ویلفیئر بورڈ کے تحت فری اور معیاری تعلیم مہیا کر کے نونہالِ ملت کو بااخلاق اور خود مختار شہری بنانے میں اپنا کردار ادا کر رہی ہے۔

۲۔ Help Feed پروجیکٹ کے تحت MWF اب تک 10 لاکھ سے زائد افراد اور خاندانوں کو کمیونٹی کچن، رعایتی دستر خوان، ماہانہ راشن پیکس کے ذریعے کھانے تقسیم کر چکی ہے۔ اس وقت تک جہلم، میرپور، اسلام آباد، سیالکوٹ، فیصل آباد، لاہور، گوجرخان سمیت کئی شہروں میں سفید پوش کم آمدنی والے طبقہ کیلئے رعایتی دستر خوان کے بیسیوں پوائنٹس لگائے جا چکے ہیں۔ جن سے روزانہ ہزاروں افراد کو صرف 50 روپے میں معیاری کھانا فراہم کیا جا رہا ہے۔

۳۔ پانی زندگانی پروجیکٹ کے تحت 15 ہزار سے زائد واٹر پمپس، سولر پمپ، سولر ٹیوب ویلز، فلٹریشن پلانٹس نصب کیے جا چکے ہیں۔ جس سے صاف پانی سے محروم لاکھوں افراد مستفید ہو رہے ہیں۔

۴۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن گزشتہ دو دہائیوں سے لاہور، کراچی، جہلم، سیالکوٹ سمیت دیگر شہروں میں آغوش آرفن کیئر ہومز کے ذریعے ہزاروں بچوں اور بچیوں کی بین الاقوامی معیار کے مطابق لائف ٹائم کفالت کی ذمہ داری بطریقِ احسن نبھا رہی ہے۔ آغوش آرفن کیئر ہومز کا دائرہ کار گجرات، میرپور (ڈڈیال) سمیت دیگر شہروں میں بھی بڑھایا جا رہا ہے۔

۵۔ قدرتی آفات، ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے دنیا مختلف وباؤں کا شکار ہے۔ جس کے انسداد کیلئے دنیا بھر میں کوششیں جاری ہیں۔ پروفیشنل ڈاکٹرز اور پیرامیڈیکل اسٹاف کی زیر نگرانی پاکستان بھر میں بالعموم اور پسماندہ علاقوں میں بالخصوص میڈیکل اور آئی کیمپس، ڈسپنسریز، میڈیکل سنٹرز، ایمبولینس سروس کا انعقاد کیا جا چکا ہے۔ گزشتہ دو سالوں میں 1 لاکھ سے زائد خاندانوں کو صحت کی بنیادی سہولیات بہم پہنچائی جا چکی ہے جن کو علاج معالجہ کیلئے سرکاری ہسپتالوں تک رسائی میسر نہیں۔

۶۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن اپنے قیام سے لے کر آج تک دنیا میں آنے والی ہر قدرتی آفت میں اپنے ڈونرز اور رضاکاران کے وسیع نیٹ ورک کی وجہ سے امدادی کارروائیوں میں سر فہرست رہی ہے۔ حالیہ سیلاب 2022ء۔ 2023ء اور اب 2024ء میں لاکھوں متاثرینِ سیلاب کو کھانا، راشن بیگز، خیمے اور ہزاروں افراد کو رہنے کیلئے گھر فراہم کر چکی ہے۔ متاثرینِ سیلاب کیلئے جنوبی پنجاب، سندھ، بلوچستان اور دیگر کئی علاقوں میں گھر تعمیر کر کے حق داروں کے حوالے کیے جا چکے ہیں۔

۷۔ MWF روزگار پروجیکٹ کے تحت بے روزگار مردوں و خواتین کو Digital Skills، Skilled Based shops، سلائی سنٹرز، فوڈ کارٹس، آٹو لوڈر رکشہ، کریانہ

شاپس سمیت دیگر روزگار فراہم کر رہی ہے۔

۸۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن اپنے ڈونرز کے تعاون سے سال ہاسال سے جاری Collective Marriages پروجیکٹ کے تحت پاکستان کے مختلف شہروں میں 3000 سے زائد بیٹیوں کے گھر بسا چکی ہے۔ اجتماعی شادیوں کی تقریب میں ہر بیٹی کو ضروریاتِ زندگی کا سامان بطور برائیڈل گفٹ پیش کیا جاتا ہے۔

۹۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن ہر سال Embrace Their Chill پروجیکٹ کے تحت موسمِ سرما کی شدت کے باعث دور دراز پہاڑی، میدانی اور دشوار گزار علاقوں میں جہاں عام طور پر رسائی ممکن نہیں ہوتی، منظم طریقے سے 2000 سے زائد، مستحق خاندانوں میں ضروریات زندگی پہنچا چکی ہے۔ اس سرد موسم میں منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے سیکڑوں رضاکار سرد علاقوں میں ضرورت مند لوگوں کو Winter سپورٹ پیکیج کی صورت میں فیملی راشن بیگ اور کمبل فراہم کر رہے ہیں۔

مذکورہ پروجیکٹس کے ساتھ ساتھ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن مستقبل میں فلاح عامہ کے کئی نئے پروجیکٹس کی منصوبہ سازی میں مصروف عمل ہے۔ یہ سب دنیا بھر میں موجود ہمارے ڈونرز اور رضاکاران کے وسیع نیٹ ورک کی وجہ سے ممکن ہو رہا ہے۔ آئیں آپ بھی دکھی انسانیت کی خدمت کے اس سفر میں منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کا ساتھ دیں۔ تاکہ ہم مل کر ایسے افرادِ معاشرہ جو کسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں، ان کی زندگیاں بدلیں۔

آغوش آرفن کیئر ہوم

اکتوبر 2005ء میں ملکِ پاکستان کے شمالی علاقہ جات بالخصوص آزاد کشمیر شدید زلزلوں کی لپیٹ میں آیا جس سے لاکھوں لوگ براہِ راست متاثر ہوئے۔ ہزاروں یتیم بچے نا صرف بے سہارا ہوئے بلکہ تعلیم کی سہولت سے بھی محروم ہو گئے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی خصوصی ہدایات اور ویژن کے تحت منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن نے اس سانحہ کے یتیم بچوں کی فلاح و بہبود اور تعلیم و تربیت کے عظیم مقصد کے پیش نظر آغوش آرفن کیئر ہوم کی بنیاد رکھی۔ ابتدائی طور پر صرف کشمیر کے زلزلے سے متاثرہ بچوں کی کفالت کا ذمہ آغوش نے لیا بعد ازاں پاکستان کے دیگر علاقہ جات بشمول سندھ، بلوچستان، خیبر پختونخوا، پنجاب اور گلگت بلتستان سے تعلق رکھنے والے مستحق بچوں کو بھی آغوش میں داخلہ دیا گیا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری ہمیشہ معاشرے کے کمزور اور متوسط طبقات کی فلاح و بہبود کیلئے کوشاں رہے ہیں۔ اسی کے پیشِ نظر یتیم بچوں کی مستقل کفالت اور تعلیم و تربیت کیلئے معاشرے کے

متموّل طبقات کو آگے بڑھنے کی دعوت دی اور آغوش آرفن کیئر ہوم کی بنیاد رکھی۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے سال 2023ء میں آغوش آرفن کیئر ہوم کی گریجویشن تقریب سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ”آغوش کے بچے ہماری اولاد ہیں جن کی بہترین تعلیم تربیت کرنا ہماری ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ یہ بچے ملک و قوم کا مستقبل ہیں۔“ آغوش آرفن کیئر ہوم کا مقصد معاشرے کے یتیم اور بے سہارا بچوں کی یوں کفالت اور تعلیم و تربیت کرنا ہے کہ یہ بچے کسی قسم کی احساسِ کمتری کا شکار نہ ہوں۔

آغوش آرفن کیئر ہوم میں 2005ء سے اب تک مختلف اوقات میں 1200 تک طلبہ و طالبات داخلہ لے چکے ہیں۔اس وقت آغوش آرفن کیئر ہوم میں کل 264 بچے موجود ہیں جن میں 196 طلبہ اور 64 طالبات ہیں۔چونکہ آغوش آرفن کیئر ہوم میں 3 سے 11 سال کی چھوٹی عمر کے بچوں کو داخلہ دیا جاتا ہے،اس لیے ایسے چھوٹے بچوں کی خصوصی دیکھ بھال کے انتظام کیلئے مدر ایریا کے نام سے ایک الگ حصہ مختص ہے۔ مدر ایریا میں ہر 8 بچوں کی تعلیم و تربیت، کھانے پینے اور صحت سمیت ہر قسم کی دیکھ بھال کیلئے ایک خاتون مختص ہے جس کو ننھے بچے ماما/ والدہ کہہ کر پکارتے ہیں۔ مدرز کی ذمہ داریوں میں چھوٹے بچوں کو صبح نماز فجر کیلئے اٹھانا، ناشتہ کرواکر سکول کیلئے تیار کرنا، لنچ کے ساتھ سکول روانہ کرنا اور غیر نصابی سرگرمیوں کا شیڈول ترتیب دینا شامل ہے۔آغوش آرفن کیئر ہوم میں طلبہ کی رہائش اور غیر نصابی سرگرمیوں کیلئے منظم سٹیٹ آف دی آرٹ دلکش بلڈنگ ہے۔اس میں ایکٹیویٹی ہال، گیم ایریا، بیڈ رومز، میس ہال، ضروریاتِ زندگی اور سٹیشنری کی فراہمی کے لیے سٹور روم اور ڈسپنسری موجود ہیں۔ آغوش آرفن کیئر ہوم میں طلبہ کی تعلیم کے ساتھ تربیت پر بھی خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ طلباء کی ذہنی و فکری نشو نما کیلئے خصوصی سرگرمیوں کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

آغوش آرفن کیئر ہوم ایک Education Based آرفن سینٹر ہے جہاں طلبہ و طالبات کو معیاری قیام اور کھانے کے علاوہ نرسری سے پی ایچ ڈی تک مفت معیاری تعلیم فراہم کی جاتی ہے۔ 2005ء سے 2012ء تک آغوش کے طلبہ منہاج ماڈل سکول میں تعلیم سے آراستہ ہوتے تھے۔2012ء میں آغوش کی نئی تعمیر ہونے والی بلڈنگ کے ایک حصے کو تعلیمی سرگرمیوں کیلئے مختص کرکے جدید انگلش میڈیم "آغوش گرائمر ہائیر سیکنڈری اسکول" قائم کیا گیا جہاں آغوش کے تمام طلباء بہترین اساتذہ کی خصوصی نگرانی میں پرائمری، مڈل اور انٹرمیڈیٹ تک کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔انٹرمیڈیٹ کے بعد طلبہ و طالبات منہاج یونیورسٹی لاہور سے اپنی پسند کے شعبے میں گریجویشن مکمل کرتے ہیں۔اس وقت آغوش کے تقریباً 60 طلبہ و طالبات میڈیکل، لاء، کمپیوٹر سائنسز، سوشل

سائنسز اور شریعہ سمیت مختلف شعبوں میں گریجویشن کر رہے ہیں۔ آغوش کی 18 سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ آغوش کے تقریباً 60 طلبہ و طالبات منہاج یونیورسٹی سے اعلیٰ ثانوی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ آغوش سے فارغ التحصیل طلبہ و طالبات پاکستان آرمی میں کمیشنڈ آفیسر، پاکستان نیوی، بزنس، ایجوکیشن اور آئی ٹی سمیت مختلف سرکاری و غیر سرکاری شعبوں میں نہ صرف برسرِ روزگار ہیں بلکہ قوم و ملت کیلئے اپنی خدمات بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ آغوش آرفن کیئر ہوم کے طالبعلم کا عالمِ اسلام کی قدیم یونیورسٹی جامعہ الازہر سے فارغ التحصیل ہونا آغوش کی ترقی اور طلبہ کا ملت و اسلام کیلئے کسی فخر سے کم نہیں۔

آغوش آرفن کیئر ہوم کے زیر سایہ تعلیم و تربیت پانے والے طلبہ کو گریجویشن کے بعد آغوش آرفن کیئر ہوم سے باعزت طریقے سے رخصت کر دیا جاتا ہے تاکہ مزید مستحق بچوں کو داخلہ دیا جا سکے۔ رخصت کرنے سے پہلے تمام طلبہ و طالبات کا ایک اچھے روزگار سے منسلک ہونا یقینی بنایا جاتا ہے۔ آغوش آرفن کیئر ہوم سے اب تک 44 طلباء فارغ التحصیل ہو چکے ہیں۔ آغوش آرفن کیئر ہوم تعلیم مکمل کرنے کے بعد طلبہ و طالبات کی شادی کا بھی انتظام کرتا ہے۔ بہترین رشتہ دیکھنے سے جہیز کے انتظام اور شادی کے تمام انتظامات آغوش بااحسن طریقے سے سرانجام دیتا ہے۔

آغوش آرفن کیئر ہوم لاہور کی کامیابی کے بعد کراچی، سیالکوٹ اور جہلم میں بھی آغوش کے کیمپسز قائم کر دیے گئے ہیں جس کا دائرہ مستقبل قریب میں پاکستان کے دوسرے بڑے شیروں تک بھی پھیلایا جائے گا۔ آغوش آرفن کیئر بحمد اللہ تعالیٰ دن بہ دن ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے شیخ الاسلام کی ہدایات کی روشنی میں ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔

منہاج ایجوکیشن سوسائٹی

منہاج ایجوکیشن سوسائٹی شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی قیادت میں 1994ء میں منہاج القرآن انٹرنیشنل کے تحت قائم کی گئی۔ منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کا قیام ایک انقلابی اقدام تھا جس کا مقصد نہ صرف تعلیمی معیار کو بہتر بنانا بلکہ طلبہ کی اخلاقی، روحانی اور فکری تربیت کو بھی یقینی بنانا تھا۔ اس کا پس منظر اسلامی تعلیمات اور جدید عصری علوم کے امتزاج پر مبنی ہے، تاکہ نئی نسل کو قومی اور بین الاقوامی سطح پر مؤثر کردار ادا کرنے کے قابل بنایا جا سکے۔ منہاج ایجوکیشن سوسائٹی نے اپنے قیام کے بعد سے تعلیمی میدان میں جدت، شفافیت اور ترقی کو فروغ دینے کے لیے کئی اقدامات کیے ہیں۔ یہ ادارہ تعلیم کے ذریعے قوم کی تعمیر کے مشن پر گامزن ہے اور پاکستان میں تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے

لیے نمایاں کردار ادا کر رہا ہے۔ منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کے چیئرمین، پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، نہ صرف ایک معروف ماہر معاشیات ہیں بلکہ پاکستان کے سماجی اور تعلیمی میدان میں بھی منفرد مقام رکھتے ہیں۔

منہاج ایجوکیشن سوسائٹی نے ملک بھر میں 610 سے زائد کیمپس قائم کیے ہیں، جو شہری اور دیہی علاقوں کے طلبہ کو معیاری تعلیم فراہم کر رہے ہیں۔ منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کے تعلیمی نظام کو قومی اور بین الاقوامی سطح پر سراہا گیا ہے اور ہر سال طلبہ کے امتحانی نتائج 90 فیصد سے زائد کامیابی کی شرح پر مبنی ہوتے ہیں اور ہر سال پاکستان بھر کے مختلف سیکنڈری بورڈز میں نمایاں پوزیشنز بھی آتی ہیں۔ علاوہ ازیں ہر سال مستحق اور ہونہار طلبہ کو ملین روپے کی اسکالرشپ دی جاتی ہیں، جس سے تعلیمی رسائی میں اضافہ ہوتا ہے۔

منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کا تعلیمی نیٹ ورک سکولز، کالجز، تحفیظ القرآن اور ووکیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ پر مشتمل ہے۔ یہ نیٹ ورک درج ذیل برانڈز کے تحت کام کرتا ہے:

۱۔ منہاج گرامر اسکولز (MGS) : بہترین تعلیمی معیار اور کردار سازی کے لیے مشہور ادارے ہیں۔

۲۔ منہاج ماڈل اسکولز (MMS) : کم وسائل والے علاقوں میں معیاری تعلیم فراہم کرتے ہیں۔

۳۔ منہاج پبلک اسکولز (MPS) : دیہی علاقوں میں جدید تعلیمی سہولیات کے ساتھ خدمات فراہم کرتے ہیں۔

۴۔ لارل ہوم انٹرنیشنل اسکولز (LHIS) : عالمی معیار کے نصاب کے ساتھ جدید طریق پر تعلیم فراہم کرتے ہیں۔

۵۔ منہاج کالج آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی (MCMT) : ہائر سکینڈری لیول پر طلبہ و طالبات کو معیاری تعلیم فراہم کرتے ہیں۔

۶۔ ٹیک زاوئڈ ووکیشنل انسٹی ٹیوٹ: یہ ادارہ جات صبح اور شام کے اوقات میں نوجوانوں کو فنی اور کاروباری تعلیم فراہم کرتے ہیں۔

منہاج ایجوکیشن سوسائٹی نے پاکستان کے 150 سے زائد شہروں اور دیہات میں اپنے کیمپس قائم کیے ہیں۔ یہ نیٹ ورک تمام طبقات کے طلباء کو معیاری تعلیم تک رسائی فراہم کرتا ہے۔ MES کے تمام برانڈز کے سکولز میں طلبہ کی تعداد 128،220 (ایک لاکھ اٹھائیس ہزار دو سو بیس) ہے۔ (اس میں

تقریباً 53فیصد طلباءاور 47فیصد طالبات ہیں) جبکہ اساتذہ اور انتظامی عملہ کی تعداد 12,353ہے۔MES کے سکولز سے سالانہ بنیادوں پر فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کی تعداد تقریباً 12,000ہے جبکہ گذشتہ سالوں میں فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کی تعداد تقریباً 220,000ہے۔MES کے تحت چلنے والے 85سکولز میں تحفیظ القرآن کا شعبہ قائم ہے اور قرآن مجید باقاعدہ طور پر حفظ کرایا جاتا ہے۔اب تک ان اداروں سے تقریباً4500حفاظ نکل چکے ہیں۔

منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کے تمام تعلیمی ادارے منہاج ایجوکیشن بورڈ کے تحت کام کرتے ہیں۔ منہاج ایجوکیشن سوسائٹی نے اپنے نصاب کی جدید تقاضوں کے مطابق تیاری "لارل پبلشرز" کے پلیٹ فارم سے کرتی ہے۔لارل پبلشرز نے منہاج ایجوکیشن سوسائٹی کے تحت نصابی مواد کی تیاری میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ پبلشرز نہ صرف جدید تعلیمی تقاضوں کے مطابق کتب شائع کرتے ہیں بلکہ ان میں اسلامی اقدار اور اخلاقی تعلیمات کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔لارل پبلشرز نے 150سے زائد نصابی کتب،ایکٹیویٹی گائیڈز، ورک شیٹس، کریکٹر ایجوکیشن پلان،اسکیم آف اسٹڈیز تیار کی ہیں جو طلبہ کی فکری، تعلیمی،اور اخلاقی تربیت میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ یہ نصابی مواد قومی اور بین الاقوامی معیار کے مطابق تیار کیا جاتا ہے اور اس میں جدید تدریسی طریقے شامل کیے گئے ہیں۔

منہاج ایجوکیشن سوسائٹی معیاری تعلیم میں نئی مثالیں قائم کر رہی ہے اور ایک ایسے معاشرے کی تعمیر میں مدد فراہم کر رہی ہے جو علم، اخلاقیات اور سماجی ذمہ داری کی بنیاد پر کھڑا ہو۔ اپنی انفرادی سوچ، ماہرین تعلیم کی خدمات اور بصیرت انگیز قیادت کے ساتھ منہاج ایجوکیشن سوسائٹی پاکستان کے لیے ایک روشن مستقبل کی راہ ہموار کر رہی ہے۔

منہاج یونیورسٹی لاہور

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے 1986ء میں لاہور میں منہاج یونیورسٹی کی بنیاد رکھی۔ یہ ادارہ ایک چھوٹے کیمپس سے ترقی کرتے ہوئے آج ایک مکمل، عالمی سطح پر تسلیم شدہ چارٹرڈ یونیورسٹی بن چکا ہے۔ منہاج یونیورسٹی ایک مضبوط تعلیمی ماحول فراہم کرتی ہے جو جدید تعلیم کو روایتی اقدار کے ساتھ ہم آہنگ کرتے ہوئے تخلیق اور قیادت کو فروغ دیتا ہے۔ منہاج یونیورسٹی کا جدید تعمیر شدہ اسمارٹ کیمپس 162کنال سے زائد رقبے پر پھیلا ہوا ہے، جس میں ترک طرزِ تعمیر کا عکس لیے ہوئے جدید طرز کے شعبہ جات موجود ہیں۔ یہ اسلامی ثقافت اور ورثے کو خراج تحسین پیش کرنے کی ایک مثال ہے۔ منہاج یونیورسٹی لاہور نے 2023-2024کے دوران اپنے قیام کے بنیادی وژن کے

مطابق طلبہ کے لیے ایک موزوں تعلیمی ماحول پیدا کرنے کے لیے متعدد سنگ میل عبور کیے۔

منہاج یونیورسٹی نے اپنے تعلیمی معیار کو برقرار رکھتے ہوئے 2024ء میں کئی نئے ڈگری پروگرامز اور مختصر کورسز متعارف کروائے ہیں۔ چند نمایاں کورسز درج ذیل ہیں:

۱۔ ٹیکس لاء   ۲۔ کارپوریٹ لاء   ۳۔ ماحولیاتی قانون

۴۔ متبادل تنازعات کے حل کے طریقے (ADR)

۵۔ اینیمیشن اور پروڈکشن   ۶۔ نیوز اینکرنگ

۷۔ غذا کی منصوبہ بندی کے اصول

۸۔ ذہنی صحت اور کونسلنگ (آن لائن)   ۹۔ گیمنگ

۱۰۔ پائتھون پروگرامنگ لینگویج

۱۱۔ ڈیٹا اینالٹکس اور سیمولیشنز   ۱۲۔ کاپی رائٹنگ ماسٹری

☆ طلبہ کی پیشہ ورانہ ضروریات کو پورا کرنے کے لیے درج زیل نئے ڈگری پروگرامز بھی شروع کیے گئے ہیں:

۱۔ بی ایس فوڈ سیفٹی اینڈ کوالٹی مینجمنٹ   ۲۔ بی ایس ڈیری سائنس اینڈ ٹیکنالوجی

۳۔ پی ایچ ڈی فوڈ سائنس اینڈ ٹیکنالوجی   ۴۔ ایم فل بائیو ٹیکنالوجی

۵۔ پی ایچ ڈی بائیو کیمسٹری

۶۔ بی ایس ای کامرس اینڈ فِن ٹیک   ۷۔ ایم ایس سافٹ ویئر انجینئرنگ

☆ ابنِ سینا لائبریری اینڈ ریسورس سینٹر اپنے جدید الیکٹرانک وسائل اور مختلف موضوعات پر مبنی کتب، جرائد، اور میگزین کے وسیع ذخیرے کے لیے مشہور ہے۔ جن میں بنیادی اور جدید سائنس، انجینئرنگ، طبّی علوم، نفسیات، سیاسیات، معاشیات، مینجمنٹ اور قیادت کے علاوہ کھیل، فنونِ لطیفہ، انگریزی اور اردو ادب، تعمیرات، عوامی صحت، مذہب اور خود نوشت، سوانح حیات وغیرہ جیسے موضوعات بھی شامل ہیں۔

☆ منہاج یونیورسٹی میں 2024ء میں پاکستان کی لائبریری کی تاریخ میں پہلی بار ڈیجیٹل لائبریری اسسٹنس کے لیے ایک انسانی روبوٹ متعارف کرایا گیا۔

☆ منہاج سینٹر فار اسٹارٹ اپس ایک متحرک اور جامع کمیونٹی ہے جہاں طلبہ اور نئے کاروباری افراد اپنے خیالات کو کامیاب کاروبار میں تبدیل کرنے کے لیے وسائل، تربیت، اور مواقع حاصل کرتے ہیں۔ سال 2024ء میں 30 سے زائد اسٹارٹ اپ آئیڈیاز کو راغب کیا اور سخت جانچ کے بعد

درج ذیل کو منتخب کیا گیا، جنہوں نے نہ صرف طلبہ کو انٹرن شپ کے مواقع فراہم کیے بلکہ ملازمت کی تخلیق اور مہارتوں کی ترقی میں بھی معاون ثابت ہوئے:

1. ISLAME
2. AQUADOR
3. CANE CRAFT
4. KYAKHANA
5. GORIDER
6. Bookkeeping Savvy
7. Green Stream Remediation Solutions
8. Bakendrop
9. GOoExplorer

☆ منہاج یونیورسٹی اعلیٰ تعلیم کی فراہمی کے ساتھ ساتھ جدید تحقیق کے فروغ اور موجودہ علمی ذخیرے میں اضافہ کرنے پر بھی بھرپور توجہ دیتی ہے۔ اس مقصد کے لیے یونیورسٹی نے 13 تحقیقاتی اور تربیتی مراکز قائم کیے جو عالمی سطح پر مقبول ہیں:

۱۔ آفس آف ریسرچ انوویشن اینڈ کمرشلائزیشن (ORIC)
۲۔ انٹرنیشنل سینٹر فار ریسرچ ان اسلامک اکانومکس (آئی سی آر آئی ای)
۳۔ سنٹر فار ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ (سی آر ڈی)
۴۔ سنٹر آف حلال اویئرنیس، ریسرچ اینڈ ٹریننگ (سی ایچ اے آر ٹی)
۵۔ شیخ الاسلام انسٹی ٹیوٹ آف اسپریچول اسٹڈیز (ایس آئی ایس ایس)
۶۔ انٹرنیشنل سینٹر آف ایکسی لینس (آئی سی ای)
۷۔ سنٹر آف ریسرچ اینڈ انوویشن ان میری ٹائم افیئرز (سی آر آئی ایم اے)
۸۔ کارپس ریسرچ سینٹر (سی آر سی)
۹۔ حسان بن ثابت سینٹر فار ریسرچ ان نعت لٹریچر (ایچ سی آر این)
۱۰۔ ڈائریکٹوریٹ آف اوپن اینڈ ڈسٹنس لرننگ (ڈی او ڈی ایل)
۱۱۔ انگلش لینگویج سینٹر (ای ایل سی)(ELC)
۱۲۔ سنٹر آف اکنامک پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ (سی ای پی ڈی)

۱۳۔ ابنِ بطوطہ انسٹی ٹیوٹ آف ٹورازم اینڈ ہوٹل مینجمنٹ (آئی آئی ٹی ایچ ایم)

☆ منہاج یونیورسٹی لاہور کے تحت ایڈوانسمنٹ آفس اور ڈائریکٹوریٹ آف گلوبل لنکیجز کامیابی سے فعال ہیں، جو طلبہ کو عملی مہارت اور تجربہ فراہم کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے کیریئر کا آغاز ملازمتوں اور انٹرن شپ مواقع کے ذریعے باضابطہ طور پر کر سکیں۔ ڈائریکٹوریٹ آف گلوبل لنکیجز نے بین الاقوامی اسکالرز کے آن لائن لیکچرز کا انعقاد کیا اور تھائی لینڈ، پولینڈ، آسٹریا، انڈونیشیا اور البانیہ کی معروف یونیورسٹیز کے ساتھ 11 مفاہمتی یادداشتوں پر دستخط کیے۔

ایڈوانسمنٹ آفس نے 500 سے زائد طلبہ کو انٹرن شپ اور ملازمت کے مواقع فراہم کیے اور معروف کاروباری ماہرین کے ساتھ شراکت داری میں اہم پیشرفت کی، جن میں روزی ڈاٹ پی کے، پی این وائی ٹریننگز، ریسکیو 1122، لاہور چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری، شعور ویلفیئر فاؤنڈیشن، ریڈ فلیگ، پاکستان ریڈ کریسنٹ سوسائٹی، اپورشن ریلیف فاؤنڈیشن اور دیگر شامل ہیں۔

کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز

جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن / کالج آف شریعہ عصر حاضر کی عظیم، علمی اور روحانی تحریک منہاج القرآن کا پہلا مرکزی تعلیمی و تربیتی ادارہ ہے جس کی بنیاد 1984ء میں رکھی گئی۔ یہ ادارہ علومِ شریعہ اور عصریہ کے حسین امتزاج کا حامل تعلیمی ادارہ ہے جس میں سات سالہ شریعہ عالم کورس کے ساتھ انٹرمیڈیٹ اور مختلف 8 ڈسپلنز میں بی ایس بھی کرایا جاتا ہے۔ اس جامعہ اور کالج کو منہاج یونیورسٹی اور نظام المدارس کے Mother Institute ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ کالج ہذا میں علوم شرعیہ کے ساتھ عصری علوم میں طلبہ کو ایف اے، آئی سی ایس اور بی ایس پروگرام میں اسلامک سٹڈیز، عریبک لٹریچر، اکنامکس اور اسلامک بینکنگ، اردو، آئی آر، انگلش، ایجوکیشن میں بی ایس کرنے

کی optionہوتی ہے۔اس کی فیکلٹی میں زیادہ تر اساتذہ پی ایچ ڈی اور عرب جامعات سے گریجواٹیس ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں۔اس جامعہ میں سات سالہ دینی کورس ''درسی نظامی'' کے علاوہ مختلف تخصصات کا آغاز بھی ہو چکا ہے جس میں تخصص فی الفقہ والافتاء سر فہرست ہے۔پاکستان میں تخصص فی الفقہ والافتاء کی کامیابی کے بعد بیرون ممالک شریعہ اسکالرز کے لیے19فروری 2024سے یہ کورس شروع کردیاہے جس میں 15 سکالرز رجسٹرڈ ہیں۔

☆ کالج ہذا میں ایم فل/پی ایچ ڈی ڈیپارٹمنٹ کا آغاز 2006 میں ہوا۔اب تک 750 سے زائد سکالرز ایم فل اسلامیات وعربی کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں۔پی ایچ ڈی میں 17 سکالرز ڈگری لے چکے ہیں، جبکہ 48 سکالرز ریسرچ ورک کر رہے ہیں۔ سکالرشپ پر بیرون ممالک میں جانے والے سکالرز میں سے تین طلباء نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

☆ ایچ ای سی کے معیار کے مطابق کالج ہذا میں العرفان کے نام سے ششماہی ریسرچ جرنل کا بھی آغاز کیا گیا جس کے 18 شمارے چھپ چکے ہیں اور 2020 سے ایچ ای سی سے Y کیٹگری میں منظور شدہ ہے۔

☆ وقت کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے فاصلاتی نظام تعلیم کے ذریعے بیرون ملک دین کی تعلیم کے لیے کالج ہذا میں ای لرننگ کے پروگرام کا آغاز کیا گیا ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ 30 سے زائد ممالک کے بچے ای لرننگ کے ذریعے دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔2010 سے شعبہ ای لرننگ کا اغاز ہوا۔ای لرننگ میں اساتذہ کرام کی کل تعداد35 ہے۔جس میں 15ایم فل ڈگری ہولڈر اور 20بی ایس ڈگری ہولڈز ہیں۔2010ء سے اب تک مختلف ممالک کے 4500 سے زائد طلبہ نے مختلف کورسز میں تعلیم حاصل کی۔اس وقت شعبہ ای لرننگ میں طلباء کی تعداد320 ہے۔

منہاج کالج برائے خواتین

الحمد للہ منہاج کالج برائے خواتین گذشتہ تین دھائیوں سے شیخ الاسلام مدظلہ العالی کے تعلیمی وژن کے مطابق دخترانِ وطن کی تعلیم و تربیت میں مصروف عمل ہے۔ادارہ ہذا میں اس وقت انٹرمیڈیٹ، بی ایس اور ایم فل کی سطح پر 600 سے زائد طالبات جبکہ ای لرننگ ڈیپارٹمنٹ کے ذریعے 280طالبات زیر تعلیم ہیں۔ کالج میں ایف اے، ای سی ایس، بی ایس انگلش، بی ایس اسلامیات، بی ایس ایجوکیشن، بی ایس اسلامک بینکنگ اینڈ فنانس کے ساتھ ساتھ علوم شریعہ (الشھادۃ الثانویہ، الشھادۃ العالیہ، الشھادۃ العالمیہ)اور ایم فل اسلامک سٹڈیز کے پروگرام جاری ہیں۔ادارہ ہذا

میں فی میل ٹیوٹرز پر مشتمل ای لرننگ پروگرام بھی ہے جس میں اس وقت 280 سے زائد طالبات زیر تعلیم ہیں۔ طالبات کی تعلیم کے ساتھ تربیتی امور کی مکمل نگرانی کی جاتی ہے۔ نماز تہجد، محفل ذکر و نعت، شب بیداری، حلقات صحبت، کونسلنگ لیکچرز اور تربیتی اعتکاف کے معمولات حسب سابق جاری و ساری ہیں۔

منہاج کالج فار ویمن خانیوال

منہاج کالج فار ویمن خانیوال، مرکز کی طرف سے جنوبی پنجاب میں ایک شاندار تعلیمی منصوبہ ہے جو مستقبل قریب میں منہاج کالج فار ویمن لاہور کی طرز پر علاقہ بھر کی طالبات کی علمی اور فکری پیاس بجھانے کا عظیم الشان مرکز علم ثابت ہوگا۔ اس میں F.A, FSc اور ICS کی کلاسز کا آغاز 2023ء سے ہو چکا ہے۔

منہاج انسٹیٹیوٹ برائے قرأت و تحفیظ القرآن

شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے دنیا بھر میں قائم کردہ سیکڑوں ادارے خدمتِ دین و انسانیت کے لئے شبانہ روز مصروفِ عمل ہیں۔ منہاج انسٹیٹیوٹ برائے قراءت و تحفیظ القرآن ٹاؤن شپ لاہور ان ہی میں سے ایک ہے۔ یہ ادارہ 1994ء میں قائم ہوا اور اب تک ہزاروں طلبہ قرآن مجید حفظ کر چکے ہیں اور اس وقت سیکڑوں طلبہ قرآن مجید حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ سکول کی تعلیم بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہ ادارہ گزشتہ 30 سال سے قرآن مجید حفظ کرانے کے بابرکت اور مقدس فریضے کو جاری رکھے ہوئے ہے جو کہ اپنے بہترین نظم و نسق کی وجہ سے دیگر اداروں سے یکسر مختلف اور منفرد ہے۔ کیونکہ اس میں حفظ القرآن کے ساتھ ساتھ مڈل تک سکول کی تعلیم، طلبہ کی اخلاقی تربیت، کردار سازی اور آداب زندگی کی آگاہی کے لیے اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس میں درج ذیل شعبہ جات ہیں:

۱۔ ناظرہ قرآن
۲۔ حفظ القرآن
۳۔ سکول (6^{th} تا 8^{th})
۴۔ تجوید قراءت دو سالہ کورس (سکول نہم+دہم)
۵۔ ترجمۃ القرآن کورس (بذریعہ ملٹی میڈیا)

On behalf of MYL Coordination Council and the global young Minhajians, we extend our warmest wishes to our Quaid,

Shaykh-ul-Islam Dr. Muhammad Tahir-ul-Qadri

on his 74th birthday.

We pray to Allah Almighty to bless you with good health, a long life, and continued strength to guide the next generation of Muslim leaders.

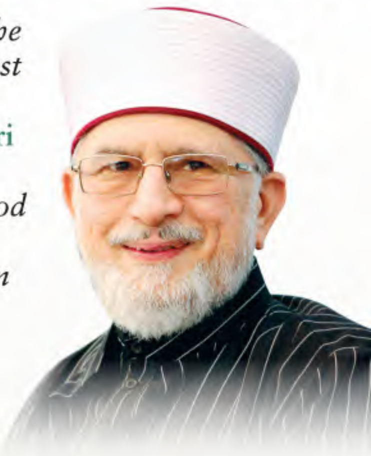

MYLCC
Muhbeen Hussain
Fazeel Mehmood
Ali Malik

Minhaj Eurpean Council (MEC)
Shuaib Ashfaq (P)
Adile Khawaja (VP)
Fazeel Mahmood (VP)
Saif Shahbaz (GS)

Minhaj Asian Council (MAC)
Asif Dastagir

Bahrain
Adeel Sajid (P)
Adnan Iqbal (GS)

Canada
Muzammil Sharief (P)
Ali Malik (GS)

Denmark
Ibrahim Malik (P)
Muhammad Ayaan (GS)

France
Owais Mustafavi (P)
Mohammed Ali (GS)

Germany
Muhammad Akram (P)
Sarmad Malik (GS)

Greece
Raja Ihtisham (P)
Muhammad Irfan (GS)

Hong Kong
Husnain Azam (P)
Hafiz Saqib (GS)

Ireland
Jibran Shabbir

Japan
Hassan Imran (P)
Abdul Razzaq (GS)

Kuwait
Muhammad Rashid (P)
Muhammad Bhatti (GS)

Malaysia
Nabeel Awais (P)
Raja M. Khalid (GS)

Malaysia
Nabeel Awais (P)
Raja M. Khalid (GS)

Netherlands
Fazeel Mahmood (P)
Muhibullah Arshad (GS)

North Italy
Faisal Tarar (P)
Umer Warraich (GS)

South Italy
Ahmad Warraich (P)
Tayyab Sajjad (GS)

Norway
Hayat ul Mir (P)
Awais ur Rehman (GS)

Oman
Muhammad Ghouri (P)
Hamid Abbas (GS)

Portugal
Faisal Akram (P)
Muhammad Umer (GS)

Qatar
Muhammad Daraz (P)
Muhammad Waqas (GS)

Sweden
Musa Ansar

UK
Muhbeen Hussain (P)
Adil Khan (GS)

South Africa
Muhammad Bilal (P)
Muhammad Sami (GS)

South Korea
Hamza Khan Jadon (P)
Zahid Sulehri (GS)

Spain
Tauseef Asghar (P)
Muhammad Hasnain (GS)

Australia
Ali Qadir (P)
Ibrahim Qureshi (GS)

USA
Muhammad Junaid

MYL COORDINATION COUNCIL

www.minhajyouth.com

وہ جن کے حرف میں تقدیر جھلکتی ہے
حیاتِ نو کا پیغام ہیں وہ رہبر
ہر اک صدا میں تاثیر جھلکتی ہے
جن کی نظر میں تدبیر جھلکتی ہے

ہم داعی اتحادِ امت، محبتوں کے پیامبر، سفیرِ امن

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو

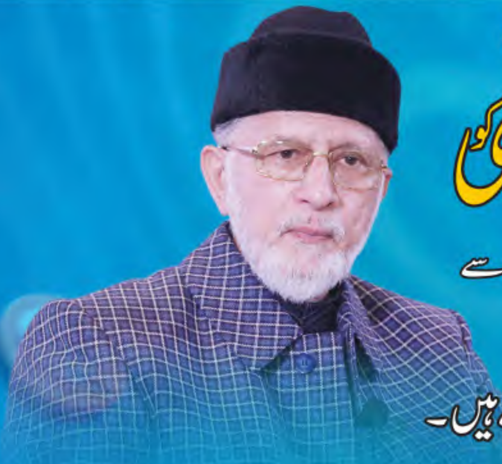

74 ویں سالگرہ پر دل کی گہرائیوں سے

ہدیہ تہنیت پیش کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام نے انسانیت کو امن، محبت، اور اخلاص کا پیغام دیا۔ آپ کی علمی میراث امت کے لیے قیمتی اثاثہ ہے۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل ناروے (رابطہ کمیٹی)

علم کا پرچم جہاں میں بلند رکھا   حق کا ہر ایک مفہوم واضح رکھا
شیخ الاسلام کا ہر عمل ہے دلیل   انہوں نے دین کا معیار مستند رکھا

ہم امتِ مسلمہ کی علمی، فکری اور اخلاقی راہنمائی میں
مصروفِ عمل مفکرِ اسلام، مفسرِ قرآن، محدثِ اعظم

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کو

74 ویں

سالگرہ پر دل کی عمیق گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتے ہیں

شیخ الاسلام کا کردار اتحاد بین المذاہب، رواداری اور امن کے قیام میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

آپ نے دینِ اسلام کو امن و محبت کے پیغام کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا۔

یا اللہ! ہمیں شیخ الاسلام کے مشن میں ثابت قدمی اور عزم و حوصلہ دے تا کہ ہم ان کے علم و عمل کے راستے پر ہمیشہ قائم رہیں۔

منہاج سکالرز فورم۔ نارتھ امریکہ

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN LAHORE
FEB-2025
Regd CPL No.41